فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 25

اِلَیۡہِ یُرَدُّ



سوال وجواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

قُرْاٰناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : "قُرْآنًا عَجَبًا" (پارہ 25)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : اپریل 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کوانسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآن حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رکوع نمبر 1

﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ﴾

''قیامت کاعلم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور نہ کسی قسم کا پھل اپنے شگوفوں سے نکلتا ہے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے ہوتا ہے۔اور جس دن وہ انہیں پکارے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے آپ کو صاف بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا نہیں'' (47)

سوال1: ﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ ''قیامت کاعلم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور نہ کسی قسم کا پھل اپنے شگوفوں سے نکلتا ہے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے ہوتا ہے۔'' قیامت کی تاریخ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کی انتہا ہے۔ تمام مخلوقات کا علم اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ قیامت کی تاریخ کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

(2) سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے جب انسانی شکل میں آ کر نبی ﷺ سے سوالات پوچھے، ان میں سے ایک سوال قیامت کے بارے میں تھا کہ وہ کب آئے گی تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ پوچھا جانے والا پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ (بخاری، مسلم)

(3) ﴿يَسْـَٔــلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (۴۴)﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اُس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' (النازعات: 42-44)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے۔'' (سورہ لقمان: 34)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی ﷺ سے کہا: ''قیامت کب آئے گی؟'' اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' کہنے لگا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔'' فرمایا: ''تم اسی کے ساتھ

ہو گے جس سے تم نے محبت کی۔'' (مسلم:6710)

(6)﴿وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا﴾ ''اور نہ کسی قسم کا پھل اپنے شگوفوں سے نکلتا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ شگوفوں میں سے جو پھل نکلتے ہیں۔ ان سب پھلوں کو جو زعلاقے کے درختوں پر لگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مکمل طور پر جانتا ہے۔

(7)﴿وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ﴾ '' اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے ہوتا ہے'' ہر مادہ جو حمل اٹھاتی ہے خواہ وہ انسانوں میں سے ہو یا حیوانات میں سے، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ ہر حاملہ جب بچہ جنتی ہے اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس کو وہ نہ جانتا ہو۔

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَاۡتِيۡنَا السَّاعَةُ ؕ قُلۡ بَلٰى وَرَبِّىۡ لَتَاۡتِيَنَّكُمۡ ۙ عٰلِمِ الۡغَيۡبِ ۚ لَا يَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَلَاۤ اَصۡغَرُ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرُ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ قیامت ہم پر نہیں آئے گی، آپ کہہ دیں کہ کیوں نہیں! قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی! وہ تم پر ضرور آئے گی اس سے ذرہ برابر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے نہ ہی آسمانوں میں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ذرے سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (سبا:3)

(9)﴿اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَمَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ ؕ وَكُلُّ شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ‏(۸) عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ (۹)﴾ ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اٹھاتی ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز اُس کے یہاں پر ایک اندازے سے ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، بہت بڑا ہے، نہایت بلند ہے۔'' (سورہ الرعد:8,9)

(10)﴿وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ؕ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

(11)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمۡ اَزۡوَاجًا ؕ وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنۡقَصُ مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنائے اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔'' (فاطر:11)

(12)﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ ۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا؟ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان:34)

(13)﴿وَمَا تَكُوۡنُ فِىۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ وَمَا يَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصۡغَرَ مِنۡ ذٰ لِكَ وَلَاۤ اَكۡبَرَ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (یونس:61)

(14) اللہ تعالیٰ نے ان تین مثالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا علم کسی کے پاس نہیں نہ انبیاء کے پاس نہ کسی اور ہستی کے پاس۔ انبیاء بھی اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ پھر انبیاء کی وحی ان کی نبوت کے تقاضوں کی ادائیگی کے مطابق ہوتی ہے اس لئے کوئی نبی ایسا علم نہیں رکھتا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے پاس ہے۔

سوال 2: قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ قیامت کے واقع ہونے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کی تین مثالیں دے کر کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل علم کی تین مثالیں دی ہیں جن کا تعلق غیب سے ہے۔

(1) قیامت کا علم غیب ہے جو مستقبل میں چھپا ہوا ہے اس کا علم اللہ کو ہے۔

(2) شگوفوں میں سے جو پھل نکلتے ہیں وہ مستقبل میں چھپے ہوئے ہیں اس کا علم اللہ کو ہے۔

(3) جو مادہ حاملہ ہوتی ہے اور جو بچے وہ جنتی ہے ان کا تعلق بھی غیب سے ہے جو چھپا ہوا ہے اس کا علم اللہ کو ہے۔

سوال 4: ﴿وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ اَيۡنَ شُرَكَآءِىۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِيۡدٍ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں پکارے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے آپ کو صاف بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ﴾ ''اور جس دن وہ انہیں پکارے گا'' رب العزت قیامت کے دن مشرکوں کے جھوٹ کو ظاہر کر دے گا اور انہیں پکارے گا۔

(2) ﴿اَیْنَ شُرَکَآءِیْ﴾ ''کہاں ہیں میرے شریک؟'' جن کو تم میری عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے اور رسولوں سے جھگڑتے تھے۔

(3) ﴿قَالُوْٓا اٰذَنّٰکَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِیْدٍ﴾ ''وہ کہیں گے کہ ہم نے آپ کو صاف بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا نہیں'' اس وقت وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم اقرار کرتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی باطل معبودوں کے الوہیت میں شریک ہونے کی کوئی بھی گواہی دینے والا نہیں۔

(4) بعض علماء نے یہاں شہید سے شاہد مراد لیا ہے۔ یعنی آج ہمیں اپنے معبودوں میں سے کوئی بھی یہاں نظر نہیں آ رہا۔ (تیسیر القرآن: 4/121)

(5) یوں اللہ تعالیٰ نے شرک کی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ کل جس کی گواہی خود بھی نہیں دو گے آج اس کے علمبردار کیوں بنے ہوئے ہو؟

﴿ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (۷۳) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ (۷۴)﴾ ''پھر اُن سے کہا جائے گا: ''وہ کہاں ہیں جنہیں تم شریک کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا؟'' وہ کہیں گے: ''وہ ہم سے کھو گئے ہیں، بلکہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو پکارتے ہی نہ تھے۔'' اللہ تعالیٰ کافروں کو ایسے ہی گمراہ کرتا ہے۔'' (المومن: 73-74)

(6) ﴿وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ (۱۷) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ''اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا اور انہیں بھی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے پھر وہ کہے گا: ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا یا وہ خود ہی راستے سے بھٹک گئے؟'' وہ کہیں گے: ''پاک ہے آپ کی ذات، ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو سرپرست بنائیں لیکن آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کا سامان دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے۔ اور وہ لوگ تباہ و برباد ہونے والے تھے۔'' (الفرقان 17، 18)

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے شرک کے لئے خود مشرکوں کے گواہ نہ بننے سے کیسے شرک کی حقیقت کو واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو میدان حشر کے منظر میں پہنچایا ہے جہاں مشرک حاضر ہیں اور ان سے پوچھا جا رہا ہے

''میرے شریک کہاں ہیں؟''

وہ جواب دیں گے ''ہم نے آپ کو بتا دیا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کا گواہ نہیں'' یوں اللہ تعالیٰ نے شرک کی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ کل جس کی گواہی خود بھی نہیں دو گے آج اس کے علمبردار کیوں بنے ہوئے ہو؟

﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ﴾

''اور اُن سے وہ سب گم ہو جائیں گے جنہیں وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے۔اور وہ سمجھ لیں گے کہ اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں'' (48)

سوال1:﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''اور اُن سے وہ سب گم ہو جائیں گے جنہیں وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے۔اور وہ سمجھ لیں گے کہ اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ﴾ ''اور اُن سے وہ سب گم ہو جائیں گے'' یعنی ان سے غائب ہو جائیں گے۔

(2)﴿مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''جنہیں وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے'' یعنی جن کو وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے آج میدان حشر میں وہ معبود نظر نہیں آئیں گے کہ انہیں کچھ فائدہ پہنچائیں اس طرح ان کے تمام اعمال رائیگاں جائیں گے اور ان کے گھڑے ہوئے معبودان کے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

(3)﴿وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''اور وہ سمجھ لیں گے کہ اُن کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں'' شرک کا ارتکاب کرنے والوں کا انجام ہے کہ ان کی کوئی جائے پناہ، عذاب سے نجات پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔رب العزت نے فرمایا﴿وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا﴾ ''اور مجرم آگ دیکھیں گے، چنانچہ وہ یقین کر جائیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور وہ اس سے کوئی پھرنے کی جگہ نہ پائیں گے۔'' (الکہف:53)

سوال2: دنیا میں جن کو پکارا جاتا ہے کل حشر کے میدان میں ان کے کام آنے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: کل وہ سارے معبودان سے گم ہو جائیں گے یعنی ادھر اُدھر ہو جائیں گے۔کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔اور مشرک سمجھ جائیں گے کہ اب ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

سوال3: مشرک قیامت کے دن کیا یقین کر لیں گے؟

جواب: مشرک قیامت کے دن یقین کر لیں گے کہ اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔

﴿لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾

''انسان بھلائی کی دُعا مانگنے سے نہیں تھکتا۔اور اگر اُسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ انتہائی مایوس، انتہائی نا اُمید ہو جاتا ہے'' (49)

سوال1:﴿لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾ ''انسان بھلائی کی دُعا مانگنے سے نہیں تھکتا۔اور اگر اُسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ انتہائی مایوس، انتہائی نا اُمید ہو جاتا ہے'' بھلائی کی دعائیں کرنے والا انسان تکلیف پہنچتے ہی امید کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ﴾''انسان بھلائی کی دُعا مانگنے سے نہیں تھکتا''اس آیت کریمہ میں انسان کے مزاج کو واضح فرمایا ہے کہ اسے نہ خیر پر قرار ہے نہ شر پر سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس صورت حال سے نکال دے۔

(2) جو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا، نہ اپنے نفس کو پاک کرتا ہے نہ روح کو ایمان اور صالح اعمال سے پاک کرتا ہے وہ بھلائی کی دعائیں مانگتے نہیں تھکتا۔یعنی وہ مال، اولاد، صحت اور عافیت کی دعائیں مستقل مزاجی سے جاری رکھتا ہے۔اسے ساری دنیا بھی مل جائے اس کی طلب جاری رہتی ہے۔

(3)﴿وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾''اور اگر اُسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ انتہائی مایوس، انتہائی نا اُمید ہو جاتا ہے''یعنی اگر اسے بیماری، مالی تنگی اور مختلف مصائب لاحق ہوں۔

(4)﴿فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ﴾''انتہائی مایوس، انتہائی نا اُمید ہو جاتا ہے''تب وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید اور مایوس ہو جاتا ہے اور ایسے اسباب اختیار کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

(5) اس رویے سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، ان لوگوں کو اگر کوئی بھلائی، نعمت اور کوئی محبوب چیز عطا ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور وہ اس چیز سے بھی ڈرتے ہیں کہ یہ نعمتیں کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور مہلت نہ ہوں۔اگر انہیں اپنی جان، مال اور اولاد میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو صبر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔(تفسیر سعدی:2432,2431/3)

(6) سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوشحالی نصیب ہو تو (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتا ہے تو (یہ شکر) اس کے لیے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔''(مسلم:7500)

سوال2: انسان بھلائی مانگتے ہوئے نہیں تھکتا۔اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: بھلائی سے مراد دنیا کی نعمتیں ہیں جیسے مال، اولاد، قوت، عزت، صحت وغیرہ مانگتا ہی رہتا ہے۔جب تک زندگی رہتی ہے وہ مانگنے سے نہیں تھکتا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے یہ بات کیوں فرمائی ہے کہ انسان بھلائی کی دُعا مانگتے نہیں تھکتا؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی ہے کہ انسان دنیا کی بھلائی کے لئے حریص ہے لیکن آخرت کی بھلائی کے لئے حریص نہیں ہوتا۔(2) انسان بھلائی کے لئے دُعا مانگتے نہیں تھکتا لیکن شر اسے چھو بھی جائے تو نا امید ہو جاتا ہے۔

سوال4: انسان کو کوئی تکلیف پہنچے تو وہ کیسے مایوس اور نا امید ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اب تو مصیبت سے نکلنے اور بچنے کی کوئی امید نہیں۔

(2) انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ سارے اسباب اور وسائل کٹ گئے اس سے اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔

(3) انسان غم کرتا ہے اور اللہ کی رحمت اور مہربانی سے مایوس ہو جاتا ہے۔

سوال5: انسان تکلیف پہنچنے پر مایوس اور نا امید کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) انسان تکلیف پہنچنے پر اس لئے مایوس اور نا امید ہو جاتا ہے کہ اس کا اپنے رب پر بھروسہ نہیں ہوتا۔

(2) انسان کا رب سے تعلق کمزور ہوتا ہے۔ (3) انسان کو لگتا ہے مجھے میری مصیبت سے کوئی نہیں نکال سکتا۔

(4) انسان سمجھتا ہے کہ اسباب اور وسائل کے کٹنے کے بعد اب دوبارہ کوئی ان کو درست کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔

سوال6: اللہ کے مخلص بندے تکلیف پہنچنے پر کیسا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں؟

جواب: (1) وہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے مایوس نہیں ہوتے۔

(2) وہ آزمائشوں کو بھی گناہوں کو دور کرنے کا سبب یعنی کفارہ سمجھ لیتے ہیں۔ (3) وہ آزمائشوں کو درجات کی بلندی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

سوال7: انسان اپنے آپ کو مایوسی سے کیسے بچا سکتا ہے؟

جواب: (1) انسان رب پر توکل کر کے مایوسی سے بچ سکتا ہے۔ وہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ مشکل حالات سے نکالنے پر قدرت رکھتا ہے۔

(2) انسان اسباب اور وسائل کے کٹ جانے کے باوجود یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہے۔ اسباب پیدا کرنا میرے بس میں تو نہیں لیکن رب کے اختیار میں ہے۔

(3) انسان یہ یقین رکھے کہ جو رب اندھیرے کی گود سے صبح کو نکال لیتا ہے وہ مجھے بھی میرے مشکل حالات سے نکال لے گا۔

﴿وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ هٰذَا لِىۡ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا ۡ وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ﴾

"اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اُسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی۔ پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اور یقیناً ہم ضرور اُنہیں سخت عذاب میں سے

چکھائیں گے۔'' (50)

سوال1:﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''اور یقیناً اگر ہم مصیبت کے بعد اُسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو یقیناً وہ ضرور کہے گا کہ یہ میرا حق ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی۔ پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اور یقیناً ہم ضرور اُنہیں سخت عذاب میں سے چکھائیں گے'' فراخی میں بغاوت کے رویئے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ﴾ ''اور یقیناً اگر چکھائیں ہم اسے'' یعنی وہ شخص جو بھلائی کی دعا کرتے ہوئے نہیں اکتایا، وہ تکلیف پہنچنے پر مایوس ہو جاتا ہے۔

(2)﴿رَحْمَةً مِّنَّا﴾ ''اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ'' یعنی مصیبت کے بعد راحت، مرض سے شفا یا فقر کو دور کر کے اسے مال دار کر دیتا ہے۔

(3)﴿لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ﴾ ''تو یقیناً وہ ضرور کہے گا یہ میرا حق ہے'' فراخی کے بعد انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات پر وہ پھولا نہیں سماتا، اکڑ کر کہتا ہے یہ فراخیاں میرا حق ہیں۔ وہ شکر کی بجائے اتراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (٦) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ ''ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناً انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہو گیا ہے۔'' (العلق:6،7)

(4)﴿وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً﴾ ''اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے'' یعنی جو جی اٹھنے کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میری رائے میں قیامت قائم نہیں ہوگی۔

(5)﴿وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى﴾ ''اور اگر واقعی مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو یقیناً اُس کے پاس بھی میرے لیے ضرور بھلائی ہی ہوگی'' یعنی اگر قیامت آ بھی گئی! اور دوبارہ مجھے زندہ کیا گیا تو بھی میں عزت کی زندگی بسر کروں گا۔ جیسے آج میں عزت والا ہوں کل بھی مجھے یہ عزت حاصل ہوگی۔

(6)﴿فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''پھر یقیناً ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اور یقیناً ہم ضرور انہیں سخت عذاب میں سے چکھائیں گے'' یعنی قیامت کے دن جب وہ رب العزت کے حضور پیش ہوں گے وہ ضرور ہمارے سامنے حاضر ہوں گے۔

(7)﴿غَلِيْظٍ﴾ ''سخت'' غلیظ کے معنی موٹا، دبیز، گاڑھا، سخت اور گندہ سب کچھ آتا ہے۔ اور یہاں یہ لفظ سخت اور گندہ دونوں معنوں میں

استعمال ہوا ہے۔غلاظت مشہور لفظ ہے۔اور یہ عذاب گندہ اس لحاظ سے ہوگا کہ ایسے لوگوں کو پینے کے لیے پیپ، کچ لہو، زخموں کا دھوون، انتہائی متعفن بد بودار اور شدید ٹھنڈا پانی، ایسی ہی چیزیں پینے کو ملیں گی جن سے انسان کو گھن آتی ہے۔(تیسیر القرآن 124/4)

(8) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

سوال 2: مصیبت کے بعد جب انسان پر اللہ تعالیٰ رحمت کرتے ہیں تو انسان کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: (1) مصیبت کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پا کر انسان کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہے۔ یہ تو مجھے میری صلاحیتوں کی وجہ سے ملا ہے یوں انسان متکبر بن جاتا ہے۔اتراتا ہے اور شکر ادا نہیں کرتا۔

(2) انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوں اسی لئے وہ مجھے اپنی نعمتیں عطا کر رہا ہے۔ حالانکہ دنیا کی کمی بیشی انسان کی آزمائش کے لئے ہے تا کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھ لے کہ کون مصیبت میں صبر کرتا ہے اور کون نعمتیں پا کر شکر گزار بنتا ہے۔

سوال 3: انسان نعمتیں پا کر آخرت کو کیوں بھول جاتا ہے؟

جواب: انسان نعمتیں پا کر یہ سمجھتا ہے کہ مجھے دنیا میں بھلائیاں ملی ہیں تو آخرت میں بھی ملیں گی حالانکہ آخرت میں اس کا کوئی مقام نہ ہوگا۔

سوال 4: یہ بات کون کہتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کبھی قیامت آئے گی؟

جواب: یہ بات یا تو کافر کہہ سکتا ہے یا منافق۔مومن ایسی بات نہیں کر سکتا۔

سوال 5: انسان یہ بات کیسے سوچ لیتا ہے کہ اگر میں اللہ کے ہاں چلا گیا تو وہاں بھی باعزت لوگوں میں میرا شمار ہوگا؟

جواب: انسان بے جا غرور کی وجہ سے یہ بات سوچتا ہے کہ میں پلٹایا گیا تو وہاں بھی میرے لیے بہتری ہوگی۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے انسان کے غرور پر کیسے ضرب لگائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (1) ''پھر ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ضرور بتائیں گے جو اُنہوں نے عمل کیے''۔

(2) ''اور ہم ضرور اُنہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے''۔

﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ﴾

''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ جاتا ہے اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے'' (51)

سوال 1: ﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ﴾ ''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ جاتا ہے اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے''

سرکشی کرنے والا بھی لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے۔آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ ''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں'' یعنی جب اللہ رب العزت انسان کو مال، اولاد اور صحت وغیرہ کے انعامات دیتے ہیں۔

(2)﴿اَعْرَضَ﴾ ''وہ منہ موڑ جاتا ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کے شکر، اور ہماری اطاعت سے باہر نکل جاتا ہے۔

(3)﴿وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ﴾ ''اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے'' یعنی انسان اسے دور سمجھتے ہوئے اطاعت سے پھر جاتا ہے۔

(4)﴿وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ﴾ ''اور جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دُعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔'' یعنی جب انسان کسی مصیبت میں گھر جاتا ہے تو ہر حالت میں کھڑے، بیٹھے اور لیٹ کر ہر ممکن طریقے سے اللہ تعالیٰ سے لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو۔ایسے ہی حد سے گزر جانے والوں کے لیے خوش نما بنا دیا گیا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔'' (یونس 12)

''سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔اگر اسے خوشحالی نصیب ہو تو (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتا ہے تو (یہ شکر) اس کے لیے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔'' (مسلم:7500)

سوال 2: اللہ تعالیٰ جب انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ کس چیز سے منہ پھیر لیتا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ جب انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ حق سے منہ پھیر لیتا ہے۔

(2) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔(3) تکبر کا اظہار کرتا ہے۔

سوال 3: انسان پر جب مصیبت پڑتی ہے تو اس رویہ کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب: انسان پر جب مصیبت پڑتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگ جاتا ہے۔مصیبت کا لمحہ انسان کے لیے دریافت کا لمحہ ہوتا ہے وہ جان لیتا ہے کہ وہ غلام ہے اور اللہ اس کا مالک ہے وہ سب کو بھول کر ایک اللہ کو یاد کرنے لگ جاتا ہے۔

سوال 4: کیا مصیبت میں اپنی حیثیت پہچاننے والا، اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی تعلق بنا لیتا ہے؟

جواب: مصیبت میں شدت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ اپنی غلامی کی حیثیت کو پہچان چکا اب اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ بن گیا ہے لیکن حصول نعمت پر وہ اپنی گزشتہ حالت کو بھول جاتا ہے اور رب سے ملی ہوئی نعمت کو اسباب کے ساتھ جوڑ کر اسے اپنی تدبیر کا نتیجہ

سمجھ لیتا ہے۔ انسان کی یہ کیفیت ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان نہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق درست نہیں، آخرت پر یقین نہیں، زندگی کے مقصد کا شعور نہیں۔ اس حالت سے پتا چلتا ہے کہ جہالت بھی ہے اور ظلم بھی۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق نہیں بنا پاتا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق بنانے کے لیے کس چیز کی ضرورت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق کے لیے اللہ کی صفات کے علم کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھے بغیر انسان صفات کا حقیقی علم حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ سے حقیقی تعلق کے لیے رسول اللہ کی تعلیمات کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر انسان کے لئے تعلق کو برقرار رکھنا مشکل ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ﴾

''آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جناب سے ہوا، پھر بھی تم نے اس کا انکار کیا تو اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو انتہا درجے کی مخالفت میں ہو؟'' (52)

سوال 1: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جناب سے ہوا، پھر بھی تم نے اس کا انکار کیا تو اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو انتہا درجے کی مخالفت میں ہو؟'' قرآن نہ ماننے والوں کے لیے جو وعید اس آیت میں دی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ کہہ دیں ان لوگوں سے جنہیں قرآن شاعری، جادوگری، یا پچھلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں لگتا۔

(2) ﴿اَرَءَيْتُمْ﴾ ''کیا خیال ہے تمہارا'' یعنی قرآن جس کو تم جھٹلا رہے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

(3) ﴿ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ﴾ ''پھر بھی تم نے اس کا انکار کیا'' یعنی علم کے بعد تم نے اس چیز کا انکار کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(4) ﴿مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''تو اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو انتہا درجے کی مخالفت میں ہو؟'' یعنی اگر یہ قرآن واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور تم نہیں مانتے تو یہ بتاؤ تم سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا، جو قرآن کی مخالفت میں، نبی ﷺ کی ممانعت میں دور تک نکل گیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پر ایمان نہ لانے والوں کو ان کی غلطی کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بے یقینی کی حالت سے نکالنے کے لئے سوال کیا ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور آپ نے نہ مانا تو یہ بتاؤ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو حق کی مخالفت میں دور نکل جائے۔ یعنی تم ایک رخ سے دیکھ رہے ہو ذرا دوسرے رخ سے بھی دیکھو اگر ایسا ہو

گیا کہ قرآن کو جھٹلا کر، گمراہ ہو کر بدبختوں میں شامل ہو گئے تو سوچو پھر کیا انجام ہوگا۔

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾

''جلد ہی ہم اُنہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، دنیا کے کناروں میں بھی اور اُن کی اپنی جانوں میں بھی، یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناً وہ حق ہے اور کیا آپ کے رب کے بارے میں یہی بات کافی نہیں کہ یقیناً وہ ہر چیز پر گواہ ہے'' (53)

سوال 1: ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''جلد ہی ہم اُنہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، دنیا کے کناروں میں بھی اور اُن کی اپنی جانوں میں بھی، یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناً وہ حق ہے اور کیا آپ کے رب کے بارے میں یہی بات کافی نہیں کہ یقیناً وہ ہر چیز پر گواہ ہے'' قرآن کی صداقت کے دلائل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ﴾ ''جلد ہی ہم اُنہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے، دنیا کے کناروں میں'' اگر تمہیں اس کی حقیقت اور صحت میں کوئی شک ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور دلائل قائم کرے گا، مثلاً آسمان اور زمین کی نشانیاں اور ایسے بڑے بڑے حوادث دکھائے گا جنہیں اللہ تعالیٰ وجود میں لاتا ہے جو صاحب بصیرت کے لیے حق پر دلالت کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2433/3)

(2) یعنی آسمان و زمین کے کناروں میں نشانیاں دکھائیں گے جیسے سورج، چاند، ستارے، دن، رات، نباتات، جمادات، پہاڑ، درخت، ہوا، بارش، بجلی، کڑک، سمندر، خلاؤں، فضاؤں وغیرہ۔

(3) اس سے مراد مشرق و مغرب کے افق ہیں یعنی دور دراز علاقے جن کی فتح کو اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیا۔

(4) ﴿فِي الْاٰفَاقِ﴾ ''دنیا کے کناروں میں'' یعنی ہم آپ کو ایسی نشانیاں دکھائیں گے جو ہماری اور ہمارے رسول کی صداقت کو ظاہر کریں گی۔

(5) ﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور ان کی اپنی جانوں میں بھی'' یعنی اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔

(6) اس آیت کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی درست ہیں۔ ایک یہ کہ آفاق سے مراد عرب کے قرب و جوار کے ممالک مراد لیے جائیں اور انفس سے عرب قوم اور بالخصوص قریش قوم مراد لی جائے جس سے رسول اللہ ﷺ نسبی تعلق رکھتے تھے اس لحاظ سے اس آیت کا جو مطلب ہے وہ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے۔ چند ہی سالوں میں قریش سرداروں کو ذلت سے دوچار ہونا پڑا اور کفر و شرک کی کمر ٹوٹ گئی۔ آپ کی زندگی ہی میں کفر و شرک کو عرب کی سرزمین سے دیس نکالا مل گیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پے در پے فتوحات کے نتیجہ

میں عرب کے اردگرد کے ملکوں میں اسلام کا جو بول بالا ہوا وہ ہر ایک نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

دوسرا یہ کہ آفاقی آیات سے مراد کائنات میں ہر سو بکھرے ہوئے اللہ کے عجائبات مراد لیے جائیں اور آیات نفس سے مراد انسان کے اندر کی دنیا لی جائے۔ جنہیں بالترتیب عالم اکبر اور عالم اصغر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کائنات میں اور انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نشانیاں موجود ہیں۔ اور ان سب کا نہ انسان آج تک احاطہ کر سکا ہے اور نہ آئندہ کبھی کر سکے گا۔

انسان کو کائنات اصغر کہنے کی بھی کئی وجوہ ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ کائنات میں موجود چیزوں کی خصوصیات اس میں موجود ہیں۔ مثلاً زمین پر جو اشیاء پائی جاتی ہیں وہ یا جمادات سے تعلق رکھتی ہے یا نباتات سے اور حیوانات سے۔ جسامت کے لحاظ سے انسان جمادی ہے۔ پھر یہ بڑھتا بھی ہے۔ اس لحاظ سے اس کا نفس بناتی ہوا۔ پھر یہ حرکت بھی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ نفس حیوانی ہوا۔ پھر اس سے زیادہ کامل ہوا تو نفس انسانی ملا۔ (تیسیر القرآن 125/4)

(7) ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ ''یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناً وہ حق ہے'' یعنی ان پر واضح ہو جائے گا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات سچی ہے۔ اس کی کتاب قرآن مجید سچا ہے، اس کے وعدے، وعیدیں سچی ہیں۔

(8) ﴿اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''اور کیا آپ کے رب کے بارے میں یہی بات کافی نہیں کہ یقیناً وہ ہر چیز پر گواہ ہے'' اس جملہ کے تین مطلب ہو سکتے ہیں! ربط مضمون کے لحاظ سے یہ مطلب ہوگا کہ اگر یہ لوگ قرآن کی حقانیت کو تسلیم نہیں کرتے تو نہ کریں۔ اس کی حقانیت پر کیا تمہارے پروردگار کی گواہی کافی نہیں جو ہر جگہ موجود اور ہر چیز کو بچشم خود دیکھ رہا ہے؟ دوسرا مطلب یہ ہے کہ کیا ان لوگوں کو اپنے کرتوتوں سے رک جانے کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ آپ کا پروردگار ان کی ہر ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے؟ اور تیسرا مطلب یہ ہمیں معلوم ہے کہ کافر آپ کو کن کن طریقوں سے ستا رہے ہیں پھر کیا آپ ﷺ کے اطمینان کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خود گواہ ہے اور وہ انہیں ان کی کرتوتوں کی سزا دیئے بغیر چھوڑے گا نہیں؟ (تیسیر القرآن 126/4)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حقانیت کا یقین دلانے کے لیے کیا پیشن گوئی کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جلد ہی ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں یعنی عالم میں دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں، جس سے قرآن مجید کی سچائی اور اُس کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونا کھل جائے گا۔

سوال 3: ہم اپنی نشانیاں انفُس میں دکھائیں گے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ خود انسان کی اپنی ذات میں نشانیاں دکھائیں گے۔

(2) انفس سے مراد عرب کی زمین پر مسلمانوں کی فتوحات ہیں جیسے غزوہ بدر، فتح مکہ، غزوہ خیبر وغیرہ فتوحات عطا کی گئیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صداقت پر اپنی ذات کی گواہی کس طرح دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے آگاہ ہونا کافی نہیں ہے؟ یعنی اللہ اپنے بندوں کے حالات دیکھ رہا ہے اور اس بات کی گواہی دے رہا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے رسول محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔

﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴾

''سنو! یقیناوہ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں۔سنو! یقیناوہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے''(54)

سوال 1: ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴾ ''سنو! یقیناوہ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں۔سنو! یقیناوہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ﴾ ''سنو! یقیناوہ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں'' یعنی وہ موت کے بعد کی زندگی اور قیامت پر انکار کرتے ہیں۔ان کے نزدیک دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔

(2) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو دوست رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند نہیں کرتا'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ ﷺ کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ''مرنا تو ہم بھی پسند نہیں کرتے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ملنے سے موت مراد نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کے یہاں اس کی عزت کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس وقت مومن کو کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی جو اس کے آگے (اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور اس کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے) ہوتی ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے، اس وقت کوئی چیز اس کے دل میں اس سے زیادہ ناگوار نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملنے کو ناپسند کرنے لگتا ہے، پس اللہ تعالیٰ بھی اس کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔'' (بخاری:6507)

(3) ﴿ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴾ ''سنو! یقیناوہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے علم، قدرت، عزت بادشاہت اور غلبے کی وجہ سے سب پر غالب ہے۔

سوال 2: لوگ رب کے حوالے سے شک میں ہیں یہ بات یہاں کس حوالے سے کہی گئی؟

جواب: یہ بات اس لئے کہی گئی ہے کہ لوگوں کے قرآن مجید پر ایمان نہ لانے اس پر عمل نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں کوئی خوف نہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے محیط ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کی نفسیات کی باریکیوں سے واقف ہونے سے، انفُس و آفاق پر گرفت ہونے سے، لوگوں کے شعور کی خرابیوں سے آگاہ ہونے کے حوالے سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے وہ یقیناً محیط ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے محیط کی بات اس لئے بھی کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قیامت کا وقوع مشکل نہیں تمام مخلوقات پر وہ غالب ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اس کا اختیار ہے۔

ایاتہا ۵۳ ۔ ۴۲ سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی مَکِّیَّۃٌ ۶۲ ۔ رکوعاتہا ۵

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں 5 رکوع اور 53 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 42 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 62 ہے۔

رکوع نمبر 2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿حٰمٓ﴾

"حٰم" (1)

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: حٰم کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿عٓسٓقٓ﴾

"عسق" (2)

سوال: ﴿عٓسٓقٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ عٓسٓقٓ ﴾حروف مقطعات میں سے ہیں جس کے معنی کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

''اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور اُن کی طرف جو آپ سے پہلے تھے، اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(3)

سوال1:﴿ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾''اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور اُن کی طرف جو آپ سے پہلے تھے اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' وحی کی حقیقت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾''اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور اُن کی طرف جو آپ سے پہلے تھے'' یعنی ہمارے رسول! جس طرح یہ قرآن آپ ﷺ پر وحی کے ذریعے اتارا گیا ہے اس طرح پہلے انبیاء پر بھی کتابیں اور صحیفے نازل کیے گئے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾''ہم نے آپ کی طرف بھی بلاشبہ ایسے ہی وحی کی ہے جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف کی تھی۔''(النساء:163)

(2)یعنی نہ تو محمد ﷺ پہلے رسول ہیں اور نہ قرآن پہلی کتاب ہے رب العزت نے فرمایا:﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ﴾''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں۔''(الشوریٰ:13)

(3)ایک شخص حارث بن ہشام نامی نے نبی ﷺ سے سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھ کو گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر اس (فرشتے) کے ذریعے نازل شدہ وحی محفوظ ہوجاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ میرے پاس فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں سیدہ عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ میں نے سخت کڑاکے کی سردی میں نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور جب اس کا سلسلہ موقوف ہوا تو آپ ﷺ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔(بخاری:2)

(4)﴿اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ غلبہ رکھنے والا، حکمت والا ہے'' یعنی قرآن مجید اور ساری کتابیں اس ہستی کی طرف سے نازل کی گئی ہیں جو اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر غالب ہے اور اپنے اولیاء کے لیے تدبیر کرنے میں حکمت رکھنے والا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ جس نے رسول بھیجے وہ کمال درجے کا غلبہ رکھنے والا اور حکمت کامل رکھنے والا ہے اس کا کوئی قول اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

سوال2: وحی کیا ہے؟

جواب: وحی اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو وہ فرشتے کے ذریعے اپنے پیغمبروں کے پاس بھیجتا رہا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں وحی کیوں بھیجی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی طرح اور آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کی طرف اس لیے وحی بھیجی ہے تاکہ انسان ہدایت پائیں اور کامیاب ہو جائیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسانوں کی راہنمائی کے لیے نازل کی جانے والی وحی سے اپنی حکمت اور اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ملکیت سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے نظام کے بے خطا چلنے سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ ؕ وَهُوَ الۡعَلِيُّ الۡعَظِيۡمُ﴾

''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ بے حد بلند، بڑی عظمت والا ہے''(4)

سوال1: ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ وَهُوَ الۡعَلِيُّ الۡعَظِيۡمُ﴾ ''اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور وہ بے حد بلند، بڑی عظمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ﴾ ''اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' یعنی وہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا خالق ہے اور مالک بھی۔ کائنات کی ہر چیز اس کے آگے جھکی ہوئی ہے۔ ہر چیز اسکی تدبیر کے تحت ہے۔ ہر چیز اسی کے اختیار میں ہے، ہر چیز پر اس کا حکم چلتا ہے۔

(2)﴿وَهُوَ الۡعَلِيُّ﴾ ''اور وہ بے حد بلند'' وہ اپنی ذات اپنی قدرت اور قہر و غلبہ کے ساتھ بلند ہے۔ (تفسیر سعدی:2435/3)

(3)﴿الۡعَظِيۡمُ﴾ ''بڑی عظمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ وہ جو بڑی کبریائی عظمت والا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ ہی العلی اور العظیم ہے، کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ہی العلی اور بالاتر ہے۔ ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔ (2) اس کا اختیار ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے وہی العظیم ہے۔ (3) انسان سمجھتے ہیں کہ چیزیں ان کی ملکیت میں ہیں وہ ان سے جیسے چاہتے ہیں فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن یہ حقیقی ملکیت نہیں اللہ ہی مالک اعلیٰ ہے وہی الاعلیٰ ہے وہ عظمتوں والا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ اس لحاظ سے عظیم ہے کہ اس کے مقابلے میں ہر چیز چھوٹی ہے۔

(5) اللہ العظیم ہے وہ کسی کے سوال کو رد نہیں کرتا اللہ الاعلیٰ ہے سارے اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

”قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور جو زمین میں ہیں اُن کے لیے بخشش کی دُعا کرتے ہیں، سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“ (5)

سوال 1: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ”قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور جو زمین میں ہیں اُن کے لیے بخشش کی دُعا کرتے ہیں، سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ کے رعب سے فرشتے خوفزدہ رہتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ ”قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں“ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے قریب ہے آسمان اپنی مضبوطی کے باوجود پھٹ پڑیں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (۸۸) لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا (۸۹) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۰) اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا (۹۱)﴾ ”اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں۔ کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے۔“ (مریم:88-91)

(2) ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ”اور فرشتے“ یعنی معزز اور مقرب فرشتے اللہ تعالیٰ کے رعب سے اسکے جاہ وجلال سے سہم جاتے ہیں۔

(3) ﴿يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ”اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں اور اسے ہر صفتِ کمال سے متصف قرار دیتے ہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ﴾ ”وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں اور وقفہ نہیں کرتے۔“ (الانبیاء:20)

(4)﴿وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جو زمین میں ہیں اُن کے لیے بخشش کی دُعا کرتے ہیں'' یعنی انسانوں کے لیے رب سے معافی مانگتے رہتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اُس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ دُعائے مغفرت کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے، چنانچہ اُن لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور جنھوں نے تیرے راستے کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔'' (الغافر:7)

(5)﴿اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''سن لو! یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اگر اس کی عظمت اور رحمت نہ ہوتی تو مخلوق پر فوراً عذاب بھیج دیتا جو ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا۔ (تفسیر سعدی:2435/3)

سوال 2: آسمانوں کے اوپر سے پھٹ پڑنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: (1) آسمانوں کے پھٹ پڑنے کی وجہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال ہے۔

(2) انسانوں کی غفلت سے جو انہوں نے ذوالجلال کے ساتھ رویہ جاری رکھا ہوا ہے۔

سوال 3: ملائکہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کیوں بیان کرتے ہیں؟

جواب: ملائکہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اس لیے کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں ان کا رب کتنا برتر اور عظیم ہے۔

سوال 4: فرشتے زمین والوں کے لیے مغفرت کی دعائیں کیوں کر رہے ہیں؟

جواب: (1) ملائکہ اپنی مکمل فرماں برداری کے باوجود بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ان سے کوئی غلطی نہ ہو جائے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔ (2) زمین والے خطا کار ہیں، ضعیف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور بھی ہیں ملائکہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے غضب سے بچنے کے لیے زمین والوں کے حق میں استغفار کرتے ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی صفات مغفرت اور رحمت کو اس کی صفات عزت، حکمت، علو اور عظمت کے ساتھ کیوں جمع کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان صفات کو اس لیے جمع کیا ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کو پیش نظر رکھیں۔

سوال 6: اللہ تعالیٰ کس کے لیے غفور و رحیم ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور فرماں برداروں کے لئے غفور و رحیم ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کفار اور نافرمانوں کو فوراً نہیں پکڑتا انہیں ایک وقت تک کے لیے مہلت دیتا ہے یہ بھی اس کی رحمت اور مغفرت ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾

''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنالیا اللہ تعالیٰ اُن پر نگران ہے اور آپ اُن پر کوئی ذمہ دار نہیں'' (6)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنالیا اللہ تعالیٰ اُن پر نگران ہے اور آپ اُن پر کوئی ذمہ دار نہیں'' مشرکوں کو اس آیت میں جو تنبیہ کی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنالیا'' ﴿اولیاء﴾ سرپرستوں سے مراد وہ بت اور دیوتا ہیں جن کی مشرکین پوجا کرتے ہیں۔ (اشرف الحواشی:1/576)

(2) ولی کا لفظ بہت جامع ہے اور بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مثلاً کارساز دوست، حمایتی، مددگار اور سرپرست سب اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔ اور اس کا عام مفہوم وہ شخص ہے جو کسی کی موت، مصیبت اور سخت پریشانی کے وقت اس کی مدد کو پہنچے یا اس کی وراثت کا اولین حقدار ہو۔ اور یہ باپ اور بیٹے کے علاوہ کوئی شخص بھی ہوسکتا ہے جب کہ مشرکین اپنے بتوں اور معبودوں کو ایسا سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہر مصیبت میں ان کے کام آتے اور ان کی حاجات کو پورا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نیز قیامت کے دن ہم ان کی سفارش سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/128)

(3) جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا ولی بنا رکھے ہیں وہ ان کی اللہ تعالیٰ کی طرح عبادت کرتے ہیں خود ساختہ معبود کبھی کسی کا کام بنانے پر قدرت نہیں رکھتے اس لیے کہ وہ خود محتاج ہیں۔

(4) ﴿اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ اُن پر نگران ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے افعال پر پوری طرح نگران ہے اور ان کے اعمال کی نگہبانی کرنے والا ہے۔ وہ انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔ (جامع البیان 10/25)

(5) ﴿حَفِيْظٌ﴾ ''حفیظ'' کے معنی حفاظت کرنے والا'' اور اعمال کا حساب رکھنے والا دونوں ہیں یہاں چونکہ ان کے ساتھ ''علیهم'' (ان پر) لفظ استعمال ہوا ہے اس لئے اس کے دوسرے ہی معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے تمام اعمال حساب کی غرض سے محفوظ ہیں وہ عنقریب انہیں بدلہ دے گا۔ (اشرف الحواشی:1/576)

(6) ﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ ''اور آپ اُن پر کوئی ذمہ دار نہیں'' یعنی آپ ﷺ کا کام تو انہیں خبردار کرنا ہے۔ آپ ﷺ ان کے کاموں کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

(7) اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ میں مشرکوں کے اعمال کو خوب جانتا ہوں ان کی نگرانی کر رہا ہوں انہیں پورا پورا بدلہ دوں

گا۔آپ ﷺ کے ذمہ پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (٢١) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (٢٢) اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ (٢٣) فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ (٢٤) اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ (٢٥) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (٢٦)﴾ ''آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔آپ اُن پر ہرگز کوئی نگران مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو عذاب دے گا، بہت بڑا عذاب یقیناً اُنہیں ہماری جانب ہی لوٹ کر آنا ہے۔پھر یقیناً اُن کا حساب بھی ہمارے ہی ذمے ہے۔'' (الغاشیہ:21-26)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے اعمال کو محفوظ کر رہا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اعمال کو محفوظ کر رہا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کسی کو ہدایت کے راستے پر چلانے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نگران نہیں کہ ان کے گناہوں پر ان کا مواخذہ کریں یہ کام تو رب کا ہے۔

(3) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نگران نہیں آپ کا کام صرف پہنچا دینا ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾

''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی قرآن وحی کیا ہے تاکہ آپ بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اُس کے اردگرد رہنے والوں کو خبردار کردیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا'' (7)

سوال 1: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ﴾ ''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی قرآن وحی کیا ہے تاکہ آپ بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اُس کے اردگرد رہنے والوں کو خبردار کردیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوگا'' قرآن مجید کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے عذاب سے آگاہ کرنا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی قرآن وحی کیا ہے'' یعنی اے

ہمارے رسول ﷺ آپ پر یہ قرآن عظیم اسی طرح وحی کے ذریعے نازل کیا گیا جیسا کہ گذشتہ انبیاء پر نازل ہوا۔

(2)﴿قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا﴾ ''عربی قرآن''یعنی قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا گیا کیونکہ جس قوم کی طرف بھیجا گیا وہ عرب قوم ہیں۔اس لیے قرآن کو ان کی زبان میں نازل کیا گیا تا کہ وہ اس میں ذکر کئے گئے اللہ تعالیٰ کے دلائل کو سمجھیں اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے قوم کی زبان میں رسول بھیجا تا کہ وہ ان پر حق کو واضح کردے۔(جامع البیان:25/10)

(3)﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ ''تا کہ تم مکہ اور اُس کے آس پاس رہنے والوں کو خبردار کردو''یعنی قرآن کے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکامات شرک،کفر،ظلم اور فساد کے انجام اور اس کے ہولناک عذابوں سے مکہ والوں اور تمام دنیا کے انسانوں کو آگاہ کردیں۔

(4)ام القریٰ کے لفظی معنی ہیں بستیوں کی ماں یا جڑ﴿وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ اس سے مراد ساری دنیا ہے۔مکہ کو ام القریٰ اس لیے کہا گیا کہ وہ روئے زمین تمام شہروں سے افضل ہے جسے نبی ﷺ نے مکہ کے بازار میں کھڑے ہو کر فرمایا:اے مکہ!اللہ کی قسم!تو اللہ تعالیٰ کی ساری زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور افضل ہے اور تو مجھے بھی اللہ کی ساری زمین میں سے زیادہ محبوب ہے۔اللہ کی قسم!اگر مجھے تیرے اندر سے نہ نکالا جاتا تو تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔'' (ابن ماجہ:3108،ترمذی:3925)

(5)﴿وَتُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِ﴾ ''اور جمع ہونے کے دن سے ڈرادو جس میں کوئی شک نہیں'' قرآن مجید کو آپ ﷺ پر نازل کرنے کا یہ مقصد بھی ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے دن سے لوگوں کو خبردار کردیں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:''﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ ''یقیناً اس میں ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے،وہ ایسا دن ہے جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے۔اور وہ حاضری کا دن ہوگا'' (ہود:103)

(6)﴿فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں''یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی اتباع کی جو رسول ﷺ ان کے پاس لے کر آئے۔(جامع البیان:11/25)

(7)﴿وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ﴾ ''اور دوسرا گروہ دوزخ میں''یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور اس چیز کی مخالفت کی جو رسول ان کے پاس لے کر آئے ہیں۔(جامع لبیان:25/11)

(8)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:بندہ لوگوں کی نظر میں اہل جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جہنم میں سے ہوتا ہے ایک دوسرا بندہ لوگوں کی نظر میں اہل جہنم کے سے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے اور اعمال کا اعتبار تو خاتمے پر ہی موقوف ہے۔(بخاری:6493)(9)سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:جنت تمہارے جوتے کے تسمے سے زیادہ تم سے قریب ہے اور اسی طرح دوزخ بھی۔(بخاری6488)

(10) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے۔ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ان کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نہیں جانتے مگر یہ آپ ہمیں بتادیں، تو آپ نے اس کتاب کے متعلق جو آپ کے دائیں بائیں ہاتھ میں تھی فرمایا: ''یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے، اس میں جنت والوں کے نام ہیں، ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور پھر آخر میں ان کے میزان کا ذکر دیا گیا ہے اب نہ ان میں کسی شخص کا اضافہ کیا جائے گا اور نہ کمی کی جائے گی۔'' پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی فرمایا: ''یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں دوزخ والوں کے نام اور ان کے آباؤ اجداد اور قبیلوں کے ناموں کے ساتھ درج کر دیے گئے ہیں پھر آخر میں ان کے میزان کا ذکر دیا گیا ہے۔ اب نہ ان افراد میں اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کمی کی جائے گی۔'' صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ بے شک یہ تو ایسا امر ہے جو طے پا چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''سیدھے راستے پر چلو اور حق کے قریب رہو اس لیے کہ جنت والوں کا انجام جنتیوں کے عمل پر کیا جائے گا، اگرچہ وہ خاتمہ سے پہلے کیسے ہی عمل کیوں نہ کرتا ہو اور دوزخ والے کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پہ کیا جائے گا، اگرچہ وہ خاتمہ سے پہلے کیسے ہی عمل کیوں نہ کرتا ہو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جھکایا اور ان دونوں کتابوں کو رکھ دیا پھر فرمایا: ''تمہارے رب نے بندوں کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے۔ ﴿فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔'' (ترمذی:2141)

سوال 2: ام القریٰ کہنے کا سبب کیا ہے؟

جواب: عرب کی قدیم بستی ہے۔ یہ ان تمام بستیوں کی ماں ہے جنہوں نے اس سے جنم لیا۔

سوال 3: ومن حولھا سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مشرق و مغرب کے تمام علاقے ہیں۔

سوال 4: مکہ والوں اور اس کے اردگرد والوں کو کس چیز سے ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

جواب: ڈراوا یہ تھا کہ اگر انہوں نے کفر اور شرک سے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق قرار پائیں گے۔

سوال 5: قیامت کو جمع ہونے والا دن کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: قیامت میں اگلے پچھلے تمام انسان جمع ہونگے ظالم بھی مظلوم بھی، مومن بھی کافر بھی وہ اپنے اعمال کے مطابق جزا سزا پائیں گے۔

سوال 6: کونسا گروہ جنت میں جائے گا؟

جواب: جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوگی اور حرام کردہ کاموں سے دور رہا ہوگا۔

سوال 7: کونسا گروہ جہنم میں جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا اور حرام کام کرنے والا گروہ جہنم میں جائے گا۔

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار'' (8)

سوال 1: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار'' آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ساری دنیا کو ہدایت کے راستے پہ ڈال دیتا نہ کہ گمراہی کے راستے پر لیکن اس نے لوگوں میں فرق رکھا کسی کو ہدایت کی توفیق دی اور کسی کو گمراہی کا راستہ یعنی شیطان کا راستہ دکھایا ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یقیناً ان سب کو ہدایت پہ جمع کر دیتا۔'' (الانعام:35) ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے۔'' (السجدۃ:13)

(2) اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس نے ارادہ کیا کہ اپنی مخلوق میں سے کچھ بندوں کو اپنی رحمت کے سائے تلے لے تو اسے لے لیا۔

(3) ﴿وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنی رحمت یعنی اسلام میں جسے چاہتا ہے داخل فرماتا ہے اور آخرت میں اس کی رحمت جنت ہوگی۔ (ایسر التفاسیر :1395)

(4) ﴿وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور ظالموں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار'' ظالموں سے مراد مشرک لوگ ہیں۔ اور وہ لوگ بھی ظالم ہیں جن سے کوئی نیکی نہیں ہوئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہیں گے ان کے لیے کوئی ''ولی'' نہ ہوگا جو ان کی مدد کر سکے اور ان کو اپنا مقصد حاصل ہو سکے اور نہ کوئی مددگار ہوگا جو ان سے کسی تکلیف کو دور کر سکے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ہی امت کیوں نہیں بنایا؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی امت بنا لیتا ایسی صورت میں قیامت والے دن ایک ہی گروہ ہوتا اہل جنت کا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس

چیز کو پسند نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آزمانے کے لیے ارادے اور اختیار کی آزادی دی جو اس کا درست استعمال کرتا ہے۔ اللہ کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے اور جو غلط استعمال کرتا ہے اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (9)

سوال: ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ ''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں'' یعنی کیا ظالموں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ولی بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کی شفاعت کریں یہ ان کی جہالت ہے کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی رضا کے بغیر شفاعت نہیں کر سکتا۔ ان کا کوئی ولی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی ولی ہے پھر اسے ولی کیوں نہیں بناتے! (ایسر التفاسیر 1395)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے غور سے سنو، یقیناً وہ لوگ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو ایک مکھی بھی ہرگز پیدا نہیں کریں گے اور اگرچہ وہ سب کے سب اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ بھی چھین لے تو اُسے اُس سے وہ چھڑا بھی نہیں سکتے طلب کرنے والا بھی کمزور ہے اور جس سے طلب کیا گیا وہ بھی کمزور ہے۔'' (الحج:73)

(3) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ښ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا، دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی جیسی ہے جو ایک گھر بناتی ہے اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔'' (العنکبوت:41)

(4) ﴿فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے'' اللہ تعالیٰ حقیقی ولی ہے وہ بگڑے کام بناتا ہے جو اس سے دشمنی رکھتا ہے تو اسے کسی کی نہ ولایت نفع دیتی ہے نہ تکلیف سے بچا سکتی ہے کسی کی عبادت ظلم ہے۔

(5) ﴿وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ''اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے'' مردوں کو زندہ کرتا ہے یعنی زندگی اور موت اس کے ہاتھ میں ہے۔

(6) ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی ہر چیز اس کے قابو اور اختیار میں ہے وہ اپنے تمام بندوں کا اپنی تدبیر اور اپنی قدرت کے نفاذ کے ذریعے سرپرست ہے۔

(7) جو اللہ تعالیٰ کے سوا ولی بناتے ہیں وہ سب سے بڑی غلطی کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں وہ ہر طریقے سے اور ہر وسیلے سے اس کے قرب کا ذریعہ اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا سرپرست بناتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرۃ:257)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کو کیوں کارساز بنانا چاہیے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اختیار رکھتا ہے اور دوسرے معبود سننے اور نفع ونقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لیے اللہ ہی کو کارساز بنانا چاہیے۔ (2) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس لیے اسی کو کارساز بنانا چاہیے۔

رکوع نمبر 3

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾

''اور جس کسی بات میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے، وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں'' (10)

سوال 1: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾ ''اور جس کسی بات میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے، وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اُسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں'' کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو اپنے جھگڑوں میں پنچ بنانے کا جو حکم دیا گیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور جس کسی بات میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے'' یعنی دین اور دنیا کے معاملات جن میں تم ایک دوسرے سے متفق نہ ہو تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی طرف لوٹا دو۔ کتاب وسنت کو اپنے جھگڑوں میں پنچ بناؤ ان دونوں کا فیصلہ حق ہے جو کچھ ان

دونوں کے خلاف ہے وہ باطل ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ ''پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔'' (النساء:59)

(2) ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ﴾ ''وہی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے'' اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

(3) ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ''اُسی پر میں نے بھروسہ کیا'' میں نے اپنے سارے معاملات اس کے سپرد کر دیے وہ میرے لیے کافی ہے۔ میں نے اپنے سارے کام اس کے حوالے کر دیئے ہیں۔ میں پورے وثوق کے ساتھ اسی پر اعتماد کرتا ہوں۔

(4) ﴿وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾ ''اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں'' میں اپنے سارے معاملات زندگی کے ہر لمحے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(5) یہ دو ایسے اصول ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں نہایت کثرت سے ذکر فرماتا ہے کیونکہ ان دونوں کے جمع ہونے سے بندۂ مومن کو کمال حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں کے نہ ہونے یا ان میں سے کسی ایک سے محروم ہونے سے بندۂ مومن کمال سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (الفاتحہ:4) اور فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔'' (ہود:123) (تفسیر سعدی:2438/3)

سوال 2: جس چیز میں انسانوں کا اختلاف ہو اس کا فیصلہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) انسانی اختلاف کا فیصلہ کرنے والا رب ہے۔ (2) اللہ نے اپنا فیصلہ اس قرآن مجید میں کر دیا ہے۔

(3) قرآن مجید انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے سچے اصول معیشت، معاشرت، قانون، سیاست، اخلاق، اور زندگی گزارنے کے امور اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں طے کر دیئے ہیں۔ اب اگر انسانوں کے درمیان اختلاف ہو تو قرآن مجید حق کا راستہ پہچاننے کے لئے کافی ہے۔

(4) اس دنیا میں لوگ اللہ کے سچے دین اور سچے کلام کو اپنا حکم اور ثالث ماننے کے لئے تیار نہیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔

(5) سچوں کو جنت میں اور باقی تمام لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔

سوال 3: ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ﴾ کی بات جب انسان کے شعور میں بیٹھ جاتی ہے تو اس کے کیا نتائج نکلتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان لینے سے انسان کا شعور اور اس کی سوچ بلند ہو جاتی ہے۔

(2) انسان پر صراط مستقیم کے نشانات واضح ہو جاتے ہیں۔ (3) انسان کو یہ شعور مل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا حامی، نگہبان اور محافظ ہے۔

(4) انسان کو یہ یقین نصیب ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قدموں کو درست رکھنے والا ہے اور محمد ﷺ کے طریقے کی پیروی کروانے والا ہے۔ (5) انسان اپنے رب پر توکل کرتا ہے۔ (6) انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(7) انسان پھر یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اسلامی نظام زندگی کے سوا کوئی اور نظام، اللہ کے حکم اور فیصلے کے علاوہ کوئی اور فیصلہ بھی ہو سکتا ہے جس

کی طرف اختلاف کی صورت میں وہ دیکھ سکے جب کہ نبی ﷺ اپنے فیصلوں میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی طرف دیکھتے تھے۔

سوال 4: نبی ﷺ کی زبان سے اقرار کے لوگوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) نبی ﷺ کی زبان سے اس بات کے اقرار پر کہ "اللہ میرا رب ہے میں اس پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں" بڑے گہرے نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ (2) لوگ یہ سوچتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی جو ہدایت پر ہیں وہ اپنے فیصلے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتے ہیں تو وہ اپنے معاملات میں کسی اور جانب کیسے جا سکتے ہیں؟

(3) لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اللہ ہی نبی ﷺ کو جدھر موڑنا چاہتا ہے موڑتا ہے تو ہماری زندگیوں کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جدھر چاہے موڑ سکتا ہے کہ وہ ہمارا رب ہے اسی پر ہمارا اعتماد ہے اس اسی کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں۔

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾

"وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اُس نے تمہارے لیے خود تم میں سے جوڑا جوڑا بنایا اور جانوروں میں سے بھی جوڑا جوڑا بنایا، وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے، اُس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے" (11)

سوال 1: ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ "وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اُس نے تمہارے لیے خود تم میں سے جوڑا جوڑا بنایا اور جانوروں میں سے بھی جوڑا جوڑا بنایا، وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے اُس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے" کائنات کے خالق کے احسانات بڑے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے" یعنی عظیم قدرت ہے اس خالق کی اس نے اپنی حکمت اور مشیت سے آسمان اور زمین کو تخلیق کیا جیسا کہ فرمایا: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ (۱۰) هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۱۱)﴾ "اُس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر ہی پیدا کیا، تم اُن کو دیکھتے ہو۔ اور اُس نے زمین میں پہاڑ جما دیئے کہ کہیں تمہیں لے کر جھک نہ جائے اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس میں ہر طرح کی (غلہ کی) عمدہ قسم اگائی ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ یقیناً ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔" (لقمان: 11,10)

(2)﴿جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ''اس نے تمہارے لیے خود تم میں سے جوڑا جوڑا بنایا'' اس نے تمہاری دل جوئی کے لیے تمہاری جنس سے تمہارے لیے جوڑے بنائے جیسے سیدنا آدم علیہ السلام کی پسلی سے سیدہ حوا علیہا السلام کو پیدا کیا بدتناسل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

(3) تمہیں جوڑا جوڑا اس لیے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کر سکو۔

(4)﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا﴾ ''اور جانوروں میں سے بھی جوڑا جوڑا بنایا'' اس نے جانوروں کی بھی دونوں اقسام بنائیں نر اور مادہ تا کہ ان کی نسل بڑھے اور تمہاری ضروریات پوری ہوں۔

(5) بڑے بڑے احسانات ہیں رب جلیل وکریم کے اس نے تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کی ہے۔

(6)﴿يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ﴾ ''وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے'' یعنی وہ تمہیں بھی اس نظام سے بڑھاتا اور پھیلاتا ہے اور تمہارے مویشیوں کو بھی۔ پاک ہے وہ عظیم خالق ساری مصلحتوں کو جاننے والا، سارے انتظامات کرنے والا۔

(7)﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ ''اس کی مثل کوئی چیز نہیں'' یعنی مخلوق میں خالق کی نظیر، اس کی مثال نہیں۔

(8) یعنی نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں، نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے، نہ اس کا کوئی جوڑا ہم جنس ہے۔ (تفسیر عثمانی:552/2)

(9) کائنات کی کوئی چیز رب جیسی نہیں کیونکہ ہر چیز مخلوق ہے اور مخلوق خالق کے جیسی نہیں ہو سکتی۔ وہ اپنی ذات اور صفات میں اپنی مثال آپ ہے۔ لہٰذا انسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بے مثال خالق کی طرف لوٹیں اور اپنے اختلافات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے فیصلے نہ لیں۔

(10) اسی نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے۔ تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کر سکو تمہاری نسل بڑھ سکے اور تمہیں فائدہ حاصل ہو۔ اسمائے حسنیٰ ہیں اور اس کی تمام صفاتِ کمال وعظمت ہیں۔ اس نے اپنے افعال کے ذریعے سے اتنی بڑی کائنات کو بغیر کسی مددگار کے وجود بخشا۔ پس اس جیسی کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ ہر لحاظ سے اپنے کمال میں واحد اور منفرد ہے۔ (تفسیر سعدی:2438/3)

(11)﴿وَهُوَ السَّمِيعُ﴾ ''اور وہ سب کچھ سننے والا'' یعنی وہ ساری مخلوقات کو سنتا ہے اگرچہ ان کی زبانیں مختلف، اگرچہ ان کی ضروریات مختلف ہیں۔ وہ ساری کائنات کا سننے والا ہے۔

(12)﴿الْبَصِيرُ﴾ ''سب کچھ دیکھنے والا ہے'' وہ ساری کائنات کا دیکھنے والا وہ چھوٹے سے مچھر کے اندر رگوں میں دوڑتے خون کو اور درخت کی باریک ٹہنی میں سرایت کرتے پانی اور جسم میں سرایت کرتی ہوئی خوراک کو دیکھتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ زمین وآسمان کو پیدا کرنے والا ہے۔ (2) ان کے لئے تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کے لئے قانون بناتا ہے جو فیصلہ کن ہے۔ (4) لوگوں کی زندگیوں کے لئے بھی وہی قانون دیتا ہے۔

(5) لوگوں نے اپنے اختلافات میں اس کی طرف رجوع کرنا ہے کہ وہی اللہ جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے وہی انسانوں کو بنانے والا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسان کی جنس سے ہی اس کا جوڑا بنا کر کیا احسان کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان کیا ہے کہ اسی کی جنس سے جوڑا بنایا ورنہ اگر جوڑا کسی اور مخلوق سے بنتا تو وہ سکون حاصل نہیں ہوتا جو اپنے ہم جنس سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے چوپایوں میں بھی جوڑے بنائے اس سے اللہ کی تخلیق کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے نظام میں وحدت ہے اور پھر ہر نوع کا تسلسل یہ ظاہر کرتا ہے کہ سب کا خالق ایک ہے۔

سوال 5: اللہ کی صفات السمیع اور البصیر کی وضاحت کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے وہ سارے فیصلے دیکھنے اور سننے والے کی طرح کرتا ہے وہی اختلافی معاملات میں فیصلہ کرتا ہے۔

﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

’’آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، وہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور وہی تنگ بھی کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘‘ (12)

سوال 1: ﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ’’آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، وہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور وہی تنگ بھی کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘‘ کائنات کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں‘‘ آسمان اور زمین اور ساری کائنات کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (٦٢) لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں۔‘‘ (الزمر: 63,62) (2) اللہ تعالیٰ ساری دنیا کا حاکم، مالک اور مختار کل ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ظاہری اور باطنی نعمتوں، رحمت اور رزق کی کنجیاں ہیں۔ ساری مخلوقات ہر حال میں اس کی محتاج ہیں۔ اس کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔

(4) وہ عطا کرنے والا جب کسی کو دیتا ہے تو کوئی اس سے روک نہیں سکتا۔ جس سے وہ روک دے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ’’اللہ تعالیٰ اپنی رحمت

میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے بند کر دیتا ہے تو اس کے بعد کوئی بھیجنے والا نہیں۔'' (فاطر:2)

(5) وہ نفع اور نقصان کا مالک ہے۔ (6) انسانوں کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔

(7)﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے'' جس کے لیے چاہتا ہے امتحان کی غرض سے اس کا رزق کشادہ کر دیتا ہے۔

(8)﴿وَيَقْدِرُ﴾ ''اور وہی تنگ بھی کر دیتا ہے'' وہ جس کے لیے چاہتا ہے امتحان اور آزمائش کے طور پر رزق تنگ کر دیتا ہے۔ سب کچھ اس کی حکمت سے ہوتا ہے۔

(9) جب رزق کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ کھلاتا پلاتا ہے اور کفیل ہے تو انسان اُس کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف کیوں متوجہ ہوتے ہیں؟ وہ کیوں غیر اللہ سے اپنے معاملات کے فیصلے چاہتے ہیں؟ رزق دینے والے کی طرف ہی فیصلوں کے لئے رجوع کرنا چاہئے۔

(10)﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' ہر چیز کے بارے میں پوری طرح سے جانتا ہے اس کے علم کے دائرے میں ساری مخلوق گھری ہوئی ہے۔

(11) جس کے پاس ہر چیز کا علم ہے۔ زمین و آسمان کا، ان کی تدبیر اور انتظام کا، انسانوں اور جانوروں کے جوڑوں کا، اُن سے نسلوں کو چلانے کا، اُن کو رزق دینے کا۔ وہی فیصلہ کر سکتا ہے جو علم رکھتا ہے اسی کا فیصلہ عدل والا ہو سکتا ہے۔

سوال 2: ''زمین اور آسمان کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں'' اس سے اللہ تعالیٰ نے کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس سے انسانوں کو شعور دلایا ہے کہ انسانوں کے اختیارات بھی اللہ ہی کے ہیں کیونکہ انسان بھی کائنات کا حصہ ہیں۔ انسانوں کی چابیاں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾

''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اُس کو راستہ دکھاتا ہے، جو رجوع کرتا ہے'' (13)

سوال 1: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾ ''اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں'' توحید تمام انبیاء کا دین ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ﴾ ''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے'' اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جو تمام انبیاء کو سب پہلے اور پچھلے رسولوں کو دیا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء:25)

(2) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں الگ الگ ہیں اور ان کا دین ایک ہی ہے۔'' (بخاری:3443)

(3) ﴿مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا﴾ ''جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوح کو دیا'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کو شریعت دے کر بھیجا جو حلال کو حلال حرام کو حرام کرتی ہے یعنی توحید۔ (جامع البیان 16/25) دین اسلام، شریعت کے اصول جو انبیاء کے درمیان مختلف نہیں تھے، اس پر ساری کتابیں متفق ہیں۔ (فتح القدیر:662/2)

(4) ﴿وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ ''اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے'' یعنی قرآن اور اسلامی شریعت اور شرک سے برأت۔ (فتح القدیر:663/4)

(5) ﴿وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى﴾ ''اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا'' مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو نبی مبعوث کیا اسے اقامت صلوٰۃ، ادائیگی زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وصیت کی۔ یہ وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لیے مشروع کیا۔ (فتح القدیر:663/4)

(5) ﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ﴾ ''کہ دین کو قائم کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی توحید، اس کے رسولوں کی اطاعت اور اس کی شریعت کو قبول کرو۔

(6) اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دین کے تمام اصول وفروع کو قائم کرو۔ ان کو خود اپنی ذات پر نافذ کرو، پھر دوسروں پر نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کرو۔ نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو، گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (تفسیر سعدی:2440/3)

(7)﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ ''اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو'' اور دین کے جو غیر متبدل اصول ہیں۔ یعنی توحید اور معاد وغیرہ ان میں اختلاف نہ ڈالو۔ اس جملہ کے مخاطب اگرچہ بظاہر انبیاء معلوم ہوتے ہیں تاہم اس کے مخاطب ان انبیاء کے متبعین ہیں اور یہ انداز مزید تاکید کے لیے ہے کیونکہ انبیاء کا تو مشن ہی یہ ہوتا ہے کہ سابقہ اختلاف کو ختم کریں تا کہ نئے اختلاف ڈالیں۔ (تیسیر القرآن:4/132,131)

(8) اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا تاکہ تم دین کے اصول وفروع پر متفق رہو، اس امر پر پوری توجہ رکھو کہ کہیں مسائل تم میں تفرقہ ڈال کر تمہیں گروہ در گروہ تقسیم نہ کر دیں اور یوں تم ایک دوسرے کے دشمن بن جاؤ باوجود کہ تمہارا دین ایک ہے۔ دین پر اجتماع اور عدم تفرقہ میں وہ اجتماعات عامہ بھی شامل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، مثلاً: حج، عیدین، جمعہ، نماز پنجگانہ اور جہاد وغیرہ۔ یہ ایسی عبادات ہیں جو اجتماع اور عدم تفرق کے بغیر مکمل نہیں ہوتیں۔ (تفسیر سعدی:3/2440)

(9) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭلِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭوَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭاِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے اور ان پر نگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے، چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ، تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔'' (المائدہ:48)

(10)﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾ ''مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں'' یعنی توحید کی دعوت کو اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص مشرکوں پر گراں ہے۔ (جامع البیان:10/25)

(11) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش وخرم ہو جاتے ہیں۔'' (الزمر:45)

(12) جیسا کہ مشرکین کہتے تھے﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب چیز ہے۔'' (ص:5)

سوال2:﴿شَرَعَ لَكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿شَرَعَ﴾ کے معنی ہیں واضح کیا، مقرر کیا، بیان کیا۔(2)﴿لَكُمْ﴾ تمہارے لئے یعنی محمد ﷺ کی اُمت کے لئے۔

سوال3:﴿الدِّيْنِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿الدِّيْنِ﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ پر ایمان، توحید، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور شریعت کو جاننا۔

سوال4: تمام انبیاء کا دین کیا تھا؟

جواب: تمام انبیاء کا دین اسلام تھا جس کی دعوت وہ اپنی قوم کو دیتے رہے اگرچہ ہر نبی کی شریعت اور منہج میں بعض جزوی اختلافات ہوتے رہے۔﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾"تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور طریقہ مقرر کر دیا ہے۔" (المائدہ:48) لیکن اصول سب کے درمیان مشترک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کی جماعت اولاد علات ہیں ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔(بخاری:49)

سوال5: انبیاء کے ایک دین پر ہونے سے کیا حقائق سامنے آتے ہیں؟

جواب:(1) انبیاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔(2) انبیاء کے درمیان گہرے تعلقات ہیں۔

(3) اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ادیان کی جڑ ایک ہے۔

(4) اس سے مومنوں کا حال ماضی سے جڑ جاتا ہے اور ماضی حال سے جڑ جاتا ہے، اور یوں سب ایک ہی قافلے کے لوگ بن جاتے ہیں۔

(5) اس سے مومنوں کے سامنے یہ حقیقت آتی ہے کہ اس کا جن سے تعلق ہے وہ لوگ عظیم ہیں اور وہ عظیم لوگوں کا پیروکار ہے وہ انبیاء کے راستے پر چل رہا ہے اور جس قافلے کے ساتھ وہ چل رہا ہے وہ تاریخ انسانی کا عظیم قافلہ ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ نے اس دین کی وصیت کن لوگوں کو کی تھی؟

جواب: اسی کی وصیت اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کی تھی۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے دین کے پیروکاروں کو کیا وصیت کی تھی؟

جواب:(1) اس دین کو قائم رکھنا۔(2) اس دین میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

سوال8: دین کو قائم رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: دین کو قائم رکھنے سے مراد دین کی جڑ اور بنیاد کو قائم رکھنا یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا ہی دین کی بنیاد ہے اور وحدت کی بنیاد ہے۔

سوال9: دین میں تفرقہ یا پھوٹ کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: دین کی بنیادوں میں اختلاف سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے مثلاً: (1) اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت سے گریز کرنا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں دوسروں کو شریک کرنا۔

(3) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جگہ کئی اطاعتیں کھڑی کر دینا دراصل دین میں پھوٹ ڈالنا ہے۔

سوال10: کس چیز کی طرف محمد ﷺ بلاتے تھے جو مشرکوں پر گراں گزرتی تھی؟

جواب: رسول اللہ ﷺ توحید اور رسول کی اطاعت کی طرف بلاتے تھے جو مشرکوں پر گراں گزرتی تھی۔

سوال11: ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اپنی طرف اُس کو راستہ دکھاتا ہے، جو رجوع کرتا ہے'' ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے لیے چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے۔ انتخاب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے لیے چن لیتا ہے اور اپنی ولایت کے لیے اس کو چن لیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔ (جامع البیان:17/25)

(2) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ میں برگزیدہ بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں ان لوگوں کو اپنے لیے منتخب کرتا ہے جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ اس کی رسالت، اس کی ولایت اور اس کی نعمت کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ اس طرح اس نے اس امت کا انتخاب کیا اور اسے تمام امتوں پر فضیلت سے نوازا اور اس کے لیے بہترین دین چنا۔ (تفسیر سعدی:2441,2440/3)

(3) ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ ''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' ''اور جس کو وہ چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ اور اُنہیں کوئی اختیار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (قصص:68) ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے۔'' (الحج:75) (تفسیر عثمانی:552/2)

(4) ﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾ ''اور اپنی طرف اُس کو راستہ دکھاتا ہے، جو رجوع کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کے راستے پر چلا دیتا ہے جس کے اندر ہدایت پر آنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جو حق کی تلاش میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کے راستے پر چلا دیتا ہے۔

(5) یعنی اپنے رب کی طرف تمام معاملات میں رجوع کرنے والے کو اطاعت کی توفیق ملتی ہے اسے اتباع رسول کی توفیق ملتی ہے۔

(6) رب العزت کا فرمان: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ''اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے۔'' (العنکبوت:69)

(7)اور جو اس کی طرف رجوع کرے وہ اسے اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے۔ بندے کی طرف سے یہ ایسا سبب ہے جس کے ذریعے سے وہ ہدایت الٰہی کی منزل تک پہنچتا ہے، اپنے رب کی طرف انابت، دلی محرکات کا اس کی طرف کھچنا اور اپنے رب کی رضا کو اپنا مقصد بنانا یہ تمام اسباب طلب ہدایت کے حصول کو آسان بناتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ﴾ ''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اُس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا۔'' (المائدۃ:16)(تفسیر سعدی:2441/3)

سوال 12: اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1)اس سے مراد ہے ہدایت کا مستحق سمجھنا۔ (2) کسی کو ہدایت کے لیے چن لینا۔

﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾

''اور اُنہوں نے آپس میں تفرقہ نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مدتِ مقرر تک طے نہ ہوتی تو ضرور اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور یقیناً جن لوگوں کو اُن کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا وہ اُس کے بارے میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں'' (14)

سوال 1:﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''اور اُنہوں نے آپس میں تفرقہ نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا'' اختلافات ضد اور بحث سے پیدا ہوتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''اور اُنہوں نے آپس میں تفرقہ نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا'' اختلافات حق آ جانے کے بعد ایک دوسرے سے ضد اور بحث سے پیدا ہوئے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں نے اپنے ادیان میں علم آ جانے کے بعد اختلاف کیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ وہ علم جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور جس کے ساتھ سیدنا نوح علیہ السلام کو بھیجا تھا، وہ دین حق کو قائم کرنا تھا اور یہ کہ تم اس میں تفرقہ نہ کرو۔ (جامع البیان:25/17)

رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ (٤) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ ''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آئی۔ اور اُنہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔'' (البینۃ:5،4)

(3) اور یہ سب کچھ ان کی طرف سے بغاوت اور عدوان کی وجہ سے صادر ہوا کیونکہ انہوں نے آپس میں بغض کینہ اور حسد کا رویہ رکھا جس

سے ان کے درمیان عداوت پیدا ہوئی اور اس طرح اختلاف پیدا ہوا۔ اے مسلمانو! ان جیسا رویہ اختیار کرنے سے بچو۔ (تفسیر سعدی:2442/3)

(4) اہل کتاب نے کتاب نازل ہونے کے بعد اختلاف کیا حالانکہ کتاب ہی ان کے لیے اتحاد کا موجب تھی۔ ان کا عمل کتاب اللہ کے خلاف تھا۔ (5) ﴿بَغۡیًۢا بَیۡنَہُمۡ﴾ ''آپس کی ضد کی وجہ سے'' یعنی حسد اور اقتدار کی طلب میں انہوں نے اختلاف کیا۔

(6) سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مالوں کی کثرت کی وجہ سے انہوں نے ایک دوسرے پر زیاتی کی اور اختلاف کیا۔ (الدر المنثور:696/5)

سوال 2: کون لوگ علم آجانے کے بعد اختلاف کرتے ہیں؟

جواب: (1) یہودی اختلاف کرتے تھے۔ (2) مشرکین مکہ اختلاف کرتے تھے۔

سوال 3: ﴿وَلَوۡلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّکَ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ﴾ ''اور آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مدتِ مقرر تک طے نہ ہوتی تو ضرور اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوۡلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّکَ﴾ ''اور آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مدتِ مقرر تک طے نہ ہوتی تو ضرور اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا'' یعنی رب العزت کی جانب سے عذاب فیصلہ کن تک موخر کرنے کا فیصلہ نہ ہوتا۔

(2) ﴿لَّقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ﴾ ''تو ضرور اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا'' یعنی ان کے اختلاف کا فیصلہ کر دیا جاتا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِیۡہِ ؕ وَلَوۡلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّکَ لَقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ ؕ وَاِنَّہُمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تو اس میں اختلاف کیا گیا۔ اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات پہلے ہی نہ ہو چکی ہوتی تو اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً وہ لوگ اُس سے بے چین کرنے شک میں ہیں۔'' (حم السجدہ:45)

(3) اگر حساب کتاب کے لیے قیامت کا دن پہلے سے طے نہ ہوتا تو ظالموں کو ان کے برے عمل کی سزا فوراً دنیا میں ہی مل جاتی۔ (مختصر ابن کثیر:1807/2)

سوال 4: اختلاف میں حق کے حق اور باطل کے باطل ہونے کا فیصلہ اس زندگی میں کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو وقتِ معلوم تک مہلت دے دی ہے ورنہ اختلافات کا فیصلہ ہوتا۔

سوال 5: فیصلہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد عقوبت میں تاخیر کا فیصلہ ہے۔

سوال 6: تاخیر کا فیصلہ پہلے سے نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟

جواب: اگر عقوبت میں تاخیر کا فیصلہ پہلے سے نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ فوراً عذاب بھیج کر ہلاک کر دیتا۔

سوال 7: ﴿وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡرِثُوا الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ﴾ اور یقیناً جن لوگوں کو اُن کے بعد کتاب کا

وارث بنایا گیا وہ اُس کے بارے میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ ''اور یقیناً جن لوگوں کو اُن کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا وہ اُس کے بارے میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں'' یعنی ان کے اسلاف نے ضد اور حسد کی وجہ سے اختلاف کیا اور اسلاف نے پیچھے آنے والوں سے جو شک اور ریب کی وجہ سے اختلاف کیا اختلاف ان کی پہچان تھی۔اس میدان میں کوئی بھی پیچھے نہیں تھا۔

(2) جو لوگ اپنے بزرگوں کی کتابوں کے وارث ہوئے تھے دراصل ان کے مقلد ہیں۔مقلد کا ایمان شکوک وشبہات سے پر ہوتا ہے دلیل پر نہیں ہوتا کہ درجہ یقین تک پہنچا ہوا ہو بلکہ یہ اپنے بزگوں کے جو حق کو نہ ماننے والے تھے مخلص مقلد ہوتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/1807)

سوال8: کتاب کے وارثوں میں سے کون لوگ اسے کتاب کے بارے میں الجھن والے شک میں پڑے ہوئے ہیں؟

جواب: (1) اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں جو اپنے سے پہلے کے یہود ونصاریٰ کے بعد تورات اور انجیل کے وارث بنائے گئے وہ قرآن مجید کی طرف سے اُلجھن والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔

(2) اس سے مراد عرب بھی ہیں جن کی طرف قرآن مجید نازل کیا گیا وہ بھی اُلجھن والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔

﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾

''چنانچہ آپ اُسی کی طرف دعوت دیں اور مضبوطی سے قائم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی میں اُس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے'' (15)

سوال1: ﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ﴾ ''چنانچہ آپ اُسی کی طرف دعوت دیں اور مضبوطی سے قائم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی میں اُس پر ایمان لایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ﴾ ''چنانچہ آپ اُسی کی طرف دعوت دیں'' یعنی اپنی امت کو اس دین قیم کی دعوت دیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کیں، رسول بھیجے اور انہیں اس دین کی رغبت دلائی۔

(2)﴿وَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ﴾ ''اور مضبوطی سے قائم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر استقامت اختیار کریں سفیان نے کہا کہ قرآن پر استقامت اختیار کریں ضحاک نے کہا: رسالت کا پیغام پہنچانے میں استقامت اختیار کریں۔ (فتح القدیر: 664/4) (3) یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت پر اس کی دعوت دینے پر استقامت اختیار کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

(4) استقامت سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت ہے جس میں کوئی افراط و تفریط نہ ہو بلکہ اس میں دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب ہو، سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تعمیل کے لیے استقامت کے التزام اور دوسروں کی تکمیل کے لیے اس کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا، نیز یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیے گئے حکم کا اطلاق امت پر بھی ہوتا ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ حکم صرف آپ کے ساتھ مخصوص نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 2442/3)

(5)﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کریں'' یعنی کفار، مشرکین اور منافقین کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ یہ اتباع اس طرح ہوتی ہے کہ آپ ان کے دین کے کسی حصے کی اتباع کریں یا دعوت الی اللہ کا کام چھوڑ دیں یا استقامت چھوڑ دیں۔ اگر علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کا شمار ظالموں میں سے ہوگا۔

(6) رب العزت نے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرنے کا حکم دیا ہے یہ نہیں کہا کہ ان کے دین کی پیروی نہ کرو اس لیے کہ ان کا دین خواہشات کا دین ہے اور انہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا۔

(7)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی اگر وہ آپ سے بحث کریں تو انہیں کہہ دیں۔

(8)﴿آمَنتُ بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ مِن كِتٰبٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی میں اُس پر ایمان لایا'' یعنی ان کے ساتھ آپ کی بحث اس بنیاد اس اصول پر ہونی چاہیے کہ میں کتاب پر ایمان رکھتا ہوں اور کتاب کو لانے والے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔

(9) کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں سے جو نازل کیا ہے میں اُس پر ایمان لایا۔ یعنی ان کے ساتھ آپ کا بحث و مناظرہ، اس عظیم اصول پر مبنی ہونا چاہیے جو اسلام کے شرف و جلال پر دلالت کرتا ہے اور تمام ادیان پر اس کے نگران ہونے کا اور یہ اہل کتاب جس دین پر چلنے کے دعویدار ہیں، وہ بھی اسلام کا ایک جزو ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے کہ اگر اہل کتاب بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لا کر اور دیگر کا انکار کر کے مناظرہ کریں تو یہ قابل قبول نہیں کیونکہ جس کتاب کی طرف یہ لوگ دعوت دیتے ہیں اور جس رسول کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، اس کی صداقت کی شرط یہ ہے کہ وہ اس قرآن کی اور اس کو لانے والے کی تصدیق کرتا ہو، پس ہماری کتاب اور ہمارا رسول ﷺ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تورات اور انجیل پر ایمان لائیں جن کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے، ان کے بارے میں یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ قرآن کی تصدیق اور اس کی صحت کا اقرار کرتی ہیں۔ مجرد تورات و انجیل اور سیدنا موسیٰ و سیدنا عیسیٰ علیہما السلام جو ہمارے اوصاف بیان کرتے ہیں نہ ہماری کتاب کی موافقت کرتے ہیں تو ان پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ

نے ہمیں حکم نہیں دیا۔(تفسیر سعدی:2443/3)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کو کس وجہ سے داعی بنا کر اُٹھایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو اس وجہ سے دعوت دینے والا بنایا گیا کیونکہ لوگ اُلجھن آمیز شک میں پڑے ہوئے تھے۔

سوال3: آپ ﷺ کو کس چیز کی دعوت کے لئے اُٹھایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو توحید کی دعوت دینے کے لئے اُٹھایا گیا۔

سوال4: رسول اللہ ﷺ کو کس چیز پر جمے رہنے کا حکم دیا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو توحید پر جمے رہنے کا حکم دیا گیا۔

سوال5: لوگوں کی خواہشات کیا تھیں جن پر چلنے سے نبی ﷺ کو روکا گیا؟

جواب: لوگوں نے اپنی خواہش سے بتوں کی عبادت کا سلسلہ شروع کرلیا تھا۔اس لیے آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

سوال6: رسول اللہ ﷺ سے کیوں کہا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دیں میں اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا ہوں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ بات اس لیے کہی گئی کہ کتاب ہی نظامِ شریعت کی بنیاد تھی۔اسی کتاب کو لے کر ہی حق کی دعوت کا آغاز ہوتا ہے۔اس کی وجہ سے انسانیت رب کی طرف لوٹتی ہے۔یہی کتاب ہے جس کی وجہ سے عدل ہوسکتا ہے۔

سوال7: ﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔اللہ تعالیٰ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں'' یعنی ان معاملات میں فیصلہ کرتے وقت جن میں تم آپس میں اختلافات کررہے ہو مجھے حکم دیا گیا کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

(2) تمہاری عداوت اور بغض مجھے تمہارے درمیان انصاف سے نہیں روک سکتا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ عَمَّا جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے۔

جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے اور ان پہ نگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔" (المائدۃ:48) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو لوگوں نے کہا کہ اس کے بارے میں کون نبی ﷺ سے سفارش کرے گا؟ (کہ اسے سزا نہ ہو) پس کسی کو آپ ﷺ سے (یہ بات) عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی تو سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک بنی اسرائیل میں بھی جب کوئی شریف (بااثر) شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب شخص چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالتے، اگر (اس کی جگہ چوری کرنے والی میری بیٹی) فاطمہ بھی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔" (بخاری:2648،3475)

(5) ﴿اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ﴾ "اللہ تعالیٰ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے" یعنی اللہ تعالیٰ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی۔

(6) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں وہی ہر چیز کا رب اور اس کا مالک ہے (ایسر التفاسیر:1399،1398)

(7) ﴿لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ﴾ "ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں" یعنی ہمارے اعمال اور ان کا عذاب وثواب ہمارے لیے ہے اور تمہارے اعمال اور اس کا عذاب وثواب تمہارے لیے ہم تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّىۡ عَمَلِىۡ وَلَـكُمۡ عَمَلُكُمۡ‌ ۚ اَنۡتُمۡ بَرِيۡٓــُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ "اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل، جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے تم بری ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔" (یونس:41)

(8) ﴿قُلۡ لَّا تُسۡـَٔـلُوۡنَ عَمَّاۤ اَجۡرَمۡنَا وَلَا نُسۡـَٔـلُ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ "آپ کہہ دیں کہ جو جرم ہم نے کیا اُن کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور جو کام تم کرتے ہو اُس کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا۔" (سبا:25)

(9) ﴿لَا حُجَّةَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ﴾ "ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں" یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان حقائق واضح ہونے کے بعد گمراہی میں سے ہدایت اور باطل میں سے حق واضح ہو جانے کے بعد کوئی جھگڑا نہیں۔ (تفسیر سعدی:2443/3)

(10) ﴿اَللّٰهُ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا‌ ۚ وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ﴾ "اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا ہم نے پلٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلۡ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفۡتَحُ بَيۡنَنَا بِالۡحَـقِّ ؕ وَهُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِيۡمُ﴾ "کہہ دو کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" (سبا:26)

(11) اس وقت اللہ تعالیٰ حق کا فیصلہ کر دے گا کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

سوال 8: اسلام کی دعوت کے تین بنیادی اصولوں کی کیسے وضاحت کی گئی ہے؟

جواب: (1) اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔

(2) ہمارے لیے ہمارے اعمال تمہارے لیے تمہارے اعمال یعنی ذمہ داری انفرادی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

سوال 9: ہمارے اور تمہارے درمیان جھگڑا کیوں نہیں ہے؟

جواب: جھگڑا نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ حق ظاہر ہو چکا ہے۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ کی طرف جمع ہونے اور لوٹنے کی بات سے کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: اس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ اگرچہ تم زمین پر رہتے ہو، زندگی بسر کرتے ہو لیکن تمہارے فیصلے آسمانوں پر ہوتے ہیں چونکہ اس کے پاس جمع ہونا ہے لوٹ کر جانا ہے لہٰذا اپنے اعمال کی فکر کرلو۔

سوال 11: اس آیت سے اسلام کی دعوت کے مزاج کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دعوت نے اپنے راستے پر چلتے چلے جانا ہے۔

(2) اس دعوت نے انسانوں کی خواہشات کا لحاظ نہیں رکھنا۔ (3) اس دعوت کا مقصد عدل کرنا ہے۔

(4) اس دعوت سے ایک اللہ کو رب بنا کر اسی کی طرف توجہ کرنے اور کروانے کا سلسلہ جاری رکھنا ہے۔

(5) اس دعوت نے انفرادی ذمہ داری کا اصول دیا۔

(6) اس دعوت نے انسانوں کی وجہ کو جمع ہونے والے دن کی طرف مبذول کر دیا ہے جس دن انسانوں کا حساب کتاب ہوگا۔

سوال 12: یہ آیت دس مستقل احکامات پر مشتمل ہے ان کی وضاحت کریں؟

جواب: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے اور ہر جملہ خاص احکام پر مشتمل ہے گویا اس ایک آیت میں احکام کی دس فصلیں مذکور ہیں۔ اس کی نظیر پورے قرآن میں ایک آیۃ الکرسی کے سوا کوئی نہیں۔ آیت الکرسی میں بھی دس احکام کی دس فصلیں آئی ہیں۔ (معارف القرآن: 680/7)

(1) پہلا حکم یہ ہے کہ آپ پر کوئی نئی وحی نہیں آئے گی سابقہ انبیاء پر بھی اسی طرح وحی آتی ہے اور آپ ﷺ کا دین کوئی نیا دین نہیں ہے سابقہ انبیاء کا بھی یہی دین تھا۔ اس لیے آپ ﷺ دنیا کو اس کی دعوت دیتے رہیں، اسی پر جمے رہیں اسی کے پھیلانے میں دوڑ دھوپ کرتے رہیں۔

(2) دوسرا حکم یہ ہے کہ توحید پر جم جائیں اور مسلمانوں کو اس پر جم جانے کی ترغیب دلاتے رہیں۔

(3) تیسرا حکم یہ ہے کہ مشرکوں کے اختلافات، حق کی تکذیب، افترا پردازی اور غیر اللہ کی عبادت سب خراب عادتیں ہیں۔ خبردار آپ ہرگز ان گندی عادتوں کے پیچھے نہ لگیں۔

(4) چوتھا حکم یہ ہے کہ آپ ڈنکے کی چوٹ پر اس عقیدے کا اعلان فرمادیں کہ میرا تمام الہامی کتابوں پر ایمان ہے میرا یہ ظرف نہیں ہے کہ ایک کو تو مان لوں اور باقی کتابوں کو جھٹلا دوں۔

(5) پانچواں حکم یہ ہے کہ میں تم میں وہی احکام پھیلانا چاہتا ہوں جو میرے پاس اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں اور سراسر عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔

(6) چھٹا حکم یہ ہے کہ سچا معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی سب کا مربی اور محسن ہے اگرچہ کوئی شخص اپنی خوشی سے اس کے آگے نہ جھکے مگر درحقیقت نہ صرف ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے آگے سرنگوں ہے۔ اور سجدہ کر رہی ہے۔

(7) ساتواں حکم یہ ہے کہ اپنی اپنی کرنی اور اپنی اپنی بھرنی۔ اس حیثیت سے ہم میں تم میں کوئی تعلق نہیں۔ فرمایا: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں جانشین بنا دیا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟'' (یونس:14)

(8) آٹھواں حکم یہ کہ ہم میں آپس میں کوئی جھگڑا نہیں اور کسی مناظرہ کی ضرورت نہیں۔

(9) نواں حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا۔ ﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ ''ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (سبا:26)

(10) دسواں حکم یہ ہے کہ سب نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جانا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1808)

﴿وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپس میں جھگڑا کرتے ہیں بعد اس کے کہ اُس کو تسلیم کر لیا گیا، اُن کی دلیل اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے اور اُن پر غضب ہے اور اُن کے لیے بہت سخت عذاب ہے'' (16)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپس میں جھگڑا کرتے ہیں بعد اس کے کہ اُس کو تسلیم کر لیا

گیا،اُن کی دلیل اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے اور اُن پر غضب ہے اور اُن کے لیے بہت سخت عذاب ہے" دین میں جھگڑنے والوں سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ﴾"اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپس میں جھگڑا کرتے ہیں" جولوگ شریعت کے احکامات میں مسلمانوں سے جھگڑتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے دین میں رخنے لگاتے ہیں۔وہ باطل دلیلیں دیتے ہیں۔مختلف طرح کے شبہات پیدا کرتے ہیں۔تاکہ مسلمان ہدایت کے راستے سے بھٹک جائیں۔

(2)﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ﴾"بعد اس کے کہ اُس کو تسلیم کرلیا گیا" یعنی اس کے بعد کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کرلیا۔اور عقل مند لوگوں نے اس دعوت پر لبیک کہا، اللہ تعالیٰ نے جو روشن دلائل دیئے ان کے آنے کے بعد وہ حق کے ساتھ مجادلہ یعنی جھگڑا کرتے ہیں۔

(3)﴿حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ﴾"اُن کی دلیل باطل ہے" ان کی حجت باطل ہے اور ناقابل قبول ہے اور طمع رکھتے ہیں کہ لوگ جاہلیت کی طرف لوٹ جائیں۔دحض کے مفہوم میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔(i) پھسلنا(ii) کمزور ہونا(iii) زائل ہوجانا اور یہ دحض الرجل سے مشتق ہے۔جس کے معنی ہیں کہ پاؤں نے ٹھوکر کھائی اور اپنی جگہ سے پھسل گیا اور داحضة کے معنی میں ایسی دلیل ہے جو حق کے مقابلہ میں اپنے پاؤں پر قائم نہ رہ سکے، پھسل کر کمزور اور زائل ہوجائے، یعنی زائل ہوجانے والی اور بودی دلیل۔(تیسیر القرآن:134/4)

(4)﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾"ان کے رب کے نزدیک" اُن کی حجت اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے کیونکہ یہ ایسے امور پر مشتمل ہے جو حق کے خلاف ہیں اور جو چیز حق کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے۔"(تفسیر سعدی:2444/3)

(5)﴿وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ﴾"اور اُن پر غضب ہے" یعنی ان کے دلائل کے جھٹلانے اور ان نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔

(6)﴿وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾"اور اُن کے لیے بہت سخت عذاب ہے" جو شخص باطل دلائل سے حق کے خلاف جھگڑا کرتا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے سخت عذاب ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہے انہیں ایسی ہولناک سزائیں دی جائیں گی جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(7) ایک سچے اور کھرے مومن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا وہ پاکیزہ دین کو چھوڑ کر بدلا ہوا ملاوٹی دین قبول کرلے۔

سوال2: کون لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں؟

جواب: مشرکین اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔

سوال3: مشرکین کن لوگوں سے جھگڑتے ہیں؟

جواب:(1) مشرکین ان لوگوں سے لڑتے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مان لی ہے۔

(2) یہود و نصاریٰ لڑتے ہیں کہ ہمارا دین تمہارے دین سے، ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہم تم سے بہتر ہیں۔

سوال 4: مشرکین کے لڑنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: مشرکین کے لڑنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ایمان والوں کو ہدایت کے راستے سے ہٹا دیں۔

سوال 5: جھگڑے کرنے والوں کی حجت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ یہ حجت کمزور ہے، باطل ہے اس کو کوئی ثبات نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں پر غضب ہے۔

(3) ان کے لئے شدید عذاب ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا اور تمہیں کیا خبر شاید وہ قیامت قریب ہی ہو؟'' (17)

سوال 1: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا اور تمہیں کیا خبر شاید وہ قیامت قریب ہی ہو؟'' اللہ تعالیٰ کی کتاب حق کو معلوم کرنے کا معیار ہے اور قیامت قریب ہے لہٰذا حق قبول کرلو، اس دعوت کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے تو کتاب نازل کی جو برحق ہے یعنی باطل سے بہت دور ہے یا یہ مطلب ہے کہ حق عقائد اور صحیح احکام کی تعلیم دیتی ہے۔ (تفسیر مظہری: 215/10)

(2) کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے جو حق کے ساتھ نازل ہوا اور یہ حق، صدق اور یقین پر مشتمل ہے۔ تمام مطالبِ الٰہیہ اور عقائدِ دینیہ کے بارے میں وہ روشن نشانیوں اور واضح دلائل پر مشتمل ہے یہ کتاب عظیم بہترین مسائل اور واضح ترین دلائل لے کر آئی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2445/3)

(3) اللہ تعالیٰ نے صرف حق ہی نازل نہیں فرمایا بلکہ حق معلوم کرنے کا معیار بھی نازل فرمایا اور یہ معیار میزان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مادی میزان یا ترازو بھی اتاری جس میں اجسام تلتے ہیں اور علمی ترازو بھی جسے عقلِ سلیم کہتے ہیں عقلِ سلیم سرسری نظر میں ہی معلوم کر لیتی ہے کہ حق کس طرف ہے اور باطل کس طرف یا کسی چیز میں حق کتنا حصہ ہے اور باطل کتنا؟ علاوہ ازیں اخلاقی ترازو بھی ہے یعنی عدل و انصاف کی ترازو۔ اور سب سے بڑی ترازو کتاب و سنت ہے۔ جو خالق و مخلوق کے حقوق کا ٹھیک تصفیہ کرتی ہے جس میں بات پوری تلتی ہے نہ کم نہ زیادہ۔ (تیسیر القرآن: 135/4)

(4) میزان یعنی ترازو سے مراد عدل ہے کیونکہ ترازو کسی چیز کے دو برابر حصے کرنے کا آلہ ہے رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ (۷) أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ (۸) وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ﴾ ''اور آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کردی۔ یہ کہ تم ناپ تول میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو اور ناپ تول میں گھاٹا نہ دو۔'' (الرحمن:7-9)

(5) تمام عقلی دلائل، انفس وآفاق نشانیاں میزان سے مراد عدل ہے جس میں احکامات اور حکمتیں میزان میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے نازل فرمایا تا کہ بندے اس کے مطابق اپنے اعمال کا وزن کریں کہ کون سے امور میزان پر اترتے ہیں اور کون سے امور ایسے ہیں جو میزان پر پورے نہیں اترتے۔

(6) ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف قائم کریں۔'' (الحدید:25)

(7) ﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ﴾ ''اور تمہیں کیا خبر شاید وہ قیامت قریب ہی ہو؟'' یعنی میزان قائم ہونے کا وقت قریب ہے اس لیے دنیا سے دل نہ لگاؤ اپنے رب کو راضی کر لو یہی عملی میزان میں اعمال کو وزن دے گا۔

سوال 2: الکتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) الکتاب سے مراد ساری آسمانی کتابیں ہیں۔

(2) خاص مراد قرآن مجید ہے۔

سوال 3: عدل کو ترازو سے تولنے سے کیوں تعبیر کیا؟

جواب: میزان برابری اور انصاف کا آلہ ہے اسی کے ذریعے لوگوں کے درمیان برابری ممکن ہے۔

سوال 4: قیامت کے قریب ہونے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: (1) قیام قیامت غیب میں سے ہے اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا ہوسکتا ہے وہ قریب ہو۔

(2) قیامت کے قریب ہونے کا ذکر میزان کی وجہ سے بھی کیا گیا کہ دنیا میں شریعت نے لوگوں میں میزان لگا کر عدل کرنا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی میزان فیصلے کرے گی۔

﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ﴾

’’اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔ سن لو! یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دُور کی گمراہی میں ہیں‘‘ (18)

سوال 1: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ’’اسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔ سن لو! یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دُور کی گمراہی میں ہیں‘‘ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا﴾ ’’اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے‘‘ قیامت کے لیے جلدی مچانے والے حق کا انکار کرتے ہیں اور اس سے دشمنی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو قیامت قائم کرنے سے (نعوذ باللہ) عاجز سمجھتے ہوئے قیامت کا انکار کرتے ہیں۔

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ﴾ ’’اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں‘‘ جو لوگ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کی ہولناکیوں سے خوف کھاتے ہیں۔ کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ جزا کا دن یقینی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ ’’اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔‘‘ (المومنون:60)

(3) ان کے خوف کی وجہ سے ان کا یہ ایمان ہے کہ قیامت کے دن اعمال کی جزا سزا دی جائے گی۔ وہ اس سے ڈر کر ایسے اعمال کرتے ہیں جو اس دن کام آئیں گے۔ جس دن اعمال کا وزن ہوگا۔

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ قیامت کب قائم ہو گی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں، سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہارا حشر بھی ان کے ساتھ ہوگا جن سے تمہیں محبت ہے، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں بھی اتنی خوشی کسی بات سے نہیں ہوئی جتنی آپ کی یہ حدیث سن کر ہوئی کہ تمہارا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ تمہیں محبت ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے اپنی محبت کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میرا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا اگرچہ میں ان جیسے عمل نہ بھی کر سکوں۔ (بخاری:3688)

(5) ﴿اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ’’سن لو! یقیناً جو لوگ اس گھڑی کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ دُور کی گمراہی میں ہیں‘‘ یعنی جو قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ ہدایت کے راستے سے ہٹ گئے۔ (جامع البیان:21/25)

(6) پس وہ دور کی مخالفت میں ہیں، یعنی صواب و درستی کے قریب نہیں ہیں بلکہ حق سے انتہائی دور معاندانہ اور مخاصمانہ رویہ اپنائے ہوئے

ہیں۔اس شخص سے بڑھ کر حق سے کون دور ہوسکتا ہے جس نے آخرت کے گھر کو جھٹلایا جو حقیقی گھر ہے جو دائمی طور پر باقی رہنے اور خلود سرمدی کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور وہ دارالجزا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وعدل کو ظاہر کرے گا۔دنیا کے گھر کی اس کی اس دائمی گھر سے بس اتنی سی نسبت ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے سائے تلے آرام کرے پھر اس سایہ دار درخت کو چھوڑ کر کوچ کر جائے یہ تو عبوری گھر اور گزرگاہ ہے ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا نہیں۔چونکہ انہوں نے اس دار فانی کو دیکھا اور اس کا مشاہدہ کیا ہے اس لیے انہوں نے اس کی تصدیق کی اور آخرت کے گھر کو جھٹلایا جس کے بارے میں کتب الٰہی میں تواتر کے ساتھ اخبار وارد ہوئی ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں نے آگاہ کیا جو عقل میں سب سے زیادہ کامل، علم میں سب زیادہ وسعت کے حامل اور سب سے زیادہ فہم وفطانت رکھنے والے نفوسِ قدسیہ ہیں۔(تفسیر سعدی:2446/3)

سوال2: قیامت کے بارے میں کون جھگڑتے ہیں؟

جواب: قیامت کے بارے میں وہ لوگ جھگڑتے ہیں جو دلائل پر غور وفکر نہیں کرتے۔

سوال3: دلائل پر غور وفکر سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: دلائل پر غور وفکر سے یقین نصیب ہوسکتا ہے۔

سوال4: لوگ دور کی گمراہی میں کیسے جا پڑتے ہیں؟

جواب: لوگ رات دن مشاہدے میں آنے والے دلائل پر غور وفکر نہیں کرتے حالانکہ وہ انہیں سمجھ سکتے ہیں۔اس لئے وہ حق سے دور جا پڑتے ہیں۔

﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾

”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے“(19)

سوال1:﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾ ”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے“ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ اس نے روزی کا انتظام کیا اس کے سوا کسی کے پاس کوئی قوت، کوئی اختیار نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ﴾ ”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے“ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے لطف وکرم سے آگاہ فرماتا ہے تاکہ وہ اسے پہچانیں، اس سے محبت کریں اور اس کے فضل وکرم کے حصول کے درپے رہیں۔لطف وکرم اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے جس سے مراد وہ ہستی ہے جو دل کی باتوں اور چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جانتی ہے جو اپنے بندوں کو، خاص

طور پر اہل ایمان کو، اس مقام تک پہنچاتی ہے جس کے بارے میں انہیں کوئی علم ہوتا ہے نہ گمان۔ یہ بندۂ مومن پر اس کا لطف وکرم ہے کہ اس نے بھلائی کے اسباب مہیا کر کے اسے بھلائی کی راہ دکھائی، جس کا اس کے دل میں خیال تک نہیں آتا، اس کی فطرت میں موجود یہ اسباب محبت حق اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں۔ نیز یہ کہ اس نے اپنے مکرم فرشتوں کو الہام کیا کہ وہ اس کے مومن بندوں کو ثابت قدم رکھیں، انہیں بھلائی کی ترغیب دیں، ان کے دلوں میں حق کو مزین کریں تاکہ یہ تزئین حق اتباع کی دعوت دے۔ یہ اس کا لطف وکرم ہے کہ اس نے اہل ایمان کو اجتماعی عبادات کا حکم دیا جن کے ذریعے سے ان کے عزائم میں قوت آتی ہے، ان کی ہمتیں بیدار ہوتی ہیں، بھلائی میں رغبت پیدا ہوتی ہے، بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی پیروی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ اس نے اپنے بندے کو ہر سبب مہیا کیا جو اسے معاصی سے باز رکھتا ہے اس کے اور معاصی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا، مال ومتاع اور ریاست وغیرہ، جس کی خاطر دنیا دار ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بندے کو اس کی اطاعت سے دور کر دیں گی یا اس میں غفلت پیدا کر دیں گی یا اسے معصیت پر ابھاریں گی تو وہ اس دنیا کو اس سے دور ہٹا دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2447,2446/3)

(2)﴿يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے کسی نہ کسی ذریعے سے رزق پہنچاتا ہے۔ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں بھولتا۔ وہ سب کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ ساری مخلوق اسی کا دیا ہوا رزق کھاتی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ ''زمین میں کوئی چلنے والا جاندار ایسا نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔'' (ہود:6)

(3) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے فراخ رزق دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

(4)﴿وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور وہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ تمام قوتوں کا مالک ہے۔ اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کو کوئی چھین نہیں سکتا۔ وہ طاقت ور ہے اس کی مدد کے بغیر اس کی مخلوق میں کسی کے پاس کوئی قوت نہیں۔ ساری مخلوق اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے، کائنات اس کی مطیع ہے کہ وہ ساری طاقتوں کا مالک اور مختار ہے وہ کمال درجے غلبہ رکھتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کیسا تعلق ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ لطیف ہے اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ جس کو جو چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ قوت والا ہے سب اس کی قوت کے آگے بے بس ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ العزیز ہے غلبہ رکھتا ہے کوئی اس پر غالب آنے والا نہیں لہٰذا سچا رشتہ رب سے ہی جڑ سکتا ہے۔

رکوع نمبر 4

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾

''جوکوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جوکوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں'' (20)

سوال 1: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ ''جوکوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جوکوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں'' شوق کی کھیتی دنیا یا آخرت آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ﴾ ''جوکوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے'' یعنی جو شخص آخرت کے گھر کی تلاش میں ہو اور نیک اعمال کی رغبت رکھے اللہ تعالیٰ اس کے شوق کی کھیتی میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے نیک اعمال کی توفیق دیتے ہیں اسے نیکیوں میں ترقی دیتے ہیں اور دنیا میں اسے اس کا مقررہ حصہ ضرور دے دیتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ''اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی، جب کہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابل قدر ہے۔'' (بنی اسرائیل:19)

(3) ﴿وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ ''اور جوکوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں'' جس کا شوق دنیا اور متاع دنیا میں ہوتا ہے اور آخرت کے اعمال سے وہ بے نیاز ہوتا ہے وہ دنیا اور دین دونوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا کا ملنا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہوتا ہے۔ اور آخرت وہ خود برباد کر بیٹھتے ہیں۔ اگر کوئی دنیا کو شوق کی کھیتی بنانا چاہے تو ساری دنیا بھی آخرت کے مقابلے میں کچھ نہیں اور آخرت میں اس پر جنت حرام کر دی گئی اور وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا مستحق ٹھہرا۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ (۱۵) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا

صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۶)﴾ ''جو کوئی دنیا کی زندگی اوراس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے،ہم اُن کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے اوراسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی۔یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اورانہوں نے جو کچھ دنیا میں بنایا وہ سب برباد ہوگیا اور باطل ہیں جو وہ عمل کرتے رہے تھے۔'' (ھود:16,15)

(4)﴿فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (۲۰۰) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۲۰۱)﴾ ''پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباء واجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اُس سے بھی زیادہ یاد کرنا، پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے:''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے'' اوراُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے:''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔'' (البقرہ:202,201)

(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھیتیاں دو طرح کی ہیں دنیا کی کھیتی تو مال اور بیٹے ہیں اور آخرت کی کھیتی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ (الدر المنثور:5/698)

(6)﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا (۱۸) وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (۱۹)﴾ ''جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے،جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے،پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے،وہ مذمت کیا ہوا،دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا۔اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اوراس کے لیے اس کے لائق کوشش کی،جب کہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قابلِ قدر ہے۔'' (بنی اسرائیل:19,18)

(7) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اس امت کو عظمت رفعت دین (اسلام) نصرت اور زمین میں غلبے کی بشارت سنا دو پس ان میں سے جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے لیے کرے گا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔'' (مسند احمد:21280،ابن حبان:405)

(8) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا مقصود دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے باعث اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے محتاجی رکھ دیتا ہے اوراس کے باعث اس کے دل میں پریشانی رکھ دیتا ہے اوراس کے پاس اتنا حصہ آتا ہے جتنا اس کا مقدر ہو۔اور جس کا مقصود آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے باعث اس کے دل میں بے پروائی رکھ دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔(ترمذی:2465)

(9) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:''بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر کسی کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اُس نے نیت کی۔پھر جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہوئی کہ اُسے حاصل کرے،یا عورت سے نکاح کے لیے،پھر اُس کی ہجرت اُسی طرف ہے جس کے لیے اُس نے ہجرت کی۔'' (صحیح بخاری:1)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے تو میری عبادت میں مشغول رہے گا تو میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تجھ سے محتاجی دور کر دوں گا اور اگر تو میری عبادت نہ کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھ محنت مزدوری میں لگا دوں گا اور نہ دور کروں گا تجھ سے محتاجی۔ (ترمذی:2466)

سوال 2: حرث سے کیا مراد ہے؟

جواب: حرث سے مراد کھیتی ہے یہاں اعمال کے فوائد کے لیے حرث کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ آخرت کی کھیتی میں کیسے اضافہ کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا اجر دس گنا سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ عطا فرماتے ہیں۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

”کیا اُن کے کچھ شریک ہیں جنہوں نے دین کا وہ طریقہ اُن کے لیے مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟ اگر فیصلے کی بات نہ ہوتی تو اُن کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے“ (21)

سوال 1: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ”کیا اُن کے کچھ شریک ہیں جنہوں نے دین کا وہ طریقہ اُن کے لیے مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟ اگر فیصلے کی بات نہ ہوتی تو اُن کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے“ لوگوں کے دین کی نہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کرنی چاہیے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا﴾ ”کیا اُن کے کچھ شریک ہیں“ کیا مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنوں، شیطانوں اور سرداروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ حالانکہ انہیں پیروی اللہ تعالیٰ کے دین کی کرنی چاہیے۔

(2) ﴿شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾ ”جنہوں نے دین کا وہ طریقہ اُن کے لیے مقرر کیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی؟“ یعنی شرک اور بدعات کو رواج دیا، اپنی خواہشات نفس کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرایا اور اس کی محرمات کو حلال قرار دیا، حالانکہ دین وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ دین قرار دے تاکہ لوگ اسے دین بنائیں اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں۔ اس بارے میں اصول یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے کسی ایسی چیز کو شریعت قرار دینا ممنوع ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے نہ آئی ہو، تب ان فساق کو شریعت سازی کا کیوں کر اختیار دیا جا سکتا ہے جو کفار کے کفر میں شریک ہیں!

(تفسیر سعدی:2449,2448/3)

(3)﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہیں معبود کی عبادت کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (التوبہ:31)

(4) وہ اتنے نادان ہیں کہ انہوں نے جھوٹے معبودوں کے خود ساختہ احکام کو دین بنا رکھا ہے جسے وہ حرام کہتے ہیں اسے وہ حرام سمجھتے ہیں جسے وہ حلال کہتے ہیں اسے وہ حلال سمجھتے ہیں ان کے عبادت کے طریقے بھی خود ساختہ ہیں۔

(5)﴿وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ''اگر فیصلے کی بات نہ ہوتی تو اُن کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا'' یعنی اگر قیامت تک کی مہلت کا فیصلہ طے نہ کیا جا چکا ہوتا تو ان کے درمیان آخرت سے پہلے ہی فیصلہ کر دیا جاتا۔

(6)﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے'' یہ مشرکوں کے لیے وعید ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے منہ موڑیں گے تو ان پر دردناک عذاب مسلط کر دیا جائے گا۔

(7) زہری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیّب رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر لحی خزاعی کو دیکھا کہ جہنم میں وہ اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا اور یہی عمرو وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ کی رسم نکالی۔ (بخاری:3521)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے ساتھ جن لوگوں کو شریک ٹھہرایا جاتا ہے کیا وہ انسانوں کے لئے احکام دین مقرر کر سکتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت کا حق کسی کو نہیں دیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں پر کیسے گرفت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شرک کرنے والوں سے پوچھا ہے کہ

(1) تمہاری شریعت کا مآخذ کیا ہے۔ (2) کس نے تمہاری شریعت بنائی ہے۔

(3) کس نے تمہیں شریعت دی جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نہیں ہے۔

سوال 4: اگر فیصلے کی بات نہ طے کر دی ہوتی تو لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا؟

جواب: وہ لوگ جو شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو دنیا میں ہی پکڑ لیا جاتا۔

سوال 5: ظالموں کے لیے دردناک عذاب کیوں ہے؟

جواب:(1) ظالموں کے لیے دردناک عذاب اللہ تعالیٰ کا انصاف ہے۔
(2) عذاب ظالموں کے ظلم کی وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت کی اور غیر اللہ کی شریعت کی حمایت کی۔

﴿تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾

''آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اُنہوں نے کمایا حالانکہ وہ عذاب اُن پر واقع ہونے والا ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے، اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا فضل ہے''(22)

سوال1:﴿تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ﴾ ''آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اُنہوں نے کمایا حالانکہ وہ عذاب اُن پر واقع ہونے والا ہے'' مشرک میدان حشر میں گھبرائے ہوئے ہوں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ﴾ ''آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اُنہوں نے کمایا حالانکہ وہ عذاب اُن پر واقع ہونے والا ہے'' مشرک میدان حشر میں گھبرائے ہوئے دہشت زدہ اور ڈرے ہوئے ہوں گے یہ ان کے شرک اور نافرمانیوں کی سزا ہوگی۔

(2)﴿وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ﴾ ''وہ عذاب اُن پر واقع ہونے والا ہے'' یعنی عذاب لامحالہ ان پر واقع ہوگا کیونکہ انہوں نے عذاب کے لیے سارے اسباب اختیار کیے ہیں اور ان کی مہلت کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں کوئی چیز بچا نہیں سکے گی۔ انہیں ان کے اعمال کا مزہ چکھایا جائے گا۔

سوال2: ظالم اپنے اعمال سے کب ڈر رہے ہوں گے؟
جواب: ظالم قیامت کے دن اپنے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے۔

سوال3:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے، اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا فضل ہے'' ایمان والے لذتوں اور نعمتوں میں سرشار ہوں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾اور جولوگ ایمان لائے ہیں''جولوگ اللہ تعالیٰ ، اس کی کتابوں ، اس کے رسولوں ، اس کے فرشتوں ، اس کی تقدیر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔

(2)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اس کی رضا کے لیے محمد ﷺ کی سنت کے مطابق پورا کیا جن لوگوں نے دل کی عبادات ، جوارح کے اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دیئے۔

(3)﴿فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ﴾''وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے''وہ جنت کی نعمتوں اور لذتوں میں سرشار ہوں گے۔

(4)ان خوبصورت باغات کی خوبصورتی ، ان میں اچھل کر بہتی ہوئی ندیاں ، بیلوں سے ڈھکے ہوئے درختوں کے جھنڈ ، حسین مناظر ، پھلوں سے لدے ہوئے درخت ، چہچہاتے ہوئے پرندے ، طرب انگیز آوازیں ، تمام دوستوں سے ملاقاتیں اور اس ہم نشینی سے حاصل ہونے والا بہرۂ کامل کیسا ہوگا؟ وہ ایسے باغات ہوں گے کہ دور دور تک حسن ہی حسن ہوگا ، ان باغات کے رہنے والوں میں ان باغات کی لذتوں کی چاہت اور اشتیاق میں اضافہ ہوگا۔(تفسیر سعدی:2450،2449/3)

(5)﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾''اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے''جنت والے جس چیز کا ارادہ کریں گے وہ فوراً انہیں حاصل ہوگی وہ جو چاہیں گے ملے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۳۱) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (۳۲)﴾''ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔''(حم السجدہ:31،32)

(6)﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۷۱) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۷۲)﴾''ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھیرائے جائیں گے اور اس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔''(الزخرف:72،71)

(7)﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾''یہی بڑا فضل ہے''اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی اور جنت میں ہر قسم کی نعمتوں کے ملنے سے بڑھ کر بھی کوئی فضل ہے جو کسی کو نصیب ہوسکتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل کیا ہے؟

جواب:(1)جہنم سے بچا لیا جانا۔(2)جنت جیسے مقام کا نصیب ہونا۔

﴿ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا

﴿الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾

''یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا سوائے رشتہ داری کی وجہ سے دوستی کے اور جو کوئی بھلائی کمائے گا ہم اُس کے لیے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کردیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' (23)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' ایمان والوں کو جنت کی بشارت دی گئی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایمان والوں کو عظیم بشارت دی ہے۔ جو نیک اعمال کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو محمد ﷺ کی سنت اختیار کرتے ہیں کہ ان کے لیے جنت کی سدا بہار نعمتیں ہیں۔ (2) بشارت اس عظیم ہستی کی جانب سے ہے جو وسیع رحمت والا ہے۔

(3) یہ بشارت اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے اس کے رسول ﷺ کی زبان پر دی گئی ہے۔

سوال 2: ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا سوائے رشتہ داری کی وجہ سے دوستی کے'' رشتہ داری کا لحاظ ہی کرلو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے، قرآن پہنچانے کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ نہ میں تمہارا مال لینا چاہتا ہوں، نہ سرداری سے کوئی غرض ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو جہانوں کے رب کے ذمے ہے۔'' (الشعراء:145)

(2) ﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ ''سوائے رشتہ داری کی وجہ سے دوستی کے'' ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد ہو کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے ایک اجر کے، وہ تمہارے ہی لیے ہے، اس کا فائدہ بھی تمہیں ہی پہنچتا ہے، یعنی تم مجھ سے رشتہ داری کی وجہ سے محبت کرو اور یہ مودّت، ایمان کی مودّت سے زائد چیز ہے کیونکہ رسول ﷺ پر ایمان کی مودّت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد رسول کی محبت کو تمام محبتوں پر مقدم رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ایمان کی محبت سے زائد قرابت داری کی بنا پر اس سے محبت کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قریب ترین رشتہ داروں تک اپنی دعوت پہنچائی حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ قریش کے گھرانوں میں کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس

کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی مودّت و محبت ہو اور یہ ایسی محبت ہے جس کی مصاحبت میں تقرب الٰہی اور توسل ہوتے ہیں جس کی بنیاد اطاعت ہے جو اس مودّت و محبت کی صحت و صداقت کی دلیل ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ ''سوائے رشتہ داری کی وجہ سے دوستی کے'' دونوں اقوال کے مطابق، یہ استثناء اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اکرم ﷺ تم سے اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتے، سوائے اس چیز کے کہ جس کا فائدہ خود تم ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ یہ کسی بھی طرح کوئی اجر نہیں بلکہ یہ تو ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجر ہے۔ بھلائی میں خوبی کا اضافہ کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو کھول دیتا ہے، اس کے معاملے کو آسان کردیتا ہے اور یہ نیکی کسی دوسرے نیک عمل کی توفیق کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اس ذریعے سے مومن کے اعمال صالحہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے اور وہ دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2451,2450/3)

(3) عبدالملک بن میسرہ نے بیان کیا کہ میں نے طاؤس رحمہ اللہ سے سنا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''سوائے رشتہ داری کی محبت کے'' متعلق پوچھا گیا تو سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آل محمد ﷺ کی قربت داری مراد ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر کہا کہ تم نے جلد بازی کی۔ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس قرابت داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرو جو میرے اور تمہارے درمیان میں موجود ہے۔ (بخاری:4818)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ ﷺ کے قرابت والوں سے سلوک کرنا مجھ کو اپنے قرابت والوں کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ (بخاری:3712)

سوال 3: ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی مد نہیں مانگتا مگر محبت رشتے داری کی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تم سے تبلیغ کے کام پر اجرت نہیں مانگتا البتہ یہ ضرور کہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان یعنی قریش کے درمیان جو رشتے داری ہے اس کا لحاظ کرو۔

(2) اس سے مراد یہ تھی کہ رشتے داری کے تعلق کی وجہ سے مجھے ایذائیں پہنچانے سے درگزر کرو۔

(3) اس سے یہ مراد تھی کہ اگر تم میری دعوت کو قبول نہیں کرتے تو نہ کرو لیکن مجھے نقصان پہنچانے سے تو باز رہو۔

(4) اس سے یہ بھی مراد تھی کہ اگر تم میرے دست و باز و نہیں بن سکتے تو کم از کم قرابت داری کی وجہ سے میرے راستے کی رکاوٹ نہ بنو تا کہ میں خود رسالت کا فرض ادا کرسکوں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی یہ کہے ہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتے داری ہے اسے قائم رکھو۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ الشوریٰ)

سوال4: آل محمد ﷺ کی عزت وتوقیر کے بارے میں اسلام کا کیا موقف ہے؟

(1) آل محمد ﷺ کی عزت وتوقیر اوران سے محبت ایمان کا جرو ہے۔

(2) نبی ﷺ نے ان کی عزت اور حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔

سوال5: کیا اس آیت میں آل محمد ﷺ کی محبت کی بات کی گئی ہے؟

جواب: آل محمد کی محبت کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال6: آل محمد ﷺ سے مراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ہیں؟

جواب: آل محمد ﷺ سے مراد محض یہ چار افراد نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے تمام افراد اس میں شامل ہیں۔

سوال7: کیا رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ سے اپنے گھرانے کی محبت کا سوال کیا تھا؟

جواب: یہ سوال نبی ﷺ کی ذات کے لئے زیبا نہیں کہ وہ اپنی تبلیغ کی اُجرت کے طور پر اپنے گھرانے کے افراد سے محبت کا سوال کریں۔

سوال8: ﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ ''اور جو کوئی بھلائی کمائے گا ہم اُس کے لیے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے۔'' یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے۔'' ایک نیکی دوسرے نیک اعمال کی توفیق کے لیے ذریعہ بن جاتی ہے آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً﴾ ''اور جو کوئی بھلائی کمائے گا'' جو کوئی ایک نیکی کرتا ہے، خالق کی عبادت یا مخلوق سے حسن سلوک۔

(2) ﴿نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا﴾ ''ہم اُس کے لیے اس بھلائی میں خوبی کا اضافہ کر دیں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ اس ایک نیکی کے ذریعے دوسرے نیک اعمال کی توفیق دیتے ہیں۔ اور یوں مومن کے نیک اعمال میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ مخلوق کے نزدیک اس کا مقام بلند ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ثواب عطا فرماتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔'' (النساء:40)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت قدردان ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ بخش دیتا ہے اوران کی اطاعت اور نیکیوں کا قدردان ہے۔

سوال9: نیکی کے بعد اس نیکی کے حسن میں کیسے اضافہ ہوتا ہے؟

جواب: (1) نیکی کے بعد اس نیکی کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

(2) نیکی کے بعد مزید نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الغفور اور الشکور کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کی برائیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے وہ الغفور ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کی نیکی میں اضافہ کر دیتے ہیں وہ نیکیوں کا قدردان ہے یقیناوہ الشکور ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نیکیوں کے اجر میں اضافہ کرتا ہے وہ الشکور یعنی بہترین قدردان ہے۔

﴿اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۚ فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِکَ ؕ وَ یَمۡحُ اللّٰہُ الۡبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ﴾

"یا لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے؟ تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر کردے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کر دیتا ہے۔ یقیناوہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے" (24)

سوال 1: ﴿اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۚ فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِکَ ؕ وَ یَمۡحُ اللّٰہُ الۡبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ﴾ "یا لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے؟ تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر کردے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کر دیتا ہے۔ یقیناوہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے" نبی ﷺ پر قرآن گھڑنے کے الزام کی حقیقت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا﴾ "یا لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رکھا ہے؟" یعنی نادان لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو نبی ﷺ نے خود گھڑا تو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کو منسوب کر دیا۔ جب کہ محمد ﷺ اس سے بری ہیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت کو جانتے ہیں۔

(2) ﴿فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِکَ﴾ "تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر کردے" یہ قطعی بے بنیاد الزام ہے اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ ﷺ کے دل پر مہر لگا دیتا اور آپ ﷺ قرآن کو بھول جاتے اور اس میں سے کچھ بھی یاد نہ رہتا۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَ لَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ بِالۡیَمِیۡنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ الۡوَتِیۡنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡہُ حٰجِزِیۡنَ﴾ "اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا۔ تو یقیناً ہم اس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔" (الحاقۃ: 44-47)

(3) ﴿وَ یَمۡحُ اللّٰہُ الۡبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ﴾ "اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کر دیتا

ہے" اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔ اگر یہ قرآن بھی باطل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے طریقے کے مطابق اس کو بھی مٹا دیتا۔

(4) اللہ تعالیٰ دلائل کے ذریعے سے باطل کو مٹا دیتا ہے۔

(5) ﴿وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ﴾ "اور حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کر دیتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے سچے وعدہ سے اور تکوینی احکامات سے حق کو حق کر دکھاتا ہے۔

(6) اس سے یہ مراد ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ جو کچھ بتا رہے ہیں وہ حق ہے، ثابت شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اگر وہ حق نہ ہوتا تو مٹ چکا ہوتا۔ اگر وہ حق نہ ہوتا تو قرآن سینہ محمد ﷺ سے مٹا دیا گیا ہوتا۔

(7) جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں، نیز اپنے ان کلمات دینیہ کے ذریعے سے بھی حق کو حق کر دکھاتا ہے جو ان احکام حق کو ثابت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مشروع کئے ہیں اور انہیں قلوب میں جاگزیں کرتے ہیں اور خردمندوں کو بصیرت سے بہرہ مند کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حق کو حق ثابت کرنا یہ ہے کہ وہ حق کا مقابلہ کرنے کے لیے باطل کو مقرر کر دیتا ہے۔ جب باطل حق کا مقابلہ کرتا ہے تو حق اپنے دلائل و براہین کے ساتھ باطل پر حملہ آور ہوتا ہے، تب نورِ حق اور اس کی ہدایت ظاہر ہوتے ہیں جس سے باطل مضمحل ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے اور ہر ایک پر باطل کا بطلان واضح اور ہر ایک کے لیے حق پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2451,2452/3)

(7) ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ "یقیناً وہ سینوں کے رازوں کو خوب جاننے والا ہے" اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں سے خوب واقف ہے اور دلوں میں جو نیک اور برے اعمال ہیں ان کا علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ سب جانتا ہے جسے لوگ چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کیسا علیم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے سینوں کی باتوں کو جانتا ہے اس لئے وہ جانتا ہے کہ کہاں حق پروان چڑھ رہا ہے اور کہاں اس کے مقابلے میں باطل پروان چڑھ رہا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

"اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے" (25)

سوال 1: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ "اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے" آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ "اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں میں سے جو سچی توبہ کر لے۔اپنے دل سے گناہ کو چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لے اور عملاً گناہ چھوڑ دے۔دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت کر لے اور عملاً اطاعت کرے۔

(2) بعض علماء نے لکھا ہے کہ توبہ کے معنی ہیں دل سے معاصی کو ترک کرنے کا پکا ارادہ کرنا اور عملاً گناہ کو ترک کرنا۔اور دل سے اطاعت کی پختہ نیت کرنا اور عملاً اطاعت کرنا۔توبہ سے مراد نافرمانیوں پر ندامت اور آئندہ اس کو نہ کرنے کا عزم۔سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا توبہ سے مراد ہے برے احوال کو چھوڑ کر اچھے احوال کی طرف منتقل ہو جانا۔

بیضاوی نے لکھا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے کے چھ معانی ہیں۔(i) فرائض کے ضائع کر دینے پر پشیمانی۔(ii) فرائض کو دوبارہ ادا کرنا۔(iii) حقوق لوٹا کر دے دینا۔(iv) جس طرح نفس کو گناہوں میں گھلایا ہو اسی طرح نفس کو اطاعت میں پگھلانا۔(v) جیسے نفس کو گناہوں کی لذت چکھائی ہو اسی طرح نفس کو اطاعت کی تلخی چکھانا۔(vi) جیسے ہنستا رہا تھا اسی طرح اب رونا۔بغوی نے شرح السنۃ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔ندامت توبہ اور گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے۔(تفسیر مظہری:221/10)

(3) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ رب العزت رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کر لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تا کہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔(یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔''(صحیح مسلم:6989)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بے شک گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے وہ جس نے گناہ نہیں کیا۔''(ابن ماجہ:4250)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے، جب وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے، اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جنگل بیابان میں اپنی سواری پر سوار ہو، اسی پر اس کے کھانے، پینے کا سامان بھی ہو کہ وہ سواری اس سے چھوٹ جائے (تلاش بسیار کے بعد) وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے تلے آ کر لیٹ جائے جب کہ وہ سواری سے مایوس ہو چکا ہو کہ اتنے میں وہ سواری اس کے سامنے آ کھڑی ہو۔وہ اس کی مہار پکڑ کر خوشی کی شدت میں کہہ ڈالے، اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب۔فرط خوشی میں وہ غلطی کر جائے۔(صحیح مسلم:6960)

(6) ''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ بندے کی توبہ تب تک قبول کرتے ہیں جب تک کہ غرغرہ نہ لگے۔''(ترمذی:3537)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کر لے گا، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔(صحیح مسلم:6861)

(8)﴿وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ﴾ ''اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے گناہوں کا مواخذہ نہیں کرے گا اور برائیوں کے اثرات اور عذاب سے بھی بچا لیتا ہے۔(السیر التفاسیر:1406)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب العزت سے حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کسی بندے نے گناہ کیا: پھر عرض کیا اے اللہ میرے گناہ کو معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے رب میرے گناہ کو معاف فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر عرض کرتا ہے کہ اے رب میرے گناہ کو معاف فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے۔ تو جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کر دیا۔(مسلم:6986)

(10)﴿وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے'' یعنی لوگ جو نیک اور برے کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کس توبہ کو قبول کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ خالص اور سچی توبہ قبول کرتے ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کس توبہ کو قبول نہیں کرتے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایسی توبہ کو قبول نہیں کرتے جس میں انسان زبان سے توبہ توبہ کہتا جائے لیکن عملاً گناہ کے کام نہ چھوڑے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کس کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جس کی توبہ قبول فرماتے ہیں اس کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہیں۔

سوال 5: ﴿يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کرتے ہو اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ سچی توبہ کو بھی جانتا ہے گناہوں کو بھی جانتا ہے سرکشی کو بھی جانتا ہے وہ اپنے علم کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے۔

﴿وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ
وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾

''اور اُن لوگوں کی دُعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اور اُنہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے۔
کافروں کے لیے بہت سخت عذاب ہے''(26)

سوال1:﴿وَیَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَالۡکٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ﴾ ''اور اُن لوگوں کی دُعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اور اُنہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے۔ کافروں کے لیے بہت سخت عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَیَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور اُن لوگوں کی دُعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے جو ایمان لا کر صالح اعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنے لیے دعائیں کریں یا دوسروں کے لیے کریں اللہ تعالیٰ مومنوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے رب العزت نے فرمایا﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّهُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ﴾ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔'' (البقرۃ:186)

(2) ایک مرتبہ شام میں مسلمان جانبازوں یا مجاہدوں کے سامنے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے پر جوش تقریر کی جس میں بیان کیا کہ تم ایمان کی دولت سے مالا مال ہو اور جنتی ہو مجھے امید ہے کہ تمہارے یہ قیدی بھی عجب نہیں جنت میں چلے جائیں کیونکہ جب ان میں سے کوئی قیدی تمہارا کوئی کام یا کوئی خدمت انجام دیتا ہے۔ تو تم خوش ہو کر اسے دعا دیتے ہو اور کہتے ہو اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے اور تجھے برکت عطا فرمائے اور قرآن عظیم نے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی﴿الَّذِیۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِکَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴾ ''جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی سنتا ہے جو بات مان کر اسے عملی جامہ پہناتے ہیں۔'' (الزمر:18)(مختصر ابن کثیر:1813/2)

(3)﴿وَیَزِیۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ﴾ ''اور اُنہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے'' یعنی جو وہ مانگیں انہیں عطا کرتا ہے اور انہیں وہ خیر بھی عطا کرتا ہے جس کا وہ سوال نہیں کرتے۔ (ایسر التفاسیر:1402)

(4) اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ اعمال کی توفیق دیتے ہیں اور اس کا اجر کثیر عطا فرماتے ہیں۔

(5)﴿وَالۡکٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ﴾ ''کافروں کے لیے بہت سخت عذاب ہے'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے ہر انکار پر انہیں شدید عذاب دیا جائے گا۔ (جامع البیان:30/25)

سوال2: ایمان والوں اور نیک لوگوں سے اللہ تعالیٰ کیا سنتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک لوگوں کی دعائیں سنتا ہے اور ان کی خواہشات اور آرزؤں کو پورا کرتا ہے شرط یہ ہے کہ دعا کے آداب

شرائط کا خیال رکھا جائے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اپنے فضل سے اور بڑھا کر کیوں عطا کرتے ہیں؟

جواب: (1) ایمان والے اللہ کی دعوت کو قبول کرتے ہیں۔

(2) اللہ کی رضا کے لیے کام کرتے ہیں۔

(3) اس کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنے فضل سے بڑھا کر عطا کرتے ہیں۔

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے'' (27)

سوال 1: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر شخص کو امیر نہیں بناتے اس کی حکمت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہر شخص کو مال دار کر دیتا تو مال کے نشے میں وہ زمین میں سرکش ہو جاتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو جاتے اور دنیا کی خواہشات کی تکمیل میں مشغول ہو جاتے۔

(2) خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اگر چاہے تو اپنے تمام بندوں کو غنی اور تونگر بنا دے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں کہ سب کو بے اندازہ روزی دے کر خوش عیش رکھا جائے۔ ایسا کیا جاتا تو عموماً لوگ طغیان وتمرد اختیار کر کے دنیا میں اودھم مچا دیتے۔ (تفسیر عثمانی 2:558)

(3) ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ ''ہرگز نہیں! بلاشبہ انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہے۔'' (العلق: 7،6)

(4) یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہر شخص کو مال دے دیتا تو ہر شخص فرعون بن جاتا اور زمین میں فساد کرتا۔

(5) ﴿وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ﴾ ''لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی قسمت کے

مطابق ایک اندازے سے رزق دیتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر ان کے درجے بلند کیے تاکہ ان کا بعض ،بعض کو تابع بنالے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (الزخرف:32)

(6) ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف غنا ہی کرتا ہے اگر میں انہیں فقروفاقہ میں مبتلا کردوں تو یہ فقروفاقہ انہیں فاسد کرکے رکھ دے گا اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح فقر کے سوا کوئی اور چیز نہیں کرتی اگر میں انہیں غنا عطا کردوں تو وہ ان کے ایمان کو خراب کردے اور میرے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کی اصلاح صحت کے سوا کسی چیز سے نہیں ہوتی اگر میں انہیں بیمار کردوں تو وہ انہیں فاسد کرکے رکھ دے اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف مرض سے ہوتی ہے اگر میں انہیں عافیت سے نوازدوں تو یہ عافیت ان کے ایمان کو فاسد کردے۔ بندوں کے دلوں میں جو کچھ ہے، میں اس کے بارے میں اپنے علم کے مطابق بندوں کے امور کی تدبیر کرتا ہوں۔ بے شک میں خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہوں۔(فتح الباری:415/11)

(7) ﴿اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں کی خبر رکھنے والا ہے۔ان کی تدبیر کو دیکھتا ہے اور انہیں ان کاموں کی طرف پھیر دیتے ہیں جن میں ان کی بھلائی ہو۔(جامع البیان:31/25)

سوال 2: اگر اللہ تعالیٰ سب کی روزی فراخ کردیتا تو کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی ضرورت سے زیادہ ایک جیسا کشادہ رزق عطا فرمادیتا تو اس کا یہ نتیجہ نکلتا کہ کوئی کسی کی ماتحتی قبول نہ کرتا ہر شخص شر اور فساد میں، زیادتی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوتا اور زمین فساد سے بڑھ جاتی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ اندازے کے ساتھ جو چاہتا ہے نازل کردیتا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کو جانتا ہے ان کے ظرف کو جانتا ہے وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے ان کو خوب دیکھنے والا ہے اس لیے وہ جو چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کردیتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

''اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہوجانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلادیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام

تعریفوں کے لائق ہے''(28)

سوال1:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾''اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہوجانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾''اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ بارش برسا کر زمین اور اس کے رہنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

(2)﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا﴾''لوگوں کے مایوس ہوجانے کے بعد''یعنی کبھی بارش میں تاخیر ہوتی ہے تو لوگ مایوس ہوجاتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ﴾''حلانکہ بلاشبہ اس سے پہلے ہی کہ ان پر برسائی جائے اس پہلے ہی یقیناً وہ مایوس تھے۔''(الروم:49)

(3)اللہ تعالیٰ کی رحمت وقدرت کی طرف سے مایوس ہوجانا کافروں کا شیوہ ہے لیکن ایک مومن کی نظر میں اسباب کا سلسلہ یاس انگیز ہوسکتا ہے۔(تفسیر عثمانی:559/2)

(4)﴿وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ﴾''اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے''جب بارش ہوتی ہے تو خشک سالی جاتی رہی ہے۔اللہ تعالیٰ اس بارش کے ذریعے خوراک کا سامان پیدا کرتے ہیں اور چاروں طرف رحمت ہی رحمت پھیل جاتی ہے۔

(5)﴿وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾''اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے''یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سرپرستی کرتا ہے اور ان پر اپنا فضل اور احسان کرتا ہے۔

﴿الْحَمِيْدُ﴾''تمام تعریفوں کے لائق ہے''وہ اپنی سرپرستی اور اپنے کمال رحمت، کمال ملکیت اور کمال درجے کے انعامات کی وجہ سے قابل ستائش ہے۔

سوال2:غیث سے کیا مراد ہے؟

جواب:غیث بارش کو کہتے ہیں تنگی اور غیث کے وقت امداد دینا غیث ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش کیوں برساتے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ بندے اُس کی نعمتوں کی قدر کریں۔اس کا شکر بجالائیں اس لئے محروم کر کے نعمتوں کا احساس دلاتا ہے۔

سوال4:رحمت کے پھیلانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد تروتازگی، سرسبزی، اُمید، خوشی، پھلوں کا نکلنا۔جسم اور روح کی تازگی اور دل کی خوشی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پھیلاؤ ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کیسا ولی اور حمید ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ولی ہے اپنے نیک بندوں کی کارسازی کرتا ہے۔انہیں نفع عطا کرتا ہے ان کی حفاظت کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ بے پناہ احسانات کرنے پر قابل حمد وثنا ہے وہ رحمتیں نازل کرتا ہے وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے وہی حمید قابل حمد وثنا ہے وہ رحمتیں نازل کرتا ہے وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے وہی حمد کے قابل ہے۔

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور جو اُس نے اُن دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ جب چاہے اُنہیں جمع کرنے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (29)

سوال 1: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور جو اُس نے اُن دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ جب چاہے اُنہیں جمع کرنے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے'' آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کی ذات کی نشانی ہے۔جیسے وہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے ایسے ہی وہ ساری مخلوقات کا خالق ہے۔

(2) ﴿وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ''اور جو اُس نے اُن دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں'' مراد تمام فرشتے، انسان جن اور حیوانات ہیں جو زمین کے علاوہ آسمانوں کے بھی مختلف طبقات میں پھیلے ہوئے ہیں اور سب کی زبانیں شکلیں، رنگ اور جنسیں مختلف ہیں۔یا دابہ سے مراد وہ جانور ہیں جو زمین پر ہی رہتے ہیں۔(ابن کثیر)(اشرف الحواشی:580/1)

(3) ﴿وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہ جب چاہے اُنہیں جمع کرنے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' وہ ساری مخلوقات کو فنا کرنے کے بعد زندہ کر کے دوبارہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن انہیں جمع کرے گا اور سب کے ساتھ انصاف کرے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی کن نشانیوں کا ذکر کیا ہے؟

جواب: (1) آسمان و زمین کی پیدائش نشانی ہے۔

(2) زمین میں جانداروں کا پھیلانا نشانی ہے۔ ان میں جنوں اور انسانوں کے علاوہ سارے حیوانات شامل ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور کیسے دلایا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پھیلی ہوئی مخلوق کو جمع کرنے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

(2) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کو جمع کرے گا۔

رکوع نمبر 5

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾

''اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سے (قصوروں سے) درگزر کرتا ہے'' (30)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ ''اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سے (قصوروں سے) درگزر کرتا ہے'' دنیا کے دکھ گناہوں کا بدلہ ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ ''اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے تو اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا'' یعنی انسان کو دنیا میں جو دکھ پہنچتے ہیں اس کے گناہوں کا بدلہ ہیں۔

(2) ﴿وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ ''اور وہ بہت سے (قصوروں سے) درگزر کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کثیر گناہوں کو معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر: 45) اگر انسان کو ہر گناہ پر پکڑا جاتا تو وہ زمین میں زندہ نہ رہ پاتا۔

(3) اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ گناہوں کو وہ رب کریم ویسے ہی معاف فرما دیتا ہے یعنی آخرت میں ان پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

(4) ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے جسم میں تکلیف ہوئی اور لوگ ان کی عیادت کو گئے تو سیدنا حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ کی یہ حالت تو دیکھی نہیں جاتی ہمیں بڑا صدمہ ہو رہا ہے آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے اور ابھی

بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر چکا ہے، پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر: 23,22)

(5) ایمان والوں کو جو تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی لغزشیں معاف فرما دیتا ہے۔

سوال 2: انسان پر مصائب کیوں آتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے موجودہ دنیا کو اسباب کے قانون کے تحت بنایا ہے۔ یہاں انسان پر جب مصیبت آتی ہے تو اپنی کوتاہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ مصائب مومن کے بعض گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

سوال 3: مصیبت گناہوں کا کفارہ بنتی ہے اس کے لئے کوئی دلیل دیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کو ذرا بھی تکلیف ہوتی ہے اور غم پہنچتا ہے حتیٰ کہ اس کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾

''اور تم ہرگز زمین میں عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔ اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار'' (31)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور تم ہرگز زمین میں عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔ اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور تم ہرگز زمین میں عاجز کر دینے والے نہیں ہو'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کو مؤخر کرنا بھول چوک یا عاجز ہونے کی بنا پر نہیں ہے تم اللہ تعالیٰ کو کبھی عاجز نہیں پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ جو حکم نافذ کرتا ہے تم اسے روک نہیں سکتے۔

(2) یعنی تم بھاگ کر کسی ایسی جگہ نہیں جا سکتے جہاں تم ہماری پکڑ میں نہ آ سکو یا جو مصیبت ہم تم پر نازل کرنا چاہیں اس سے تم بچ سکو۔

(3) ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سرپرست نہیں پاؤ گے جو تمہیں فوائد عطا کرے اور نہ کوئی مددگار پاؤ گے جو تم سے ضرر کو دور کرے۔

(4) اللہ ولی ہے مافوق الفطری طریقے سے انسان کی مدد کرتا ہے۔ اللہ کے ماسوا کوئی ولی نہیں یعنی انسان کی مدد کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ (5) اللہ نصیر ہے، مددگار ہے۔ جب اللہ مدد سے ہاتھ کھینچ لے تو نہ کوئی مددگار رہتا ہے اور نہ ولی۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ آپ کو کوئی بھلائی پہنچائے تو وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الانعام: 17)

﴿وَمِنۡ اٰیٰتِهِ الۡجَوَارِ فِی الۡبَحۡرِ کَالۡاَعۡلَامِ﴾

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں یہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں'' (32)

سوال: ﴿وَمِنۡ اٰیٰتِهِ الۡجَوَارِ فِی الۡبَحۡرِ کَالۡاَعۡلَامِ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں یہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں'' سمندر اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنۡ اٰیٰتِهِ الۡجَوَارِ فِی الۡبَحۡرِ کَالۡاَعۡلَامِ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں یہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ٹھاٹھیں مارتے سمندر انسان کے تابع کر دیئے ہیں جن میں کشتیاں چلتی ہیں تو گویا پہاڑ چلتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے موجوں سے کشتیوں اور جہازوں کی حفاظت کی ہے وہ سامانِ تجارت کو دور دراز کے ملکوں اور شہروں تک لے جاتے ہیں۔

سوال 2: سمندروں کے جہاز اور کشتیاں کیسے اللہ کی نشانیاں ہیں؟

جواب: (1) سمندروں میں پہاڑوں جیسی کشتیاں اور جہاز اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتے ہیں۔ اللہ نے سمندروں کو ایسا بنایا کہ وہ اپنی پشت پر جہازوں اور کشتیوں کو لئے پھرتے ہیں۔ (2) اگر اللہ تعالیٰ کا حکم چلانے کا نہ ہو تو جہاز سمندر میں ایسے ہی کھڑے رہیں۔

﴿اِنۡ یَّشَاۡ یُسۡکِنِ الرِّیۡحَ فَیَظۡلَلۡنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَهۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ﴾

''اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے تو وہ سمندر کی سطح پر ہی کھڑے رہ جائیں۔ یقیناً اس میں ہر بہت صبر کرنے والے، بہت شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں'' (33)

سوال 1: ﴿اِنۡ یَّشَاۡ یُسۡکِنِ الرِّیۡحَ فَیَظۡلَلۡنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَهۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ﴾ ''اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے تو وہ سمندر کی سطح پر ہی کھڑے رہ جائیں۔ یقیناً اس میں ہر بہت صبر کرنے والے، بہت شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنۡ یَّشَاۡ یُسۡکِنِ الرِّیۡحَ فَیَظۡلَلۡنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَهۡرِهٖ﴾ ''اگر وہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے تو وہ سمندر کی سطح پر ہی کھڑے رہ جائیں'' اللہ تعالیٰ نے سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کے چلنے کے لیے ہوا کو سبب بنایا ہے۔ اگر وہ ہوا کو ساکن کر دے تو کشتیاں اور جہاز سمندر کی سطح پر ٹھہر جائیں۔

(2) ﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ﴾ ''یقیناً اس میں ہر بہت صبر کرنے والے، بہت شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں'' یعنی جو شخص مصائب میں صبر کرتا ہے۔ اور نعمت ملنے پر شکر ادا کرتا ہے اور نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق صرف کرتا ہے۔ اس میں بڑی عبرت ہے وہ اپنے رب کی قدرت پر غور و فکر کر سکتا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑنے والا ان سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

(4) صبار اور شکور دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور یہ دو ایسے الفاظ ہیں جن میں مومن کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔ (تیسیر القرآن:142/4)

(5) ''سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوشحالی نصیب ہو تو (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتا ہے (یہ شکر) اس کے لیے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے ثواب ہے۔'' (صحیح مسلم:7500)

سوال 2: اس میں صبر اور شکر کرنے والے کے لئے کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: (1) جہازوں کا چلانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے۔

(2) جہازوں کا روکنا ابتلاء اور مصیبت ہے جس پر انسان کو صبر کرنا چاہیے۔

سوال 3: صبر اور شکر کا مزاج کس حوالے سے انسان کے لئے ضروری ہے؟

جواب: (1) زندگی کے واقعات سے نصیحت حاصل کرنے کے لئے صبر اور شکر کا مزاج ضروری ہے۔

(2) تکلیف کے موقع پر انسان ظاہری حالات سے اوپر اُٹھ کر دوسرے رخ سے دیکھنا سیکھ سکے یہ صبر کے بغیر ممکن نہیں۔

(3) اسی طرح ظاہر میں اپنی کوششوں سے ملنے والی چیز کو انسان صحیح رخ سے دیکھنے کے قابل ہو جائے یعنی ملنے والی چیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت دے دینا شکر کی صفت کے بغیر ممکن نہیں۔

﴿اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ﴾

''یا وہ اُنہیں تباہ کر دے اس کی وجہ سے جو انہوں نے کمایا اور بہت سے لوگوں کو معاف کر دے'' (34)

سوال 1: ﴿اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ﴾ ''یا وہ اُنہیں تباہ کر دے اس کی وجہ سے جو انہوں نے کمایا اور بہت سے لوگوں کو معاف کر دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا﴾ ''یا وہ اُنہیں تباہ کر دے اس کی وجہ سے جو انہوں نے کمایا'' یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے گناہوں کی وجہ سے سمندر میں ہی کشتیوں اور جہازوں کو ڈبو دے۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سمندر کو حکم دے اس میں طغیانی آجائے اور یہ اس میں ڈوب جائیں۔

(3) ﴿وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ﴾ ''اور بہت سے لوگوں کو معاف کر دے'' یعنی اللہ تعالیٰ کثرت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اس کی رحمت سے ہوائیں چلتی ہیں۔ وہ قحط اور سیلاب سے بچاتا ہے۔ وہ انسان کو طویل اور لمبے سفر طے کرواتا ہے۔

(4) یعنی اللہ تعالیٰ خطاؤں سے درگزر کرتا ہے تو لوگ سمندری سفر سے واپس آجاتے ہیں ورنہ سلامتی سے واپس نہ آپائیں۔

﴿وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَھُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ﴾

''اور جو لوگ ہماری آیات میں آپس میں جھگڑے کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُن کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' (35)

سوال: ﴿وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا ؕ مَا لَھُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات میں آپس میں جھگڑے کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُن کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّیَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا﴾ ''اور جو لوگ ہماری آیات میں آپس میں جھگڑے کرتے ہیں وہ جانتے ہیں'' یعنی جو باطل دلیلوں کے ساتھ حق کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں اور نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔

(2) ﴿مَا لَھُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ﴾ ''اُن کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' وہ جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ ایسے مواقع پر تو کافر بھی مان جاتے ہیں۔

﴿فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ﴾

''چنانچہ جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ تو محض دنیا کی زندگی کا معمولی ساز و سامان ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں'' (36)

سوال 1: ﴿فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ﴾ ''چنانچہ جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ تو محض دنیا کی زندگی کا معمولی ساز و سامان ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں'' آخرت کے مقابلے میں دنیا ناپائیدار اور حقیر ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ ''چنانچہ جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ تو محض دنیا کی زندگی کا معمولی ساز و سامان ہے'' یعنی دنیا اور اس کا مال و متاع، اس کی سرداری، اس کا مال جو کچھ بھی رب العزت کی جانب سے دیا گیا ہے ناپائیدار ہے، حقیر ہے، چھن جانے والا ہے، عارضی اور فانی ہے۔

(2) ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں جو آخرت میں ملنے والی ہیں وہ پائیدار اور بہتر ہیں۔ دنیا کی نعمتوں اور آخرت کی نعمتوں میں کوئی نسبت نہیں۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ’’جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔‘‘ (الحدید:20)

(3) سیدنا مستور بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی یہ (شہادت والی) انگلی سمندر میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ وہ سمندر میں سے کتنی تری لے کر لوٹتی ہے۔‘‘ (مسلم:7197)

(4) ’’سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا: ’’دنیا میں ایسے رہو جیسے تو مسافر یا راستہ چلنے والا ہو‘‘ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح کے وقت شام کے منتظر نہ رہو، اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو اور زندگی کو موت سے پہلے۔‘‘ (بخاری:6416)

(5) ﴿لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ’’اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں‘‘ یعنی جنہوں نے ایمان صحیح جو ظاہری اور باطنی ایمان کے اعمال کو مستلزم ہے اور توکل کو جمع کر لیا ہے جو ہر عمل کا آلہ ہے، لہٰذا ہر عمل جس کی مصاحبت میں توکل نہ ہو غیر مکمل ہے۔ جس چیز کو بندہ پسند کرتا ہے اسے حاصل کرنے اور جسے ناپسند کرتا ہے اسے دور کرنے میں قلب کے اللہ تعالیٰ پر پورے وثوق کے ساتھ بھروسا کرنے کا نام توکل ہے۔ (تفسیر سعدی:2458/3)

سوال 2: جو کچھ رب کے پاس ہے وہ کیسے بہتر ہے؟

جواب: جو کچھ رب کے پاس ہے یعنی نیکیوں کا اجر و ثواب وہ پائیدار ہے اس لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کو زوال اور فنا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو۔

سوال 3: رب پر توکل انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) رب پر توکل انسان کو رب کے وعدوں کا یقین دیتا ہے۔ (2) رب پر توکل آخرت کے راستے پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

(3) رب پر توکل انسان کو یہ یقین دیتا ہے کہ وہ جتنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھوئے گا اس سے کہیں زیادہ پائے گا۔

سوال 4: ایمان کے انسان کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) ایمان وہ حقیقت ہے کہ جب انسان کے شعور میں بیٹھ جاتی ہے تو اُس کے لئے ممکن ہوتا ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کی حقیقی قدر

معلوم کر سکے۔(2) ایمان کی وجہ سے مومن کو نفسیاتی اطمینان اور نصب العین کا شعور ملتا ہے۔

(3) ایمان کی وجہ سے خواہشات، ذاتی اغراض، ذاتی مصلحتوں اور مفادات کے حصول سے انسان پاک ہو جاتا ہے تب وہ اعلیٰ مقاصد کے لئے کام کر سکتا ہے۔(4) ایمان کی وجہ سے اخلاق بہتر ہوتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾

''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں تو وہ درگزر کرتے ہیں'' (37)

سوال:﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب بھی غصے ہوتے ہیں تو وہ درگزر کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ﴾''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔کبائر اور فواحش، دونوں کے گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود، فرق یہ ہے کہ فواحش وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن کے لیے نفس انسانی میں داعیہ موجود ہوتا ہے مثلاً: زنا وغیرہ اور کبائر گناہ ہیں جن کے لئے نفس میں داعیہ موجود نہیں ہوتا۔یہ مفہوم دونوں کے اکٹھا استعمال کے وقت ہے اور رہا ان کا انفرادی وجود تو وہ سب کبائر میں داخل ہیں۔(تفسیر سعدی:2458/3)

(2) فحاشی سے مراد ہر وہ کام ہے جو انسان کی قوت شہوانیہ سے تعلق رکھتا ہو۔اسلام نے جنسی چھیڑ چھاڑ اور حاجت پوری کرنے کے لیے شرعی نکاح کی راہ کھول دی ہے۔اس کے علاوہ جو بھی طریقے ممکن ہیں ان سب پر پابندی لگا دی ہے۔مثلاً زنا، اغلام، لواطت، مشت زنی۔عورتوں کی عورتوں سے ہم بستری۔جانوروں سے بدفعلی وغیرہ۔سب حرام اور بدترین جرم ہیں۔اور ان سب کو 'فاحشۃ مبینۃ' کہا جاتا ہے اور جو باتیں زنا سے قریب لے جانے والی ہیں وہ سب فواحش میں داخل ہیں۔(تیسیر القرآن:144,143/3)

(3)﴿وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾''اور جب بھی غصے ہوتے ہیں تو وہ درگزر کرتے ہیں'' یعنی وہ اپنے غصے پر کنٹرول کرتے ہیں۔ عفو و درگزر سے خود ان کی اپنی ذات کو نفع پہنچتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (۳۴) وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (۳۵)﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے۔اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کریں اور اس کی توفیق نہیں دی جاتی مگر اس کو جو بڑے نصیب والا ہے۔'' (فصلت 34،35)

(4) نبی ﷺ نے کبھی اپنی ذات کی خاطر انتقام نہیں لیا۔

(5) انہوں نے مکارم اخلاق اور محاسن عادات سے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے، حلم ان کی فطرت اور حسنِ خلق ان کی طبیعت بن گیا ہے حتیٰ کہ جب کبھی کوئی شخص کسی قول یا فعل کے ذریعے سے انہیں ناراض کر دیتا ہے تو وہ اپنے غصے کو پی جاتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ قصور بخش دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حسنِ سلوک اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ پس اس عفو و درگزر پر خود ان کی ذات میں اور دوسروں میں بہت سے مصالح مترتب اور بہت سے مفاسد دور ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2458/3)

(6) رب العزت نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ ﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''وہ لوگ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (آل عمران:134)

(7) آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ کو ضبط میں رکھے۔ (بخاری:6114) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اس نے کئی مرتبہ اپنی درخواست دہرائی۔ آپ ﷺ نے ہر دفعہ اسے یہی وصیت فرمائی کہ غصہ نہ کیا کرو۔ (بخاری:6116)

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور اُن کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے اور جو ہم نے اُن کو رزق دیا ہے اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' (38)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور اُن کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے اور جو ہم نے اُن کو رزق دیا ہے اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' اہل جنت کی صفات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا'' جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول کے لیے کوششیں کرتے ہیں۔

(2) ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کی'' اللہ تعالیٰ کی دعوت کا جواب دینے والے نماز کے پابند ہوتے ہیں۔ ظاہر اور باطن، فرائض اور نوافل کو قائم کرتے ہیں۔ ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور وہ نماز قائم کرنے والے ہیں اور وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر وہ ایمان لانے والے

ہیں، یہی لوگ ہیں جلد ہی ہم اُن کو اجرِ عظیم دیں گے۔'' (النساء:162)

(3)﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ ''اور اُن کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے'' وہ اپنے اہم کاموں میں مشورے کے بغیر ہاتھ نہیں ڈالتے۔رب العزت نے خود نبی ﷺ کو حکم دیا:﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ ''اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں۔'' (آل عمران:159)

(4)ان کے دینی اور دنیاوی معاملات باہم مشورے سے طے پاتے ہیں۔یعنی مشترکہ امور میں ان میں سے کوئی بھی اپنے رائے کو مسلط نہیں کرتا۔یہ وصف ان کی اجتماعیت، آپس کی الفت، مودت اور محبت ہی کا حصہ ہے۔ان کی کمالِ عقل ہے کہ جب وہ کسی ایسے کام کا ارادہ کرتے ہیں جس میں غور و فکر کی ضرورت ہو تو وہ اکٹھے ہو کر اس کے بارے میں بحث و تمحیص اور آپس میں مشورہ کرتے ہیں، جب ان پر مصلحت واضح ہو جاتی ہے تو اسے جلدی سے قبول کر لیتے ہیں جیسے غزوہ، جہاد، امارت یا قضا وغیرہ کے لیے عمال مقرر کرنے میں مشورہ کرنا اور دینی مسائل میں بحث و تحقیق کرنا کیونکہ یہ اعمال مشترکہ امور میں شمار ہوتے ہیں تاکہ صحیح رائے واضح ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔یہ بھی اسی آیت کریمہ کے تحت آتا ہے۔(تفسیر سعدی:2459/3)

(5)مشورہ سے کام کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے دین کا ہو یا دنیا کا۔نبی کریم ﷺ مہمات امور میں برابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں مشورہ کرتے تھے حروب وغیرہ کے متعلق بھی اور بعض مسائل اور احکام کی نسبت بھی۔بلکہ خلافت راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔یہ ظاہر ہے کہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں میں ہے جو مہتم بالشان ہوں اور جو قرآن و سنت میں منصوص نہ ہوں۔جو چیز منصوص ہو اس میں رائے و مشورہ کے کوئی معنی نہیں اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام نہ ہو سکے۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل و عابد ہو۔ورنہ اس کی بیوقوفی یا بددیانتی سے کام خراب ہو جانے کا اندیشہ رہے گا۔(تفسیر عثمانی:562/2)

(6)مشورہ سے متعلق قابل ذکر امور یہ ہیں۔

(i)مشورہ انفرادی امور میں کیا جا سکتا ہے جیسا کہ واقعہ افک کے دوران کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا اور اجتماعی امور میں بھی جیسے اس آیت سے واضح ہے۔(ii)مشورہ صرف اسی سے لینا چاہیے جو مشورہ دینے کی اہلیت رکھتا ہوں۔ہر کس ناکس سے نہ مشورہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کوئی لیتا ہے۔اجتماعی امور میں مومنوں کا امیر مجلس شوریٰ منتخب کرتا ہے اور اس سے مشورہ لیتا ہے۔

(iii)مشورہ صرف ایسے امور میں کیا جا سکتا ہے۔جہاں کتاب و سنت میں کوئی صریح حکم موجود نہ ہو۔اور اس کا تعلق بالعموم تدبیری امور سے ہوتا ہے۔جیسا کہ آپ ﷺ نے اسارٰی بدر کے معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے یا جنگ احد کے متعلق یہ مشورہ کیا تھا کہ یہ جنگ مدینہ میں لڑی جائے یعنی صرف مدافعت کی جائے یا کھلے میدان میں لڑی جائے۔(iv)مشورہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ زیر بحث مسئلہ کے سب پہلو سامنے آ جائیں۔اور جو پہلو اقرب الی الحق ہو اسے اختیار کیا جائے۔مختصر لفظوں میں اس کا مقصد دلیل کی تلاش ہوتا ہے۔(v) یہ تشخیص کرنا نہ اقرب الی الحق ہو تو اسے ہی اختیار کیا جائے گا۔جیسا کہ آپ ﷺ نے اسارٰی بدر کے

موقع پر فرمایا تھا کہ اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ دونوں ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو میں اسی کے مطابق عمل کرتا۔ یا جنگ احد کے متعلق آپ کو یہ مشورہ دینے والے کہ جنگ کھلے میدان میں لڑی جائے چند جوشیلے نوجوان مسلمان تھے لیکن آپ نے ان کی قلت کے باوجود انہی کی رائے کو اختیار کیا۔ (vi) آخری فیصلہ کا اختیار امیر مجلس کو ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔'' (آل عمران:159) جب کسی فریق کے پاس کوئی دلیل موجود نہ ہو یا دونوں کی طرف دلائل یکساں ہوں تو اس وقت کثرت رائے کے مطابق فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور ایسی صورت میں کثرت ہی بذات خود ایک دلیل بن جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن:145/4)

(7) ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور جو ہم نے اُن کو رزق دیا ہے اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں'' یعنی واجب اور مستحب صدقات کرتے ہیں۔ اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرتے ہیں۔ اور معاشرے کے محروم طبقات پر صدقہ کرتے ہیں۔

(8) اغنیاء کی طرف سے صدقہ کرنا امت کے لیے قوت کا باعث بنتا ہے۔ کمزوروں کا علاج ہوتا ہے۔ عام لوگوں کی مصلحت کے کام ہوتے ہیں، کمزوروں اور محتاجوں کی مدد ہوتی ہے، صلہ رحمی کے کام ہوتے ہیں۔ جنگی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جب اُن پر زیادتی واقع ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں'' (39)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جب اُن پر زیادتی واقع ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جب اُن پر زیادتی واقع ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں'' یعنی دشمنوں کی طرف سے جب ان پر کوئی زیادتی کی جاتی ہے تو وہ ان کے ظلم کو روکتے ہیں۔

(2) اپنی قوت اور طاقت سے بدلہ لیتے ہیں بدلہ لینے سے عاجز نہیں ہوتے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تنعیم کے پہاڑ سے مکہ والوں کے اسی آدمی جو کہ اسلحہ سے مسلح تھے رسول اللہ ﷺ پر اترے وہ لوگ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو غفلت میں دیکھ کر آپ پر حملہ کرنا چاہتے تھے آپ نے ان لوگوں کو پکڑ کر پھر چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی: ''اور وہی ہے (اللہ عزوجل) جس نے وادئ مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا۔'' (مسلم:4679)

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔
یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' (40)

سوال: ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ ''اور بُرائی کا بدلہ اُس جیسی ایک بُرائی ہے'' یعنی یہ شرعی حکم ہے برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں، اپنے رسول کی زبان سے واضح فرمایا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1408)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''حرمت والا مہینہ، حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور تمام حرمتوں کا قصاص ہے، چنانچہ جو تم پر زیادتی کرتا ہے تو تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔'' (البقرۃ:194)

(3) ﴿فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے درگزر کرنے میں اصلاح کی شرط دلالت کرتی ہے کہ اگر مجرم عفو کے لائق نہ ہو اور مصلحت شرعیہ اس کو سزا دینے کا تقاضا کرتی ہو تو اس صورت میں وہ عفو پر مامور نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا معاف کرنے والے کو اجر عطا کرنا، عفو پر آمادہ کرتا ہے، نیز اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مخلوق کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو وہ اپنے بارے میں چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرے جو جیسا کہ وہ پسند کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے، لہٰذا اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کو معاف کر دے اور جیسا کہ وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نرمی کرے، تب اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرے کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2460/3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔'' (مسلم:6592)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ ''اور تقویٰ کے زیادہ قریب یہی ہے کہ تم معاف کر دو۔'' (البقرۃ:237)

(5) ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' جو شخص انتقام میں اصل برائی سے بڑھ جائے تو یہ ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کا دشمن ہے جو دوسروں پر زیادتی کی ابتدا کرتے ہیں یا جرم سے بڑھ کر بدلہ لیتے ہیں ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور اگر تم بدلہ لو تو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے اسی قدر بدلہ لو اور اگر آپ صبر کریں تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔'' (النحل:126)

﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾

''اور جوشخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو یہی لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں'' (41)

سوال:﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''اور جوشخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو یہی لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''اور جوشخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو یہی لوگ ہیں جن پر کوئی الزام نہیں'' جوظلم کے بعد بدلہ لیتا ہے تواس پر کوئی گناہ نہیں۔ ظلم وزیادتی کے بعد بدلہ لینا ضروری ہے۔

(2) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا غصے میں بھر کر بلا اطلاع کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں اور ان پر برس پڑیں۔لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں۔جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کہہ سن چکیں تو رحمت عالم ﷺ نے صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم بھی اپنا بدلہ لے لو۔اب جو سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دینا شروع کیا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا حلق خشک ہوگیا اوران سے کچھ جواب نہ بن پڑا اورآپ کے چہرے کے ملال کے آثار دور ہو گئے۔

(نسائی مختصرابن کثیر:1817/2)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ برائی کی بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا ،سب کچھ جاننے والا ہے''

(النساء:148)

﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''یقیناً الزام ان لوگوں کے لیے ہے جولوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں بغیر حق کے سرکشی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' (42)

سوال:﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً الزام ان لوگوں کے لیے ہے جولوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں بغیر حق کے سرکشی کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' ظالم گناہ گار ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ﴾ ''یقیناً الزام ان لوگوں کے لیے ہے جولوگوں پر ظلم کرتے ہیں'' یعنی ظالم گناہ گار وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کریں۔

(2)''سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہے۔''
(مسلم:6576)

(3)سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے، پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔
(صحیح مسلم:6572)

(4)﴿وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾''اور زمین میں بغیر حق کے سرکشی کرتے ہیں'' زمین میں ناحق سرکشی کرنا ظلم کی اقسام میں سے ہے۔ یہ آیت لوگوں کے خون، مال، اور ناموس کے بارے میں ظلم وزیادتی کو شامل ہے۔

(5)﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾''یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' یعنی ان کے ظلم اور زیادتی کے مطابق ان کے دلوں اور جسموں کو سخت تکلیف دینے والا عذاب دیا جائے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو تو وہ (اس دنیا ہی میں) اس سے معاف کروالے، کیونکہ وہاں (میدان حشر میں) درہم ودینار نہیں ہوں گے اس سے پہلے پہلے کہ اس کے بھائی کے لیے اس کی نیکیاں لے لی جائیں اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔'' (بخاری:6534)

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾

''اور یقینا جو صبر کرے اور معاف کردے، تو بلاشبہ یہ یقینا بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے''(43)

سوال:﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾''اور یقینا جو صبر کرے اور معاف کردے، تو بلاشبہ یہ یقینا بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے''صبر اور معافی انتقام سے بہتر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَلَمَنْ صَبَرَ﴾''اور یقینا جو صبر کرے'' یعنی جو مخلوق کی طرف سے ملنے والی اذیت پر صبر کرے۔

(2)﴿وَغَفَرَ﴾''اور معاف کردے'' یعنی بدلہ لینے کی بجائے معاف کردے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بندے کے معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔''(مسلم:6592)

(3)﴿إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾''بلاشبہ یہ یقینا بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے'' نفس کے لیے قول یا فعل سے انتقام نہ لینا انتہائی باعثِ مشقت ہے اور اذیت پر صبر کرنا۔ اس سے درگزر کرنا، اس کو بخش دینا اور اس کے مقابلے میں حسن سلوک سے پیش آنا تو بہت ہی پر مشقت کام ہے مگر یہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کردے اور وہ بھی اس وصف سے متصف ہونے کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔ پھر بندہ جب اذیت برداشت کرنے کی حلاوت چکھ

لیتا ہے اور اس کے آثار دیکھ لیتا ہے تو اسے شرح صدر، کشادہ دلی اور ذوق وشوق سے قبول کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:24613)

رکوع نمبر 6

﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾

''اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اُس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ وہ ظالم جب عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟''(44)

سوال:﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اُس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ وہ ظالم جب عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟'' اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اُس کا کوئی مددگار نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ جسے اس کے ظلم کی وجہ سے سیدھے راستے سے ہٹا دے اسے کوئی راستے پر چلا نہیں سکتا جیسا کہ فرمایا:﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' (الاعراف:186)

(2)﴿فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''تو اس کے بعد اُس کا کوئی مددگار نہیں ہے'' یعنی ایسے گمراہ کا کوئی دوست نہیں جو اس کی راہنمائی کر سکے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ ''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے۔'' (الکھف:17)

(3)﴿وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ﴾ ''اور آپ دیکھیں گے کہ وہ ظالم جب عذاب دیکھیں گے'' یعنی ظالم جب عذاب دیکھیں گے تو اپنے اعمال پر افسوس کریں گے۔

(4)﴿يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''تو کہیں گے کہ کیا واپس جانے کا کوئی راستہ ہے؟'' اس وقت ظالم تمنا کریں گے کاش ہم دنیا میں دوبارہ واپس بھیج دیے جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلیں گے اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہیں جھٹلائیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے

فرمایا:﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (٢٧) بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (٢٨)﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:27،28)

(5)﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''اور جب وہ لوگ عذاب دیکھیں گے جنہوں نے ظلم کیا تو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ کوئی مہلت دیے جائیں گے۔'' (النحل:85)

﴿وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ﴾

''اور آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو ذلت سے جھکے جا رہے ہوں گے، کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہیں گے کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا۔ سن لو! یقیناً ظالم دائمی عذاب میں ہوں گے'' (45)

سوال1:﴿وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ﴾ ''اور آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو ذلت سے جھکے جا رہے ہوں گے، کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہیں گے کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا سن لو! یقیناً ظالم دائمی عذاب میں ہوں گے'' جہنم کے کنارے پر مجرموں کے چہروں پر کیسے ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا﴾ ''اور آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے پیش کیے جائیں گے'' یعنی مشرک جہنم کے کنارے پر لائے جائیں گے۔

(2)﴿خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ﴾ ”تو ذلت سے جھکے جا رہے ہوں گے“ آپ ان کے جسموں پر اس ذلت کی وجہ سے عاجزی اور بے بسی کو دیکھیں گے جو ان کے دلوں میں ہے۔(3) ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی۔

(4)﴿يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ﴾ ”کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے“ یعنی وہ جہنم کو چوری چوری دیکھیں گے۔

سوال 2:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہیں گے کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا۔ سن لو! یقیناً ظالم دائمی عذاب میں ہوں گے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہیں گے کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا“ مخلوق کے انجام کو دیکھ کر اہل ایمان کہیں گے۔ خسارے میں وہ لوگ ہیں جو خود بھی جہنم میں گئے اور اپنی اولادوں کو بھی جہنم میں پہنچا دیا۔

(2)﴿اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ﴾ ”سن لو! یقیناً ظالم دائمی عذاب میں ہوں گے“ اب یہ ظالم جنہوں نے کفر اور نافرمانی کے کام کر کے خود پر ظلم کیا ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے۔ اور کبھی وہاں سے نکل نہیں سکیں گے۔

(3) جو اللہ تعالیٰ کے حکم میں گمراہ ہو گا وہ کبھی وہاں سے نکل نہیں پائے گا۔

﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ﴾

”اور اُن کے کوئی حامی اور مددگار نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی مدد کریں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اُس کے لیے کوئی راستہ نہیں“ (46)

سوال 1:﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ ”اور اُن کے کوئی حامی اور مددگار نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی مدد کریں گے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اُس کے لیے کوئی راستہ نہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”اور اُن کے کوئی حامی اور مددگار نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی مدد کریں“ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہوگا جو ان کی مدد کر سکے۔ قیامت کے دن سب پر واضح ہو جائے گا جن سے ہم نے امیدیں وابستہ کی تھیں وہ تو ٹوٹ گئیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کوئی حمایتی نہ ہٹانے والا ہے، نہ اس میں تخفیف کروانے والا ہے۔

(2)﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ ”اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اُس کے لیے کوئی راستہ نہیں“ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ

کردے اس کے ہدایت پانے کا دنیا اور آخرت میں کوئی راستہ نہیں۔

(3) اس دن خود ساختہ معبودوں کی عاجزی ظاہر ہو جائے گی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اس بات کو کیسے سمجھایا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کے لیے کوئی راستہ نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ بات حشر کے منظر میں لے جا کر سمجھائی ہے جہاں ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے الگ ان کی امداد کر سکیں۔ بے یارومددگار، بے بس، مصیبت زدہ انسان جو اپنے اعمال کی وجہ سے عذاب مقیم میں ہے اسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے لیے اب کوئی راستہ نہیں ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے کراہت دلائی ہے۔

﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾

''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی'' (47)

سوال 1: ﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی'' قیامت سے پہلے نیک اعمال کرلو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ﴾ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو'' یعنی جب اللہ تعالیٰ کے بندے تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلائیں تو اس کی دعوت کو قبول کرلیں۔

(2) ﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں'' قیامت کا دن آنے سے پہلے نیک اعمال کرلو، اس کے لئے ہر وقت تیار رہو۔

(3) ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ﴾ ''اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی'' اس دن کوئی جائے پناہ نہ ہوگی اور نہ اپنے رب سے بھاگ سکو گے۔ اس دن پکار کر کہا جائے گا۔ ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ ''اے گروہ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے۔'' (الرحمٰن: 33)

(4)﴿وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ ''اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی'' نکیر کا مادہ نکر ہے اور اس میں بنیادی طور پر دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ (i) اجنبیت (ii) ناگواری (نکرہ کی ضد معرفہ ہے) نکر بمعنی ناگوار۔ نازیبا اور نامعقول چیز اور نکیر کے معنی ناگوار، نازیبا، نامعقول چیز بھی اور ایسی چیز کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھانا یا ناراضگی کا اظہار کرنا بھی اور نکر کے معنی کسی چیز کو بگاڑ دینا اور اس کی شکل بدل دینا بھی ہے۔ اس لحاظ سے اس جملہ کے کئی معنی بن سکتے ہیں۔ ایک تو ترجمہ سے واضح ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم اجنبی نہیں ہو گے سب جانتے پہچانتے ہو گے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ بھیس بدل کر چھپ نہ سکو گے۔ چوتھا مطلب یہ ہے کہ اس دن تم جیسی بھی حالت میں ہو گے اس میں کوئی تبدیلی نہ لاسکو گے۔ (تیسیر القرآن:148/4)

(5)﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ (١٠) كَلَّا لَا وَزَرَ (١١) اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ (١٢)﴾ ''اس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' ہرگز نہیں کوئی پناہ کی جگہ نہیں، اس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔'' (القیامہ:10-12)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم منوانے کے لیے انسان کو کیسے قائل کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا مان جاؤ اپنے رب کی بات اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے یعنی جس کو ٹالنے کی، رد کرنے کی کوئی قوت نہیں رکھتا۔

(2) اُس روز تمہیں نہ کوئی جائے پناہ ملے گی نہ چھپ کر انجان بن جانے کی جگہ جہاں پہچانے نہ جا سکو یا نظر میں نہ آسکو۔ اس دن انسان کہے گا کہاں ہے جائے قرار لیکن کوئی جائے فرار نہ پائے گا۔

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ﴾

''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو کوئی مصیبت آ جاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے'' (48)

سوال 1: ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا۔ آپ پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا﴾ ''پھر بھی اگر وہ منہ پھیریں'' یعنی اب بھی اگر اس چیز سے منہ موڑ لیں جو ہم نے پیش کی ہے۔

(2)﴿فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ ''تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر تو نہیں بھیجا'' آپ ﷺ ان کے نگہبان نہیں ہیں کہ ان کو

ہدایت کے راستے پر لے آئیں آپ ﷺ کا کام محض پیغام پہنچانا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَسۡتَ عَلَيۡهِم بِمُصَيۡطِرٍ﴾ ''آپ ان پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الغاشیہ:22)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ‌ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ‌ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ﴾ ''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کروگے وہ تمہارے ہی لیے ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں خرچ کرتے ہو اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کروگے اس کا پورا پورا تمہیں بدلہ دیا جائے گا۔اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (البقرہ:272)

(4)﴿اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ﴾ ''آپ پر پہنچادینے کے سوا کچھ نہیں'' آپ ﷺ کی ذمہ داری تو پیغام پہنچا دینا ہے وہ آپ ﷺ نے پہنچا دیا ہے۔حساب لینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ﴾ ''تو بلاشبہ آپ کے ذمے پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔'' (الرعد:40)

سوال 2: لوگوں کے دعوت سے منہ موڑنے پر نبی ﷺ کو کیا سمجھایا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ کو سمجھایا گیا کہ ہم نے آپ ﷺ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

(2) آپ ﷺ کے ذمے تو صرف پیغام کو پہنچا دینا ہے۔

سوال 3: رسول اللہ کی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: (1) رسول اللہ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دینا ہے۔(2) لوگوں کے نہ ماننے پر رسول اللہ ﷺ کی باز پرس نہیں ہوگی۔

(3) ہدایت دینا رسول کے اختیار میں نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔

سوال 4:﴿وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا‌ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ كَفُوۡرٌ﴾ ''اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہوجاتا ہے اور اگر ان کو کوئی مصیبت آجاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا﴾ ''اور یقیناً جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اُس پر خوش ہوجاتا ہے'' اللہ تعالیٰ انسان پر جب اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے یعنی اسے رزق کی کشادگی دیتا ہے، اسے عزت دیتا ہے، اسے صحت جیسی دولت عطا کرتا ہے تو وہ اس سے اتنا خوش ہوجاتا ہے کہ ان ہی چیزوں میں کھو جاتا ہے۔ان ہی میں اطمینان حاصل کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی جانب اس کی توجہ ہی نہیں رہتی۔خوشی کو منعم کی بجائے نعمت میں تلاش کرنے والے پر اس کے طرزِ عمل کے اثرات لازمی مرتب ہوتے ہیں۔ہر تعلق، ہر نسبت ہمیں اچھا یا برا Pay back کرتی ہے جو انسان مادی اشیاء کی محبت میں مبتلا ہوتا ہے۔اس کے اندر

فخر کی نفسیات ابھرتی ہے۔ فخر کی نفسیات انسان کو خود پسند بناتی ہیں۔ خود پسندی خود پرستی تک لے جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں جو شخص نعمتیں عطا کرنے والے سے محبت کرتا ہے اس میں عاجزی کی نفسیات ابھرتی ہے۔ یہ عاجزی اسے خدا پرستی تک لے جاتی ہیں۔

(2) ﴿وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ﴾ ''اور اگر ان کو کوئی مصیبت آجاتی ہے اس کے سبب جو اُن کے اپنے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو یقیناً انسان بہت ناشکرا ہے'' جب انسان اپنے ہاتھوں کی کمائی سے مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے مثلاً مالی طور پر اسے نقصان ہوتا ہے یا بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اس تکلیف پر وہ اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو جاتا ہے۔ جس رب کو وہ نعمت میں یاد نہیں کر سکا تھا، کھو جانے پر وہ یاد بھی آتا ہے تو صرف ناراضگی کے اظہار کے لئے، ناشکری کے لئے یہ کیسا تعلق ہے؟ یہ دینے والے سے کیسی نسبت ہے اصل میں اس نسبت کو تو انسان بھولتا ہے۔ وہ دینے والے سے نہیں دی گئی چیز سے نسبت جوڑ لیتا ہے، تو حقیقی نسبت اس وقت یاد آتی ہیں جب دی گئی چیز چلی جاتی ہیں۔

(3) انسان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے (الا من شاء اللہ) کہ اللہ تعالیٰ انعام واحسان فرمائے تو اکڑنے اور اترانے لگتا ہے پھر جہاں اپنی کرتوت کی بدولت کوئی افتاد پڑ گئی، بس نعمتیں بھول جاتا ہے اور ایسا ناشکرا بن جاتا گویا کبھی اس پر اچھا وقت آیا ہی نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ فراخی اور عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی۔ اپنی حد پر قائم نہیں رہتا البتہ مومنین قانتین کا شیوہ یہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی کی حالت میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال میں اس کے انعامات واحسانات کو فراموش نہیں کرتے۔ (تفسیر عثمانی:563/2)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کرتی رہا کرو اور کثرت سے استغفار کرتی رہا کرو کیونکہ میں نے دوزخ والوں میں سے زیادہ تر عورتوں کو دیکھا ہے۔'' ان عورتوں میں سے ایک عقلمند عورت نے عرض کیا کہ ہمارے کثرت سے دوزخ میں جانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم لعنت بہت کثرت سے کرتی ہو اور اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔'' بخاری میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور (ان کے) احسان کا انکار کرتی ہیں، اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ عمر بھر بھی حسن معاملہ کرو، پھر بھی تمہاری طرف سے کوئی چیز اس کے لیے ناگواری ہوئی تو کہہ دے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی راحت نہیں پائی۔'' (بخاری:5197)

(5) سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔ (صحیح مسلم:7500)

سوال 5: نعمتیں پانے کے بعد انسان کا رویہ کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب: نعمتیں پا کر انسان اتراتا ہے، تکبر اور غرور کا اظہار کرتا ہے، ریا کاری کرتا ہے۔

سوال6: کیا نعمتوں پر خوش ہونا ناپسندیدہ ہے؟

جواب: نعمتوں پر خوش ہونا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا پسندیدہ ہے۔

سوال7: انسان کو اپنے اعمال کی وجہ سے کیسی مصیبتیں پہنچتی ہیں؟

جواب: انسان کو مال کی کمی یا اولاد سے محرومی یا بیماری یا اقتدار سے محرومی یا لوگوں میں عزت کے مقام سے محرومی وغیرہ۔

سوال8: انسان کو مصیبت پہنچے تو وہ ناشکرا کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: نعمتیں پا کر انسان نعمتیں عطا کرنے والے کو اور خود نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ اور اگر اسے مصیبت پہنچتی ہے تو اسے لگتا ہے کبھی کوئی اچھا وقت ہی نہ تھا اس طرح انسان ناشکرا بن جاتا ہے۔

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ﴾

”آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے“(49)

سوال1: ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ﴾ ”آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے“ کائنات کا خالق و مالک اور اس میں تصرف کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

(2) ﴿يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ﴾ ”جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے“ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جو وہ نہیں چاہتا اسے وجود نہیں ملتا۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

(3) اس سے یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ (i) کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور اللہ تعالیٰ کی مشیت چلتی ہے۔ (ii) کائنات میں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا کوئی دوسرا اس کائنات میں اختیار نہیں رکھتا۔

(4)﴿قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ﴾ ’’آپ کہہ دیں کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے؟ پھر اس کو دوبارہ بناتا ہو؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ بناتا ہے توتم کہاں بہکائے جاتے ہو؟‘‘ (یونس:34)

(5)﴿يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ﴾ ’’جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صرف بیٹیاں دیتا ہے جیسے سیدنا لوط علیہ السلام کو اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو۔

(6) اس آیت کریمہ میں، اللہ تعالیٰ کے لامحدود اقتدار اپنی مخلوق اور اپنی ملکیت میں اپنی مشیت کے مطابق تصرف کے نفاذ اور تمام امور کی تدبیر کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عمومی تدبیر اسباب سے پیدا شدہ ان اشیاء کو بھی شامل ہے۔ جنہیں بندے اختیار کرتے ہیں، پس نکاح اولاد کے لیے ایک سبب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں جو چاہتا ہے اولاد عطا کرتا ہے، مخلوق میں کسی کو بیٹیاں عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے۔ کسی کو بانجھ رکھتا ہے اور ان کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ (تفسیر سعدی:2464/3)

سوال 2: کسی کو بیٹے یا بیٹیاں دینا اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے کیا سمجھایا ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ بیٹے اور بیٹیاں جن پر انسان اپنا اختیار سمجھتا ہے اُن پر مکمل اختیار رب کا ہے۔

(2) جو انسان کو ملتا ہے رب کے ارادے سے رب کی تقسیم سے ملتا ہے۔

﴿اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ﴾

’’یا اُنہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناوہ سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت والا ہے‘‘ (50)

سوال 1: ﴿اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ﴾ ’’یا اُنہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، یقیناوہ سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا﴾ ’’یا اُنہیں لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جو چاہے کسی کو دیتا ہے۔

(2) جس کو چاہتا ہے دونوں دیتا ہے یعنی لڑکے اور لڑکیاں ملا دیتا ہے جیسے محمد ﷺ کو اور کسی کو بے اولاد رہنے دیتا ہے جیسے سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو۔ یہ فرق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو بدلنے پر قدرت نہیں رکھتی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

(3)﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ ''یقیناوہ سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت والا ہے'' یقیناہر چیز کا علم رکھتا ہے اپنے علم سے وہ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے اپنی قدرت سے تمام مخلوقات پر تصرف رکھتا ہے۔

(4)وہ کمال درجے کا علم اور کمال قدرت والا ہے۔

(5)وہ مالک حقیقی ہی جانتا ہے کہ کس شخص کو کس حالت میں رکھنا مناسب ہے اور وہ ہی اپنے علم وحکمت کے موافق تدبیر کرتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے ارادہ کو روک دے یا اس کی تخلیق وتقسیم پر حرف گیری کر سکے، عاقل کا کام یہ ہے کہ ہر قسم کے نرم وگرم حالات میں اسی کی طرف رجوع کرے اور ہمیشہ اپنی ناچیز حقیقت کو پیش نظر رکھ کر تکبر یا کفران نعمت سے باز رہے۔(تفسیر عثمانی:564/2)

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور قدیر ہونے کو کیسے ثابت کیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے تقسیم اولاد سے اپنے علم اور قدرت کو ثابت کیا ہے۔وہ قدرت رکھتا ہے اس لئے جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے لیکن اس کے فیصلے اس کے علم کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾

''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر وہ اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے، یقیناوہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے''(51)

سوال 1:﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ ''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے، یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے، پھر وہ اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے، یقیناوہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے'' کیفیت وحی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ یہود نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ ہیں تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ اللہ تعالیٰ سے کلام کیوں نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے؟ ہم آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ﷺ یہ کام کر نہیں دکھاتے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا پھر آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔(آیات قرآن کے شان نزول:390)

(2)﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ﴾ ''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے'' نبی ﷺ کو جھٹلانے

والے پہلے انبیاء کو جھٹلانے والوں کی طرح کہتے تھے۔﴿لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ﴾ ’’اللہ تعالیٰ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟‘‘ (البقرہ:118) رب العزت نے اس آیت کے ذریعے سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جہان میں صرف خاص بندوں سے یعنی رسولوں سے کلام کرتا ہے اور وہ بھی خاص صورتوں میں۔

(3) علامہ ابن قیم نے وحی کے مراتب ذکر کئے ہیں:

(i) سچا خواب: اسی سے نبی ﷺ کے پاس وحی کی ابتدا ہوئی۔

(ii) فرشتہ آپ کو دکھلائی دیے آپ کے دل میں بات ڈالتا تھا۔ مثلاً نبی ﷺ کا ارشاد ہے: روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی کہ کوئی نفس مر نہیں سکتا، یہاں تک کہ اپنا رزق پورا کرلے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلب میں اچھائی اختیار کرو اور رزق کی تاخیر تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اسے اللہ کی معصیت کے ذریعے تلاش کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

(iii) فرشتہ نبی ﷺ کے لئے آدمی کی شکل اختیار کرکے آپ ﷺ کو مخاطب کرتا پھر جو کچھ وہ کہتا آپ اسے اختیار کر لیتے، اس صورت میں کبھی کبھی صحابہ بھی فرشتہ کو دیکھتے تھے۔

(iv) آپ ﷺ کے پاس وحی گھنٹی کے ٹن ٹنانے کی طرح آتی تھی، وحی کی یہ سب سے سخت صورت ہوتی تھی، اس صورت میں فرشتہ آپ ﷺ سے ملتا تھا اور وحی آتی تھی تو سخت جاڑے کے زمانے میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ پڑتا تھا، اور آپ اونٹنی پر سوار ہوتے تو وہ زمین پر بیٹھ جاتی، ایک بار اس طرح وحی آئی کہ آپ ﷺ کی ران سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی ران پر تھی، تو ان پر اس قدر گراں بار ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ ران کچل جائے گی۔

’’ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان سے سیدنا سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے مروان بن حکم بن عاص کو مسجد میں دیکھا پھر میں ان کے پاس آیا اور ان کے پہلو میں بیٹھ گیا، انہوں نے مجھے خبر دی اور انہیں زید بن ثابت نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ آیت لکھوائی ’’مسلمانوں میں سے گھر بیٹھ رہنے والے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوسکتے۔‘‘ ابھی آپ یہ آیت لکھوا رہے تھے کہ سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے اور عرض کیا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں جہاد میں شرکت کرسکتا تو یقیناً جہاد کرتا۔ وہ اندھے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وحی اتاری آپ کی ران میری ران پر تھی شدت وحی کی وجہ سے اس کا مجھ پر اتنا بوجھ تھا کہ مجھے اپنی ران کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہوگیا آخر یہ کیفیت ختم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ’’غیر اولی الضرر‘‘ کے الفاظ نازل کئے۔ (صحیح بخاری:4592) آپ ﷺ فرشتے کو اس کی اصلی اور پیدائشی صورت میں دیکھتے تھے اور اسی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کی حسب مشیت آپ کی طرف وحی کرتا تھا۔ یہ صورت آپ کے پاس دو مرتبہ پیش آئی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ النجم میں فرمایا ہے۔

(4) وحی جو آپ پر معراج کی رات نماز کی فرضیت وغیرہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمائی جب آپ آسمانوں کے اوپر تھے۔

(5) فرشتے کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے آپ سے حجاب میں رہ کر براہ راست گفتگو کرتے جیسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی تھی، وحی کی یہ صورت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نص قرآنی سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ (الرحیق المختوم:103)

(6)﴿اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ ''یا پردے کے پیچھے سے'' جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے رب العزت نے کلام کیا۔

(7)﴿اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا﴾ ''یا یہ کہ وہ کوئی رسول بھیجے'' یعنی وہ کسی پیغام لانے والے فرشتے کو بھیجتا ہے مثلاً سیدنا جرائیل علیہ السلام کو یا فرشتوں میں سے کسی فرشتے کو۔

(8)﴿فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ﴾ ''پھر وہ اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے'' یعنی فرشتہ اپنی مرضی سے نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اس کے اذن سے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ وحی کو القا کرتا ہے۔

(9)﴿اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ﴾ ''یقیناوہ بے حد بلند، کمال حکمت والا ہے'' بے شک وہ، اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف میں بہت بلند اور افعال میں بہت عظیم ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے اور تمام مخلوق اس کی مطیع ہے۔ (تفسیر سعدی:2465/3)

سوال 2: وحی الٰہی کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

جواب: (1) دل میں کسی بات کا ڈالنا یا خواب کے ذریعے آگاہ کر دینا۔ (2) پردے کے پیچھے سے کلام کرنا جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کیا گیا۔

(3) فرشتے کے ذریعے پیغام بھیجنا جیسے سیدنا جبرئیل علیہ السلام پیغمبروں کے پاس وحی لے کر آتے تھے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العلی اور حکیم کو کیسے سمجھایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے وحی کے نزول کے حوالے سے سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ العلی ہے ناممکن ہے کہ کسی بندے سے کلام کرے مگر یہ کہ پردے کے پیچھے سے یا فرشتے کے ذریعے سے یا دل میں بات ڈال کر۔

(2) اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ انسانوں کے لئے وحی بھیجتا ہے تا کہ وہ اپنی زندگی کو اپنی فطرت کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں'' (52)

سوال1:﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں'' قرآن مجید وحی کے ذریعے نازل ہوا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح کی وحی کی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے روح یعنی قرآن مجید کو عظیم وحی کے ذریعے محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔قرآن سے دلوں اور روحوں کو زندگی ملتی ہے۔

(2)﴿مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ﴾ ''آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟'' آپ تو کتاب یعنی قرآن مجید اور ایمان کو جانتے نہیں تھے۔(3) ایمان سے مراد عقیدہ اور عمل ہے۔(ایسر التفاسیر 1412)

(4) نبی ﷺ کے پاس پہلی کتابوں کا علم نہیں تھا نہ آپ پہلی شریعتوں پر ایمان رکھتے تھے۔آپ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ پر کتاب یعنی قرآن مجید نازل ہوا۔

(5)﴿وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ ''لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں'' یعنی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نور بنا کر بھیجا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو ہدایت کے راستے پر چلاتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھا پن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت:44)

(6)﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں'' اے محمد ﷺ آپ صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔اس کی ترغیب دلاتے ہیں اور اس پر چلنے والوں کو بشارتیں دیتے ہیں۔اور اس کو چھوڑنے والوں کو ڈراوے دیتے ہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے روح یعنی قرآن کو کیسے اتارا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے روح یعنی قرآن کو اتارا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعے اُسی کو ہدایت دیتے ہیں جس کے اندر تڑپ اور طلب ہوتی ہے۔

(2) جو قرآن مجید کو ہدایت حاصل کرنے کی نیت سے پڑھتے ہیں اور غور فکر کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لیے ہدایت کے راستے پر چلنا آسان کر دیتے ہیں۔

﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾

’’اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سن لو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں‘‘ (53)

سوال1: ﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾ ’’اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سن لو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ ’’اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف وہ ذات کہ سب کچھ اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے‘‘ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ یہ راستہ ہے جو جنت تک، رب العزت تک پہنچاتا ہے۔

(2) یہ اسی ہستی کا بنایا ہوا راستہ ہے جو کائنات کا بادشاہ اور مختار کل ہے۔ کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔

(3) ﴿اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ﴾ ’’سن لو! سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں‘‘ تمام کاموں کا انجام اچھے ہوں یا برے یہ کہ وہ اسی کے پاس جائیں گے وہی ہے جو فیصلے کرے گا۔ اچھا عمل ہوگا تو اچھا بدلہ اور برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔ وہ بلند و برتر ساری بڑائیوں والا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی نسبت اپنی طرف کی ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) صراط مستقیم کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے اس سے اس راستے کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ نجات کا واحد راستہ ہے۔

(3) اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ یہ زمین و آسمان کے ملک کا راستہ ہے۔

﴿ ایاتها ۸۹ ﴾ ﴿ ۴۳ سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ ۶۳ ﴾ ﴿ رکوعاتها ۷ ﴾

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس میں 7 رکوع اور 89 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 43 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 63 ہے۔

رکوع نمبر 7

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾

﴿حٰمٓ﴾

''حٰمٓ''(1)

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ ''ح۔م۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿حٰمٓ﴾ یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔

﴿وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾

''قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے''(2)

سوال1: ﴿وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے'' قرآن عظیم کتاب ہے جس کے بیانات سلجھے اور کھلے ہوئے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''قسم ہے اس کتاب کی جو کھول کر بیان کرنے والی ہے'' اللہ رب العزت نے قرآن عظیم کی قسم کھائی ہے کہ یہ واضح کتاب ہے جو دنیا و آخرت کی ہر اس چیز کو واضح کرتی ہے۔ جس کی انسانوں کو ضرورت ہے۔

(2) قرآن کے مضامین سلجھے اور کھلے ہوئے ہیں۔ یہ گمراہی کے راستے سے نکال کر ہدایت کے راستے پر کرتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین پر قسم کیوں کھائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قسم اس بات پر کھائی ہے کہ قرآن مجید کو عربی زبان میں بنایا ہے تاکہ تم سمجھو۔ یعنی جو حقائق اس کتاب میں بیان کئے

گئے ہیں اسے تمہاری زبان میں اس لئے پیش کیا گیا ہے تا کہ تم عقل سے کام لو۔

﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

''یقیناہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے تا کہ تم سمجھو'' (3)

سوال 1: ﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے تا کہ تم سمجھو'' قرآن مجید کے نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگ اس میں غور وفکر کر کے اس کی نصیحت کو قبول کریں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ''یقیناہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کو سب سے زیادہ زور بیان والی زبان میں، سب سے واضح اور فصیح زبان میں نازل فرمایا جیسا کہ فرمایا: ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ ''واضح عربی زبان میں۔'' (الشعراء:195)

(2) ﴿لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تا کہ تم سمجھو'' عربی زبان میں نازل کرنے کی حکمت بیان فرمائی یہ کہ تم اس کے الفاظ کو آسان سمجھو، اس کے معنیٰ کو ذہن سے قریب پاؤ تو سمجھ سکو۔

(3) قرآن مجید نازل کرنے کی غرض نصیحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل اس لیے فرمایا تا کہ لوگ آسان زبان کی وجہ سے نصیحت قبول کرلیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھا پن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (حم السجدہ:44)

(4) کیونکہ عربی تمہاری مادری زبان ہے تمہارے ذریعہ سے دنیا کی قومیں اس کتاب کو سیکھیں گی۔ (تفسیر عثمانی:568/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو عربی زبان میں کیوں نازل کیا؟

جواب: (1) قرآن حکیم کے اولین مخاطب عرب تھے۔

(2) عربی دنیا کی فصیح ترین زبان ہے۔ انسانی زبانوں میں سے فصیح ترین زبان میں ہی کلام اللہ کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

(3) قرآن مجید کو عربی زبان میں اس لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ لوگ اپنی زبان میں زیادہ اچھے انداز میں سمجھ سکیں۔

﴿وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾

''اور یقیناوہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے یقیناوہ بہت بلند، کمال حکمت والا ہے'' (4)

سوال 1: ﴿وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ ”اور یقیناً وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے یقیناً وہ بہت بلند، کمال حکمت والا ہے“ قرآن اونچے درجے والی عالی شان کتاب لوح محفوظ میں محفوظ ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا﴾ ”اور یقیناً وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس ہے“ ام الکتب (تمام کتابوں کی اصل کتاب) یعنی لوح محفوظ دوسری آیت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے فرمایا ہے ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور جس مخلوق کو آئندہ پیدا کرنا چاہتا تھا اس کو لکھ دینے کا قلم کو حکم دیا اس کے بعد آپ نے پڑھا ﴿وانہ فی ام الکتب﴾ (تفسیر مظہری: 235/10)

(2) ﴿لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ ”یقیناً وہ بہت بلند، کمال حکمت والا ہے“ رب العزت نے قرآن مجید کی قدر و منزلت بیان فرمائی ہے کہ یہ بڑے فضل اور شرف کی حامل کتاب ہے۔ اس کتاب میں کوئی ایسا حکم نہیں جو حکمت پر مبنی نہ ہو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (۱۱) فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ (۱۲) فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ (۱۳) مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ (۱۴) بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ (۱۵) كِرَامٍ بَرَرَةٍ (۱۶)﴾ ”ہرگز نہیں! یقیناً یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اس کو یاد رکھے۔ ان صحیفوں میں ہے جو قابل احترام ہیں، بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں۔ ایسے کاتبوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔“ (عبس: 11-16)

(4) ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۹۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (۱۹۴) بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (۱۹۵) وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (۱۹۶)﴾ ”اور بلاشبہ جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔ اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔ آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ واضح عربی زبان میں۔ اور بلاشبہ وہ یقیناً پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔“ (الشعراء: 192-196)

(5) ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (۷۷) فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ (۷۸) لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۷۹) تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۸۰)﴾ ”یقیناً وہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔“ (الواقعۃ: 77-80)

سوال 2: قرآن مجید کی عظمت، شان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ (1) قرآن مجید لوح محفوظ میں ہے۔

(2) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ اور حکمت والی کتاب ہے۔

سوال 3: قرآن مجید کی حکمت اور بلند مرتبہ ہونے کا تذکرہ کس مقصد کے لئے کیا گیا؟

جواب: (1) قرآن مجید کی حکمت اور بلند مرتبہ ہونے کا تذکرہ اس اعتبار سے کیا گیا تاکہ اہل زمین بھی اس کو اہمیت دیں۔

(2) اس کا تذکرہ اس لئے کیا گیا تا کہ زمین والے اس سے ہدایت حاصل کریں۔

سوال 4: قرآن حکیم کا بلند اور پُرحکمت ہونا کس چیز کا ثبوت ہے؟

جواب: (1) قرآن حکیم کا بلند اور پُرحکمت ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔

(2) قرآن حکیم کے مضامین کی غیر معمولی عظمت اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔

﴿اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ﴾

''تو کیا ہم تم سے نصیحت کو روک دیں، اعراض کرتے ہوئے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو؟'' (5)

سوال 1: ﴿اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ﴾ ''تو کیا ہم تم سے نصیحت کو روک دیں، اعراض کرتے ہوئے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا﴾ ''تو کیا ہم تم سے نصیحت کو روک دیں، اعراض کرتے ہوئے'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے رسول بھیجے اور تمہاری سرکشی کے باوجود تمہیں نہیں چھوڑا۔ اگر ایسا ہوتا کہ اس امت کے پہلے لوگوں کے انکار پر قرآن اسی وقت اٹھا لیا جاتا تو ساری دنیا برباد ہو جاتی یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے نافرمانوں کے انکار کے باوجود نصیحت کرنا بند نہیں کیا تا کہ نہ ماننے والوں پر حجت قائم ہو جائے اور قبول کرنے والے اسے قبول کر لیں۔

(2) ﴿اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ﴾ ''کہ تم حد سے گزرنے والے ہو؟'' یعنی کیا تمہارے حد سے گزرنے، منہ موڑنے اور اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے تمہاری طرف نصیحت نازل کرنی چھوڑ دیں۔ اور تمہیں ادب نہ سکھائیں اور بغیر عذاب کے ہی چھوڑ دیں۔ یعنی ہم تو تم پر کتاب نازل کریں گے اور تم پر ہر چیز کو واضح کریں گے۔

سوال 2: ﴿اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ﴾ ''کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس لئے ہٹا لیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس لئے ہٹا لیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' اس سے مراد یہ ہے: کہ تمہارے (1) اسراف پر ہم تمہیں کچھ نہ کہیں در گزر کریں۔ (2) ہم تمہیں ہلاک کر دیں اور کسی چیز کا تمہیں حکم نہ دیں۔

(3) تم گناہوں میں منہمک ہو اور ان پر اصرار کرتے ہو اس لئے تمہیں یہ گمان ہے کہ ہم تمہیں نصیحت کرنا چھوڑ دیں گے۔ (ابن جریر)

(4) تم قرآن پر ایمان لانے والے نہیں ہو اس لئے ہم نزول قرآن کا سلسلہ بند کر دیں گے۔ (ابن کثیر)

سوال 3: لوگوں کے اعراض کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کیا کرم کیا ہے؟

جواب: لوگوں کے اعراض کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ذکر یعنی قرآن حکیم کی طرف دعوت دینے کا سلسلہ بند نہیں کر دیا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے ذکر کا سلسلہ کیوں نہیں بند کیا؟

جواب: ذکر کا سلسلہ اس لئے بند نہیں کیا گیا تا کہ جس نے ہدایت اپنانی ہے وہ اپنا لے اور جن کے لئے بدبختی لکھی جا چکی ان پر حجت قائم ہو جائے۔

﴿وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اور ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے'' (6)

سوال1: ﴿وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور ہم نے تم سے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے'' رب العزت نے قوم کے جھٹلانے پر نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ہم نے پہلی قوموں میں بھی اپنی سنت کے مطابق انبیاء بھیجے ہیں کیونکہ ہم انسانوں کو بے کار نہیں چھوڑتے۔ وہ انبیاء انہیں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے تھے۔ انہیں شرک سے روکتے تھے۔ اس کے مقابلے میں گزشتہ قوموں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں تباہ کر دیا وہ لوگ آپ ﷺ کے دور کے لوگوں سے زیادہ طاقت ور تھے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے کیا سلسلہ جاری کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نبوت کا سلسلہ جاری کیا اور بہت سے پیغمبر مبعوث فرمائے۔

﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

''اور اُن کے پاس جب کوئی نبی آتا تھا تو وہ اُس کا مذاق اُڑاتے تھے'' (7)

سوال1: ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور اُن کے پاس جب کوئی نبی آتا تھا تو وہ اُس کا مذاق اُڑاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور اُن کے پاس جب کوئی نبی آتا تھا تو وہ اُس کا مذاق اُڑاتے تھے'' رب العزت نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ غم نہ کریں۔ گزشتہ قوموں نے بھی اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا۔ انہوں نے بھی اپنے انبیاء کا مذاق اڑایا تھا۔

(2) یعنی جو کچھ آپ ﷺ کے ساتھ ہو رہا ہے وہی صورت حال گزشتہ انبیاء کے ساتھ بھی پیش آئی۔ ان کے پاس جو نبی بھی آیا وہ ان کی دعوت کا انکار کرتے رہے اور حق کے مقابلے میں تکبر کرتے ہوئے ان کا مذاق اڑاتے۔

سوال 2: پچھلی قوموں کا تذکرہ کیوں کیا گیا؟

جواب: اہل مکہ کو سبق دیا گیا کہ تم سے طاقتوروں کو رسولوں کے جھٹلانے پر ہلاک کر چکے۔ اگر آپ نے بھی ہمارے رسول کو جھٹلانے کا سلسلہ جاری رکھا تو آپ کو بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔

﴿فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''تو ہم نے انہیں بھی ہلاک کر دیا جو اِن سے زیادہ سخت پکڑ میں تھے اور پہلے لوگوں کی مثالیں گزر چکی ہیں'' (8)

سوال 1: ﴿فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''تو ہم نے انہیں بھی ہلاک کر دیا جو اِن سے زیادہ سخت پکڑ میں تھے اور پہلے لوگوں کی مثالیں گزر چکی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ ''تو ہم نے انہیں بھی ہلاک کر دیا جو اِن سے زیادہ سخت پکڑ میں تھے'' یعنی زمین کے اندر وہ زیادہ طاقت والے، زیادہ ہمت والے تھے۔ وہ اپنے افعال اور آثار کے لحاظ سے زیادہ قوت والے تھے۔

(2) ﴿وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور پہلے لوگوں کی مثالیں گزر چکی ہیں'' یعنی قرآنی آیات میں پہلے ہلاک ہونے والوں کی صفات گزر چکی ہیں مثلاً قومِ نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور اصحاب مدین اور الٹائی گئی بستیاں کیا آپ ﷺ کی قوم کے لیے اس میں عبرت نہیں؟ کاش کہ وہ عبرت پکڑتے۔ (ایسر التفاسیر: 1414)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے، وہ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین کی یادگاروں میں ان سے زیادہ تھے۔ تو اُن کے کام نہ آیا جو وہ کمائی کرتے تھے۔'' (غافر: 82)

(4) ﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا؟ جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں بھی عطا نہیں کیا اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے سے بہتی تھیں، پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا۔'' (الانعام: 6)

(5) ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا۔'' (الزخرف: 56)

(6)﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔'' (الفتح:23)

(7) یعنی عبرت کے لئے ان مکذبین کی تباہی کی مثالیں آچکیں اور پہلے مذکور ہو چکیں جو زور و قوت میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکے تو تم کاہے کو مغرور ہوتے ہو۔ (تفسیر عثمانی:568/2)

سوال 2: پچھلی قوموں نے رسولوں کا مذاق اُڑایا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب: پچھلی قومیں اگرچہ اہل مکہ سے طاقتور تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾

''اور اگر یقیناً آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' (9)

سوال 1: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور اگر یقیناً آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات سمجھتے تھے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور اگر یقیناً آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' اللہ رب العزت نے یہ آیات مشرکوں کے اعمال اور قرآن سے ان کے اعراض پر نصیحت کے طور پر نازل فرمائی ہیں کیونکہ وہ خالق کے وجود کو مانتے ہیں۔

(2)﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ﴾ ''اور اگر یقیناً آپ اُن سے پوچھیں'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ اگر آپ ﷺ اپنی قوم کے مشرکوں سے پوچھیں۔

(3)﴿مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟'' یعنی کس نے ان کی تخلیق کی ابتدا کی، انہیں وجود بخشا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ ''اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ

نے۔آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔'' (الزمر:38)

(4)﴿لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾ ''تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے نے انہیں پیدا کیا'' یعنی کس نے ان کی تخلیق کی ابتدا کی، انہیں عزت اور علم والے نے تخلیق کیا ہے۔(ایسر التفاسیر:1414)

(5) تو یقیناً وہ کہیں گے۔ان کو اللہ وحدہ لاشریک نے پیدا کیا جو غالب ہے جس کے غلبہ کے سامنے اولین وآخرین تمام مخلوقات اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ سرنگوں ہیں۔ جب وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا، اس کی بیوی اور اس کے شریک کیسے ٹھہراتے ہیں؟ اور ان ہستیوں کو اس کا شریک کیوں قرار دیتے ہیں جو پیدا کرسکتی ہیں نہ رزق عطا کرسکتی ہیں اور نہ زندگی اور موت ان کے اختیار میں ہے؟ (تفسیر سعدی:3/2468)

سوال2: مشرکین مکہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو خالق تسلیم کرتے تھے پھر شرک کیوں کرتے تھے؟

جواب: مشرکین اللہ تعالیٰ کو خالق جانتے تھے لیکن ایسی صفات کو جو زندگی پر مثبت اثرات ڈالیں ان سے ناواقف تھے۔قرآن مجید نے ایسی صفات سے واقفیت دلائی ہے کہ اس کے بعد انہیں شرک کی ضرورت پیش نہ آئے۔

سوال3: اللہ توالیٰ کی صفات العزیز اور العلیم کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ اپنے علم کی وجہ سے اپنی مخلوقات پر غلبہ رکھتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہے فیصلے کرسکتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ العلیم ہے مخلوقات کو ان کی ضروریات کو، ان کے میلانات کو، چھپے ہوئے خیالات کو وہ جانتا ہے۔اس لئے وہ ہر طرح کی ضروریات کو پورا کرسکتا ہے۔

﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

''وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تاکہ تم ہدایت پاؤ'' (10)

سوال: ﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ ''وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تاکہ تم ہدایت پاؤ'' اللہ تعالیٰ نے زمین کو آرام دہ قرارگاہ بنایا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا﴾ ''وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا'' اللہ رب العزت نے زمین کی

اشیاءکودلیل بنایاہےجواس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

(2)اس نے زمین کوجھولے کی طرح آرام دہ بنایااس نے زمین کوایسی قرارگاہ بنایاجوساکن منجمداورمضبوط ہے،جس پرانسان چلتاپھرتا،سوتا جاگتا،اٹھتابیٹھتااوررہتاسہتاہے۔زمین خودپانی پرہے۔سربفلک پہاڑوں کی میخیں اس میں نصب کردی گئیں تاکہ اس کی حرکت سے انسان کےعیش وآرام میں خلل نہ پڑے۔

(3)گہوارہ میں بچہ بڑےآرام سے جھولے لیتاہے،آرام کرتااورسوتاہے۔اس لیے کہ جھولے کی رفتارمیں یکسانیت ہوتی ہے۔بالکل یہی صورت زمین کی ہے جوایک بہت بڑاعظیم الجثہ کرہ ہے۔اورفضائےبسیط میں معلق ہزارہامیل فی منٹ کی تیزرفتاری سے محوگردش ہے۔مگراس کی اس تیزرفتاری میں بھی یکسانیت ہے۔جس کی وجہ سے تمہیں اس کی یہ حرکت محسوس تک نہیں ہوتی اگراس کے اندرسے کوئی آتش فشاں پہاڑ یاآتش گیرمادہ پھٹ پڑےاوراس میں زلزلہ پیداہوجائےتواسی وقت تمہاری جان پربن جاتی ہے۔(تیسیرالقرآن:155/4)

(4)﴿وَّجَعَلَ لَكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا﴾''اورتمہارے لیےاس میں راستے بنائے''یعنی تمہارے لیےاس نے آسان راستے بنادیئے ایک دوسرے کےساتھ ملے ہوئے پہاڑی سلسلےاوران کے درمیان گزرگاہیں بنادیں۔تم اپنی تجارت اورمعاش کے لیےان سے گزرکرملکوں ملکوں جاتے ہو۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ وَاَنۡهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ﴾''اوراس نے زمین میں پہاڑگاڑدیئے کہ تمہیں لےکرڈگمگانے نہ لگےاوراس میں دریااورراستے بنادیئےتاکہ تم ہدایت پاؤ''(النحل:15)

(6)﴿لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ﴾''تاکہ تم ہدایت پاؤ''تاکہ تم اپنے سفروں کے درمیان گم نہ ہوجاؤ۔تم اپنے راستے کے لیےراہ نمائی پاؤاور چل پھرکردنیاوآخرت کی کامیابی حاصل کریں۔

﴿وَالَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ‌ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا‌ ۚ كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ﴾

''اوروہ جس نے ایک اندازے کےساتھ آسمان سے پانی اُتاراپھرہم نے اُس کےساتھ مُردہ شہرکوزندہ کردیا، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے''(11)

سوال1:﴿وَالَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ‌ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا‌ ۚ كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ﴾''اوروہ جس نے ایک اندازے کےساتھ آسمان سے پانی اُتاراپھرہم نے اُس کےساتھ مُردہ شہرکوزندہ کردیا،اسی طرح تم نکالے جاؤ گے''زندگی بعدموت کی دلیل کوآیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ﴾''اوروہ جس نے ایک اندازے کےساتھ آسمان سے پانی اُتارا''یعنی پانی جیسی

نعمت رب العزت ایک اندازے کے مطابق بارش برسا کر عطا کرتا ہے کہ تمہاری زراعت کو فائدہ پہنچے، پھلوں کی دولت ملے، تم اور تمہارے جانور میٹھا پانی پئیں۔ یہ پانی نہ تو کم ہوتا ہے کہ فائدے نہ ملیں نہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ نقصان پہنچے۔ اس پانی کے ذریعے اللہ تعالیٰ زمین کو سخت ہونے سے بچا لیتا ہے۔

(2)﴿فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ ''پھر ہم نے اُس کے ساتھ مُردہ شہر کو زندہ کر دیا'' بارش ہی تو ہے جس سے اجڑی ہوئی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے باغات لہلہا اٹھتے ہیں۔ لذیذ اور خوش ذائقہ پھل پیدا ہوتے ہیں۔

(3)﴿كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ ''اسی طرح تم نکالے جاؤ گے'' ایک دن اسی طرح قبروں سے اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ کی رحمت کے آثار دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتا ہے؟ بلاشبہ وہ مردوں کو یقیناً زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الروم:50)

(4)﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (١٧) ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا (١٨)﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اگایا ہے، خاص طریقے سے اگانا۔ پھر وہ تمہیں اس میں لوٹائے گا اور تمہیں نکالے گا خاص طریقے سے نکالنا۔'' (نوح:17،18)

(5)﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ (٩) وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (١٠) رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾ ''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیے۔ اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں۔ جو بندوں کے لیے رزق ہے اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کر دیا، اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا۔'' (ق:9-11)

سوال 2: اگر پانی اندازے کے مطابق نازل نہ کیا جاتا تو کیا ہوتا؟

جواب: پانی اگر بے اندازہ نازل ہوتا تو کم ہونے کی صورت میں ضروریات پوری نہ ہوتیں اور زیادہ ہونے کی صورت میں سیلاب آ جاتے۔

سوال 3: بارش سے زمین پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: بارش سے زندگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔

سوال 4: انسانوں کو کیسے قبروں سے نکالا جائے گا؟

جواب: جیسے مردہ زمین پانی پی کر پھبک اُٹھتی ہے ایسے ہی مردوں (انسانوں) کو زمین سے نکالا جائے گا۔

﴿وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ﴾

''اور وہ جس نے سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو'' (12)

سوال 1: ﴿وَالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ﴾ ''اور وہ جس نے سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے اور سواریاں بنائیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا﴾ ''اور وہ جس نے سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا'' اللہ رب العزت نے ہر چیز کے جوڑا جوڑا بنانے کو توحید کے لیے دلیل بنایا ہے کہ دیکھو زمین اور آسمان کا جوڑا ہے، رات اور دن کا جوڑا ہے، خیر اور شر کا جوڑا ہے، خوشی اور غم کا جوڑا ہے، صحت اور بیماری کا جوڑا ہے، عدل اور ظلم کا جوڑا ہے اور وہ تمام اشیاء جو زمین سے اگتی ہیں ان کا جوڑا ہے اور وہ اشیاء جن کا انسان کو علم نہیں ان کا بھی جوڑا جوڑا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے۔ اس کے سوا کوئی ایک نہیں۔

(2) ﴿وَجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ﴾ ''اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو'' اللہ رب العزت نے انسان کے لیے سواریاں بنائیں تا کہ انسان اپنے دور دراز کے سفر طے کر سکے۔

(3) یہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کی آخری دلیل ہے جو اس کے وجود، اس کی قدرت، اس کے علم پر دلیل ہے جو اس کی الوہیت کو واجب کرتی ہے جب اس نے لوگوں کے لیے کشتیاں بنائیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں اور سواری کے جانور مثلاً اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ۔ (ایسر التفاسیر: 1415)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً ؕ وَيَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''اور گھوڑے، خچر اور گدھے، تا کہ تم ان پر سواری کرو اور زینت کے لیے، اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔'' (النحل: 8)

(5) اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں میں اور بھی فوائد رکھے ہیں انسان کچھ جانوروں کا دودھ پیتا ہے، کچھ اس کی سواری کے کام آتے ہیں کچھ جانور سامان اٹھا کر لے جاتے ہیں اور کچھ جانوروں پر سوار ہو کر تم لمبے لمبے سفر طے کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہی سمندری سفر کے لیے کشتیاں اور فضائی سفر کے لیے جہاز اور خشکی کے سفر کے لیے جانور بنائے۔ دنیا بھر کی نعمتیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے جوڑے کس بنیاد پر بنائے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے تذکیر و تانیث کے اعتبار سے جوڑے بنائے۔ زندگی میں زوجیت کا نظام بالکل ظاہر ہے جسے نر اور مادہ کی صورت میں تقسیم کیا ہے۔

سوال 3: کشتیوں اور جانوروں کو انسانوں کی سواری بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی قوتیں تمہارے لئے مسخر کر دی ہیں تا کہ انسان شکر گزار بنیں۔

﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ﴾

''تا کہ تم اُن کی پشتوں پر جم کر بیٹھو، پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اُن پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے'' (13)

سوال 1: ﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ﴾ ''تا کہ تم اُن کی پشتوں پر جم کر بیٹھو، پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اُن پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے'' سواری پر بیٹھنے کے آداب اور دعا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ﴾ ''تا کہ تم اُن کی پشتوں پر جم کر بیٹھو'' سواری پر بیٹھنے والوں کو رب العزت نے ادب سکھایا ہے کہ سواریوں کی پشت پر چڑھو تو جم کر بیٹھو۔

(2) سواریوں کی پشت میں جانوروں کی پشت، ان کا پیٹ اور کشتیوں کی پشت بھی شامل ہے۔

(3) ﴿ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ﴾ ''پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اُن پر جم کر بیٹھ جاؤ'' یعنی جب سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرو کہ اس نے کیسے طاقت ور سواریاں تمہاری فرماں بردار بنا دیں۔

سیدنا علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا کہ سوار ہونے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے سواری لائی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب اپنا پاؤں رکاب میں ڈال لیا تو کہا: بسم اللہ پھر جب ٹھیک طرح سے اس پر بیٹھ گئے تو کہا: ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے تابع کیا اور ہم خود اس کو تابع کرنے والے نہ تھے، اور بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں'' پھر کہا: الحمد للہ تین بار۔ پھر کہا: اللہ اکبر تین بار۔ پھر کہا: ''اے اللہ! تو پاک ہے میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو مجھے معاف فرما دے، بلاشبہ تیرے سوا اور کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش سکے۔ پھر آپ ہنسے۔ آپ سے کہا گیا: امیر المؤمنین! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ نے ایسے ہی کیا تھا جیسے کہ میں نے کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے (بھی) تھے، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بلاشبہ تیرے رب کو اپنے بندے پر تعجب آتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے: (الٰہی!) میرے گناہ بخش دے، بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا۔ (ابوداؤد: 3446) (4) ﴿وَتَقُوْلُوْا﴾ ''اور کہو'' یعنی تم یہ دعا کرو۔

(5)﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے'' یعنی جس ذات نے ان سواریوں کو ہمارے لیے بے بس کر دیا وہ پاک ہے۔ اگر وہ ان کو ہمارے لیے مسخر نہ کرتا تو ہم طاقت اور قدرت نہیں رکھتے تھے کہ انہیں زیر کر سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمارے لیے سواریاں مسخر کر دیں وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اسی کے لیے نماز، اسی کے لیے رکوع، اسی کے لیے سجدے کیے جائیں اسی سے دعائیں کی جائیں۔

(6) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے کہ جب تم کشتیوں پر سوار ہو جاؤ تو کہو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَالَ ارْكَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''اور نوح نے کہا کہ سوار ہو جاؤ اس میں، اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا بھی ہے اور اس کا ٹھہرنا بھی، یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا ہے، نہایت رحم والا ہے۔'' (ہود:41) جب تم اونٹ پر سوار ہو تو یہ دعا کرو ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے'' اور اسی نے تمہیں تعلیم دی کہ جب تم کشتی اور جانور سے اترو تو کہو: ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْنَا مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ ''اے اللہ! ہمیں اتارنا کہ برکت والا اتارنا ہو اور تو بہترین اتارنے والا ہے۔'' (جامع البیان:56/25)

سوال 2: جانوروں کی پیٹھ پر بیٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا کیا مطالبہ ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا مطالبہ یہ ہے کہ انسان اپنے رب کی نعمت کو یاد کرے اور شکر ادا کرے۔

(2) انسان اپنے رب کے سامنے اعتراف کرے ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لیے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے'' اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں''۔

سوال 3: اس اعتراف کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا حالانکہ ہم اس پر قابو پانے کی قوت نہ رکھتے تھے؟

جواب: (1) انسان کے شعور میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سواریاں ہمارے بس میں کی ہیں۔ ہماری قوت نہیں اللہ تعالیٰ کی قوت ہے۔

(2) اس طرح انسان تکبر سے بچ جاتا ہے۔

﴿وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾

''اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں'' (14)

سوال1: ﴿وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں'' یعنی اس سفر کے ساتھ سفر آخرت کو یاد کرلو کہ ہم مرنے کے بعد لوٹ کر آپ کے پاس واپس جانے والے ہیں۔

(2) نبی ﷺ سواری پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے پھر ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے تابع کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو کرنے والے نہ تھے۔ اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ضرور پلٹنے والے ہیں۔'' پھر یہ دعا پڑھتے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ﴾ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے سفر میں نیکی کا اور ایسے عمل کا جسے تو پسند کرتا ہے سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! اس سفر کو ہم پر آسان کردے اس کی دوری کو لپیٹ دے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور گھر والوں کا نگران ہے۔ اے اللہ! سفر کی سختی سے، برے مناظر سے اور واپسی پر مال اور گھر میں بری تبدیلی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (مسلم:3275)

سوال2: سواری کا رخ موڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسان کا ذہن کیسے اپنی طرف موڑ دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذہن میں سواریوں کے توسط سے یہ بات بٹھائی ہے کہ لوٹ کر رب کے پاس جانا ہے۔

﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور اُن لوگوں کو اُس کے بندوں میں سے اُس کا جز بنا ڈالا، یقیناً انسان بلاشبہ ناشکرا ہے'' (15)

سوال1: ﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور اُن لوگوں کو اُس کے بندوں میں سے اُس کا جز بنا ڈالا، یقیناً انسان بلاشبہ ناشکرا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے مشرکوں کے قول کی قباحت بیان کی ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کا جز بنا ڈالا یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے رکھا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ بے نیاز ہے، نہ اس کی بیوی ہے نہ بیٹا، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

(2) ﴿وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا﴾ ''اور اُن لوگوں کو اُس کے بندوں میں سے اُس کا جز بنا ڈالا'' اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے بندے ہیں اور بندگی اولاد ہونے کے منافی ہے بیٹا اپنے والد کا جز ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے علیحدہ ہے وہ اپنی صفات کمال اور نعوتِ جلال میں تمام مخلوق سے الگ ہے جب کہ بیٹا والد کا جز ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا محال ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2470،2471)

(3)﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''یقیناً انسان بلاشبہ ناشکرا ہے'' یعنی انسان اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا پھر وہ اس کے بندوں کو اس کا جز بنا دیتا ہے۔ یقیناً انسان کثیر الکفر ہے۔(ایسر التفاسیر:1416)

(4) انسان کا کفران نعمت واضح ہے اگر وہ غور و فکر کرے تو سمجھ لے گا۔(جامع البیان:58/25)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝٤ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝٥﴾ ''اور ان لوگوں کو وہ ڈرائے جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد بنالی ہے'' انہیں اس بات کا کوئی علم نہیں اور نہ ہی ان کے باپ دادا کو۔ بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ صرف جھوٹ ہی کہتے ہیں۔(الکھف 5،4)

سوال 2: انسان کھلا ناشکرا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: انسان اللہ تعالیٰ کے انعامات کو کسی اور میں دیکھتا ہے یا کسی اور کے نام منسوب کر کے اس کے لئے شکر گزار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کو تسلیم نہیں کرتا یوں کھلم کھلا ناشکری کرتا ہے جس کا شکوہ رب العزت نے کیا ہے۔

رکوع نمبر 8

﴿اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ﴾

''کیا اُس نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے اور تمہیں بیٹوں کے لیے چن لیا ہے؟''(16)

سوال 1:﴿اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ﴾ ''کیا اُس نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے اور تمہیں بیٹوں کے لیے چن لیا ہے؟'' کفار نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنایا اس کی حقیقت آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ﴾ ''کیا اُس نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے اور تمہیں بیٹوں کے لیے چن لیا ہے؟'' مشرکوں نے یہ سمجھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں حالانکہ لڑکیاں کمزور ترین صفت ہے اور ان کی نگاہوں میں پست اور ذلیل ہیں اسی لیے وہ اپنے لیے بیٹوں کے امیدوار رہتے ہیں رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝٢١ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝٢٢﴾ ''کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ تب تو یہ بڑی ناانصافی کی بات ہے۔''(النجم:22،21)

(2) یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہوں اور وہ ان کو بیٹے عطا کر کے فضیلت دے دے۔ اس طرح تو مخلوق اللہ تعالیٰ سے افضل ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا تر ہے رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝١٥١ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝١٥٢ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۝١٥٣ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝١٥٤﴾ ''سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت

باتیں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا اور بلاشبہ یقیناوہ جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیاں پسند کی ہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (الصفّٰت:151-154)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہرانے کے عقیدے کی خرابی کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کو واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہراتے ہیں حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو کیا ایسا ہی ہوتا کہ اس کے یہاں لڑکیاں ہوتیں اور تمہیں وہ لڑکے عطا کرتا۔

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾

''اور جب اُن میں سے کسی کو اُس چیز کی خوش خبری دی جائے جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے'' (17)

سوال 1: ﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾ ''اور جب اُن میں سے کسی کو اُس چیز کی خوش خبری دی جائے جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ﴾ ''اور جب اُن میں سے کسی کو اُس چیز کی خوش خبری دی جائے جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے'' یعنی بیٹی کی خبر سن کر جن کے چہروں پر سخت ناپسندیدگی اور ناراضگی کی وجہ سے سیاہی چھا جاتی ہے انہیں فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں مقرر کرتے حیا نہیں آتی کہ بیٹی کے نام سے خود تو زمین میں گڑ جائیں اور بیٹی کو زندہ درگور کرنے کی فکر کریں اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں مقرر کرتے ہوئے انہیں خیال تک نہیں آتا کہ جسے اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے کیوں مقرر کرتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ (۵۷) وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (۵۸) يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۵۹)﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ پاک ہے اس کی ذات! اور ان کے لیے وہی (بیٹے) ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ اس خوش خبری کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ کیا ذلت کے باوجود ہی اُسے رکھ چھوڑے یا اُسے مٹی میں دبا دے؟ سُنو! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' (النحل:57-59)

(3) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ سے اپنی پیٹھ لگائے ہوئے کھڑے ہو کر یہ سنا، اے قریش کے لوگو! اللہ کی قسم میرے سوا اور کوئی تمہارے یہاں دین ابراہیم پر نہیں ہے اور زید بیٹیوں کو زندہ نہیں گاڑتے تھے اور ایسے شخص سے جو اپنی بیٹی کو مار ڈالنا چاہتا کہتے اس کی جان نہ لے اس کے تمام اخراجات کا ذمہ میں لیتا ہوں، چنانچہ اس لڑکی کو اپنی پرورش میں رکھ لیتے جب وہ بڑی ہو جاتی تو اس کے بعد اسے کہتے اب اگر تم چاہو تو میں تمہاری لڑکی کو تمہارے حوالے کر سکتا ہوں اور اگر تمہاری مرضی ہو تو میں اس کے تمام کام پورے کر دوں گا۔ (بخاری: 3828)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے لڑکی کی پیدائش پر مشرکین کے ردعمل سے کیسے اس عقیدے کی خرابی کو واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو آئینہ دکھایا ہے کہ دیکھو لڑکی کی پیدائش پر تمہارا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور غمگین ہو جاتے ہو کہ تمہارا اولاد کے بارے میں کوئی اختیار نہیں۔ اسی کو رب کے نام منسوب کرتے ہو جو صاحب اختیار ہے اگر اس کے اولاد ہوتی تو پھر کیا لڑکیاں ہی ہوتیں؟

﴿اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ﴾

''اور کیا جس کی زیوروں میں پرورش کی جاتی ہے اور جو جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے؟'' (18)

سوال 1: ﴿اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ﴾ ''اور کیا جس کی زیوروں میں پرورش کی جاتی ہے اور جو جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ﴾ ''اور کیا جس کی زیوروں میں پرورش کی جاتی ہے'' یعنی وہ جو اپنے حسن و جمال کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہیں اور زیورات سے آرائش کرتی ہیں۔

(2) ﴿وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ﴾ ''اور جو جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے؟'' یعنی بحث اور جھگڑے کے موقع پر وہ اپنے مافی الضمیر کو کھول کر بیان نہیں کر سکتی مشرک اسے اللہ تعالیٰ سے کیسے منسوب کر سکتے ہیں۔

سوال 2: عورتوں کی زینت اور زیورات میں پرورش سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ شعور ملتے ہی عورت کی توجہ حسن اور خوبصورتی میں اضافہ کرنے والی چیزوں کی طرف ہو جاتی ہے یعنی عورت طبعاً آرائش پسند ہوتی ہے۔

سوال 3: عورت بحث و تکرار میں اپنا مدعا بیان نہیں کر سکتی، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ فریق مخالف کے دلائل کا توڑ نہیں کر سکتی یعنی مقابلے کے وقت پر زور انداز میں کلام نہیں کر پاتی۔

سوال 4: عورت صحیح طریقے سے اپنی بات کیوں نہیں واضح کر سکتی؟

جواب: عورت اپنے فطری حجاب کی وجہ سے اپنا مدعا واضح نہیں کر سکتی۔

سوال 5: اسلام میں ان خصوصیات کی بنیاد پر مرد اور عورت کے درمیان ذمہ داریوں کی تقسیم کیسے کی گئی ہے؟

جواب: اسلام میں ذمہ داریوں کی تقسیم یوں ہے کہ مرد بیرونی کام کا ذمہ دار ہے اور عورت اندرونی کام کی ذمہ دار ہے۔

﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْــَٔلُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟ کیا اُن کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی اُن کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا'' (19)

سوال 1: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْــَٔلُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟ کیا اُن کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی اُن کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا﴾ ''اور اُنہوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟'' مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی فرشتوں کو عورتیں سمجھ لیا ہے اور انہیں بندگی کے مرتبے سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بعض صفات میں اس کا شریک بنایا پھر ان کو مذکر سے مونث کے درجے پر لے آئے۔ رب العزت نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر جھوٹ باندھنے والوں کے جرم کو ظاہر کر دیا۔

(2) ﴿اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ﴾ ''کیا اُن کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟'' اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوے کا رد کرنے کے لیے ان سے سوال کیا کہ کیا تم ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے جو تم انہیں عورتیں بتاتے ہو؟ تو وہ اس وقت موجود نہیں تھے جب رب العزت نے فرشتوں کو بنایا پھر وہ ایسے معاملے میں کیسے بات کرتے ہیں جس کا انہیں کوئی علم نہیں۔

(3) ﴿سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْــَٔلُوْنَ﴾ ''ضرور ہی اُن کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا'' ان سے فرشتوں کی تخلیق کے موقع پر حاضری کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا اور اس گواہی پر انہیں سزا دی جائے گی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسْــَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ ''اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا، کیا ہم نے رحمن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے؟'' (الزخرف: 45)

سوال 2: مشرکین مکہ نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں بیٹیاں بنالیا اُن کے جھوٹے عقیدے کے دعوے کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے کیسے کھولا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ فرشتے رحمٰن کے بندے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ کیا ان فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ کیا ان کے جسم کی ساخت انہوں نے دیکھی ہے؟

(3) ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور انہیں جواب دہی کرنی ہوگی۔

سوال 3: جھوٹا عقیدہ رکھنے والوں کو جوابدہی کیوں کرنی پڑے گی؟

جواب: جھوٹا عقیدہ رکھنے والوں کو جزا کے لئے جواب دہی کرنی ہوگی اور ان کے پاس فرشتوں کے بنات اللہ ہونے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوگی۔

﴿وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم اُن بتوں کی عبادت نہ کرتے اُنہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' (20)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم اُن بتوں کی عبادت نہ کرتے اُنہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' مشرکوں کے اللہ تعالیٰ پر الزام کی حقیقت کو واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم اُن بتوں کی عبادت نہ کرتے'' اُنہیں مشرکوں نے فرشتوں کے بت بنائے ان بتوں کی پرستش کی اور یہ کہا کہ ہم ان کی عبادت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے کر رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کی وجہ سے ناراض ہوتا تو وہ ہمیں عبادت نہ کرنے دیتا چونکہ اللہ تعالیٰ رکاوٹ نہیں ہے اس لیے ان کی عبادت بالکل صحیح ہے۔

(2) فرشتوں کی عبادت کرنے کے لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بنایا۔ مشرکین ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بناتے چلے آئے ہیں۔ یہ عقلی اور شرعی طور پر فی نفسہ باطل دلیل ہے۔ کوئی عقل مند شخص تقدیر کی دلیل کو قبول نہیں کرسکتا۔ اگر وہ کسی حالت میں اس راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ رہا شرعی طور پر مشیت الٰہی کو دلیل بنانا تو اللہ تعالیٰ نے مشیت کی دلیل کو باطل ٹھہرا دیا ہے۔ مشرکین اور رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے سوا کسی نے مشیت الٰہی کو دلیل نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت قائم کردی ہے۔ اب بندوں کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہی۔ (تفسیر سعدی: 2472/3)

(3) ﴿مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾ ''اُن کو اس معاملے کا کوئی علم نہیں'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ بتوں کو کچھ معلوم نہیں ہے۔

(ابن ابی حاتم:3282/10) (4) ان کے پاس باپ دادا کی تقلید کے ماسوا کسی چیز کا کوئی علم نہیں۔

(5) ﴿اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''وہ محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' یعنی وہ صرف جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو جہالت ہی منتقل کرتے ہیں۔

سوال 2: اپنی گمراہی پر اللہ تعالیٰ کی مشیت کا سہارا لینا کہ ''اگر رحمن چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرسکتے'' یہ کیسا عمل ہے؟

جواب: یہ عمل ایک دھوکہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کائنات میں ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ ہدایت اور گمراہی کا معاملہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے۔ چاہے تو انسان ہدایت کا راستہ اختیار کرلے اور چاہے تو گمراہی کا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ ہدایت کا راستہ اختیار کرے اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اگر وہ گمراہ ہو تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مشیت نے ہدایت اور گمراہی دونوں کے قابل بنایا ہے۔ اس لحاظ سے یہ عمل کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے سراسر دھوکہ ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے مشیت الٰہی سے دھوکے میں مبتلا ہونے والوں پر حقیقت کیسے واضح کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ معاملے کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ (2) یہ اوہام اور خرافات پر یقین رکھتے ہیں۔ (3) ان کا یہ ذاتی عقیدہ بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں کی عبادت کریں یہ تو صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا میں کیا فرق ہے؟

جواب: انسان دنیا میں جو کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اسے اختیار اور ارادے کی آزادی دی گئی ہے اس ارادے اور اختیار کا امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امتحان کے لئے یہ واضح کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے کام کون سے ہیں اور ناراضگی کے کون سے کام ہیں؟ اب کوئی رضا کے کام کرنا چاہے اسے بھی آزادی ہے اور اگر کوئی ناراضگی کے کام کرنا چاہے اُسے بھی آزادی ہے۔ اگر کوئی ناراضگی کے کام کرنا چاہے مثلاً چوری ڈاکہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت اُسے بھی یہ کام کرنے کے مواقع مل جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کسی کا ہاتھ نہیں پکڑتا لیکن اللہ تعالیٰ جن کاموں سے راضی نہیں ہوتا قیامت والے دن وہ ان کی سزا ضرور دے گا۔ اور اگر انسان رضا کے کام کرے تو وہ ان کاموں سے راضی ہوتا ہے اس کی جزا بھی وہ قیامت والے دن دے گا۔

﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾

''کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟'' (21)

سوال 1: ﴿اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟'' شرک کی کوئی نقلی دلیل ان کے پاس نہیں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے اس سے پہلے اُنہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟'' یعنی قرآن سے پہلے انہیں کوئی ایسی کتاب نہیں دی جس کی وہ اپنے شرک پر کوئی دلیل لائیں۔

(2)﴿فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ﴾ ''کہ وہ اُس کو مضبوط پکڑنے والے ہوں؟'' یعنی اس کتاب میں جو کچھ آیا ہے کیا وہ اس کو مضبوط پکڑنے والے ہیں تو جواب یہ ہے کہ ایسا تو کبھی واقع نہیں ہوا۔ (ایسر التفاسیر:1416)

(3) کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس سے سند پکڑتے ہیں؟ یعنی جو ان کے افعال کی صحت اور اقوال کی صداقت کے بارے میں خبر دیتی ہو مگر معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ کے سوا اور کوئی ڈرانے والا ان کے پاس نہیں آیا۔ جب عقل و نقل سے دونوں امور کی نفی ثابت ہوگئی، تب وہاں باطل کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ (تفسیر سعدی:2472/3)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے اُن پر کوئی دلیل نازل کی ہے؟ پھر وہ اُن کے بارے میں بتاتی ہے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔'' (الروم:35)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی عبادت کرنے کی حقیقت کو مزید کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا ہے کہ کیا ان کے پاس قرآن سے پہلے کی کتاب ہے؟

(1) جس کی سند اپنے پاس رکھتے ہوں اور اس کے دلائل ان کے پاس موجود ہوں۔

(2) جس میں ان کو غیر اللہ کی عبادت کا اختیار دیا گیا ہو۔

(3) جسے انہوں نے مضبوطی سے تھام رکھا ہو۔

﴿بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

''بلکہ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور یقیناً ہم اُن کے نقش قدم پر ہدایت پانے والے ہیں'' (22)

سوال 1: ﴿بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور یقیناً ہم اُن کے نقش قدم پر ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّةٍ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے'' یعنی رسولوں کی دعوت کو ٹھکرانے کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم اپنے آباء کی تقلید کرتے ہیں۔

(2) انہیں ہم نے اسی دین پر پایا ہے۔ (جامع البیان:26/6)

(3)﴿وَاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ’’اور یقیناً ہم اُن کے نقش قدم پر ہدایت پانے والے ہیں‘‘یعنی ہم اپنے آباؤاجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اس لیے ہم اس کی پیروی نہیں کریں گے جو محمد ﷺ لے کر آئے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا تھوڑی سی عقل بھی نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟‘‘ (البقرہ:170)

(5)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ ’’اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اُسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اور کیا اگرچہ شیطان انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو؟‘‘ (لقمان:21)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کی کیا دلیل سامنے رکھی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ملائکہ پرستی کے پیچھے آباء کی تقلید ہے جس میں یہ اس قدر پختہ تھے کہ اس پر رسول کی دلیل بھی انہیں مطمئن نہ کر سکی۔

سوال 3: مشرکین مکہ اپنے آپ کو کس اعتبار سے ہدایت یافتہ سمجھتے تھے؟

جواب: مشرکین مکہ اپنے آپ کو باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہدایت یافتہ سمجھتے تھے۔

﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾

’’اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے جب اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں‘‘ (23)

سوال 1:﴿وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ ’’اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے جب اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَا﴾''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا'' یعنی ان سے پہلے کے مشرکوں اور عیش پرستوں کے پاس انبیاء کی تعلیم کے مقابلے میں بھی یہی دلیل تھی کہ ہم جو اپنے آباء کی تقلید کرتے ہیں۔ ہم ان ہی کے مسلک پر چلیں گے۔

(2)﴿وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ﴾''اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں'' وہ اپنے آباء واجداد کی تقلید کو اپنے لیے دلیل بتاتے تھے۔ ان کا مقصد ہدایت کی پیروی کرنا نہیں تھا۔ وہ یہ بات مال و دولت پر غرور و تکبر کی وجہ سے کہتے تھے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا قَالُوۡا سَاحِرٌ اَوۡ مَجۡنُوۡنٌ (۵۲) اَتَوَاصَوۡا بِهٖۚ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ (۵۳)﴾''اسی طرح اُن لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا: ''یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے'' کیا انہوں نے اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کی ہے؟ بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں۔'' (الذّریٰت:53,52)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی اندھی تقلید کو پچھلی قوموں کے خوش حال لوگوں کی تقلید سے ملا کر کیا ثابت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام مشرکوں کی دلیل اور مزاج ایک ہی ہوتا ہے۔ سب آنکھیں بند کر کے نقالی کرتے ہیں۔ اس طرح عقل اندھی ہو جاتی ہے۔ اور وہ غور و فکر کے بغیر تقلید کرتے ہیں۔

﴿قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ‌ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ﴾

''اُس نے کہا اور کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ صحیح راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' (24)

سوال 1:﴿قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ‌ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ﴾''اُس نے کہا اور کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ صحیح راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' مشرک ضد اور تعجب کی وجہ سے حق قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ﴾''اُس نے کہا اور کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ صحیح راستہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟'' یعنی اگر باپ دادا سے زیادہ صحیح راستہ میں تمہیں بتاؤں تو کیا پھر بھی تم ان کے پیچھے چلو گے؟

(2) مشرک یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ انبیاء کی ہدایات اس تقلید سے بہتر ہیں مگر پھر بھی تعجب کی وجہ سے حق قبول نہیں کرتے۔

(3)﴿قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے'' مشرکوں نے رسولوں کو جواب دیا جو کچھ تم لائے ہو ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے اندھی تقلید سے نکالنے کے لئے قوم کو کیا احساس دلایا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے یہ احساس دلایا کہ اگرچہ میں تمہارے باپ دادا سے بہتر طریقہ لایا ہوں یعنی دیکھنا تو یہ ہے کہ کون سا طریقہ زیادہ بہتر ہے، منزل تک پہنچانے والا ہے، اور میں ایسا ہی طریقہ لایا ہوں۔

سوال 3: قوم نے کیا ردِعمل ظاہر کیا؟

جواب: قوم نے کہا ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں جو تم ہمارے پاس لائے ہو۔

﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا سو آپ دیکھیں جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟'' (25)

سوال 1: ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا سو آپ دیکھیں جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ﴾ ''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا سو آپ دیکھیں جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟'' رب العزت نے فرمایا: ایسے ہٹ دھرم لوگوں سے ہم ضرور انتقام لیں گے۔ انہیں طرح طرح کے عذاب دیں گے۔

(2)﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''آپ دیکھیں جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟'' یعنی دیکھو تو سہی جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا لوگوں کو حق جھٹلانے سے بچنا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو ان پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو جائے جیسا کہ پہلی قوموں پر نازل ہوا تھا۔

رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا﴾ ''اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا۔'' (الفرقان: 39)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے انتقام اور قوموں کی ہلاکت کی بات کیوں سامنے رکھی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شرک کا انجام اس لئے سامنے رکھا ہے تا کہ لوگ اس راستے پر چلنے کے انجام سے بچیں۔

رکوع نمبر 9

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾

''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''یقیناً میں اُن چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو'' (26)

سوال 1: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ''یقیناً میں اُن چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اعلانِ توحید کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) قریش کا خیال تھا کہ وہ دینِ ابراہیمی پر ہیں اس لیے اللہ رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے بارے میں آگاہ فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ﴾ ''اور جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حقیقی والد سے اور اپنی قوم سے کھلم کھلا کہا جنہوں نے خود ساختہ معبود بنا لیے تھے۔

(2) ﴿اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾ ''یقیناً میں اُن چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو'' یعنی میں ان معبودوں سے بے زار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ میں ان سے سخت نفرت کرتا ہوں اور ان کی عبادت کرنے والوں سے دشمنی رکھتا ہوں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''تمہارے لیے ابراہیم میں اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے ان میں یقیناً اچھا نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ ہم تم سے اور ان سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کرتے ہو۔'' (الممتحنۃ:4)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنی قوم کو کس چیز کی دعوت دی؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی اور بتوں کی بندگی سے اپنی نفرت کا اظہار کیا۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آباؤ اجداد کے عقائد کو ترک کر کے صاف صاف الفاظ میں تردید کی۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا ذکر یہاں کیوں کیا گیا؟

جواب: مشرکینِ مکہ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر فخر کرتے تھے اُن کو یہ شعور دلانے کے لیے کہ جس دعوت کو تم نیا سمجھ رہے ہو یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ توحید ہے اور آباؤ اجداد کے طریقے پر تم جمنے کی بات کرتے ہو تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔

﴿اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ﴾

''سوائے اُس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا تو یقیناً وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' (27)

سوال 1: ﴿اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ﴾ ''سوائے اُس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا تو یقیناً وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اعلانِ توحید کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ﴾ ''سوائے اُس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا'' یعنی میرے رب نے مجھے پیدا کیا اور مجھے عدم سے وجود بخشا۔ (صفوۃ التفاسیر:3/144)

(2)﴿فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ﴾ ''تو یقیناوہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا''یعنی میں اپنے خالق کو ہی اپنا سرپرست اور اپنا راہنما مانتا ہوں مجھے امید ہے وہ مجھے دین حق پر قائم رہنے کے لیے،اس کے علم اور عمل کے راستے میں میری راہنمائی فرمائے گا۔

(3)یعنی وہ مجھے دین حق پر قائم رکھے گا اور مجھے ہدایت کے راستے کی پیروی کی توفیق دے گا۔(تفسیر قاسمی:336/14)

(4)اس نے دین حق کی طرف میری راہنمائی کی ہے اور مجھے سعادت کے راستے کی ہدایت دی۔(صفوۃ التفاسیر:144/3)

(5)جس طرح اس نے مجھے پیدا کیا اور ان امور کے ذریعے سے میری تدبیر کی جو میرے بدن اور میری دنیا کے لئے درست ہیں اسی طرح ﴿سَيَهْدِيْنِ﴾ وہ ان امور میں بھی میری راہ نمائی فرمائے گا جو میرے دین اور میری آخرت کے لئے درست ہیں۔(تفسیر سعدی:2474/3)

(6)﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ (٧٥) اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ (٧٦) فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (٧٧) الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ (٧٨) وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ (٧٩) وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (٨٠) وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ (٨١) وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (٨٢)﴾ ''ابراہیم نے کہا:تو کیا تم نے دیکھا جن کی تم عبادت کرتے ہو؟تم اور تمہارے پہلے باپ دادا بھی۔سو بلاشبہ وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے ایک رب العالمین کے۔جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری راہ نمائی کرتا ہے۔اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے۔اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔اور جو مجھے موت دے گا پھر وہ مجھے زندہ کرے گا۔اور جس سے میں طمع رکھتا ہوں کہ جزا کے دن وہ میری خطا بخش دے گا۔''(الشعراء:75-82)

سوال 2:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اعلان سے کہ''میں صرف اس کی بندگی کروں گا جو میرا خالق ہے''نمرودی معاشرے کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اعلان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نمرودی معاشرہ بالکل خدا کا انکار کرنے والا نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو عبادت میں شریک کرتا تھا۔

سوال 3:سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی کونسی دو صفات بیان کیں جو اس کی عبادت کے حق کو ثابت کرتی ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی پیدا کرنے والا ہے اس لئے بندگی اور حکم بھی اس کا چلنا چاہیے۔(2)اللہ تعالیٰ ہدایت دینے والا ہے۔وہ مجھے اپنے دین کی سمجھ بھی دے گا اور ثابت قدم بھی رکھے گا۔لہٰذا میں اسی کی عبادت کروں گا۔

﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

''اور اس(توحید کی)بات کو اُس نے اپنے پیچھے باقی رہنے والی بنا دیا تاکہ وہ رجوع کریں''(28)

سوال 1:﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾''اور اس(توحید کی)بات کو اُس نے اپنے پیچھے باقی رہنے

والی بنا دیا تا کہ وہ رجوع کریں'' آل ابراہیم میں کلمہ توحید رہے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ﴾ ''اور اس (توحید کی) بات کو اُس نے اپنے پیچھے باقی رہنے والی بنا دیا'' آل ابراہیم کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: آپ ﷺ کی اولاد میں یہ کلمہ باقی رہے گا۔ آپ ﷺ ہی کی اولاد اس مقدس کلمہ کی نشر واشاعت میں جان اور دھڑ کی بازی لگاتی رہے گی اور سعید اور نیک لوگ اسی گھرانے سے توحید کا آب لال نوش فرمائیں گے خلاصہ یہ ہے کہ یہ گھرانہ معلم اسلام و دین قرار دے دیا گیا۔ (مختصر ابن کثیر: 1829/2)

(2) رب العزت نے کلمہ توحید کو ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ کے لیے قائم کر دیا۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توحید کی وصیت کی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ﴾ ''اور اس کی وصیت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کی۔'' (البقرۃ:132) یعنی انہوں نے یہ وصیت کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور یہی کلمہ لا الہ الا اللہ جس کو ابراہیم نے اپنے بیٹوں کے لیے ورثے کے طور پر چھوڑا۔

(4)﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ رجوع کریں'' یعنی وہ اس کلمے کی طرف رجوع کریں یعنی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی عبادت کو خالص کریں اور غیر اللہ سے برأت اور بے زاری کا اظہار ہے۔ (5) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹوں نے بھی اپنی اولاد کو اسی کلمے کی وصیت کی۔

(6) سیدنا یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا تذکرہ سورۃ البقرہ میں ملتا ہے۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کونسا کلمہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کلمہ توحید اپنے پیچھے چھوڑ گے تھے، جس کے اوپر کائنات قائم ہے، جس پر زندگی قائم ہے، جس پر ہر چیز گواہی دے رہی ہے۔

سوال 3: پیچھے چھوڑ کر جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اس کلمہ (لا الٰہ الاّ اللّٰہ) کی وصیت اپنی اولاد کو کر گئے تھے۔

سوال 4: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس کلمے کو اپنے پیچھے باقی رہنے والا کیسے بنا گئے؟

جواب: کلمہ توحید کا رواج سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا بڑا حصہ ہے۔ آپ کے بعد یہ کلمہ تمام نسلوں میں رائج ہوا اور آپ علیہ السلام کی اولاد کا اس کلمے کو رواج دینے میں بڑا حصہ ہے کیونکہ ان کی اولاد میں سے بے شمار رسول بھیجے گئے، ان کی اولاد میں سے بہت سے گمراہ ہوئے لیکن کلمہ باقی رہا۔ نہ یہ جڑ سے اُکھاڑ کر پھینکا جا سکا، نہ یہ باطل کے ساتھ مل سکا ہے۔

سوال 5: کلمہ کو باقی رکھنے کا مقصد کیا تھا؟

جواب: اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ (1) اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں کیونکہ اُس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اُن کا فرض ہے پیدا کرنے والے کو

پہچانیں اور سچائی کے راستے پر چلیں۔(2) دعوت توحید کی وجہ سے شرک سے باز رہیں۔

﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَاۤءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾

''بلکہ میں نے اُنہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا''(29)

سوال1:﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَاۤءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾''بلکہ میں نے اُنہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا'' کافروں کے شرک، کفر اور سرکشی کے سبب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَاۤءِ وَاٰبَآءَهُمْ﴾''بلکہ میں نے اُنہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا'' کافروں کے شرک، کفر اور سرکشی کا سبب بتایا گیا ہے کہ ان لوگوں کو کفر اور شرک میں ہونے کے باوجود دنیا کے ساز و سامان اور عیش و آرام سے محروم نہیں کیا گیا۔

(2) بلکہ میں نے اُنہیں اور اُن کے باپ دادا کو سامانِ زندگی دیا میں نے ان کو اور ان کے آباء واجداد کو مختلف انواع کی شہوات سے متمتع ہونے دیا یہاں تک کہ یہی شہوات کا مطمع نظر اور ان کا مقصد بن گئیں۔ان کے دلوں میں ان شہوات کی محبت پھلتی پھولتی رہی حتیٰ کہ ان کی صفات اور بنیادی عقائد بن گئیں۔(تفسیر سعدی:2475/3)

(3)﴿حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾''یہاں تک کہ اُن کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا'' یعنی ان کے پاس توحید کی دعوت اور قرآن آ گیا۔

(4)﴿وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾''اور کھول کر بیان کرنے والا رسول'' یعنی محمد ﷺ آ گئے۔

(5) اور صاف صاف سنانے والا رسول۔یعنی آپ ﷺ کی رسالت واضح تھی آپ کے اخلاق و معجزات سے آپ کی رسالت پر واضح اور نمایاں دلائل قائم ہوئے جو آپ لے کر مبعوث ہوئے اور انبیاء و مرسلین نے آپ کی تصدیق کی اور خود آپ کی دعوت سے بھی آپ کی رسالت پر دلائل قائم ہوتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2475/3)

(6) یعنی محمد ﷺ توحید اور اسلام کے ساتھ آئے جو اصل دین ابراہیمی ہے اور وہ کلمہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے پیچھے باقی رکھا ہے اور رسولِ مبین ان کے لیے وہ سب کچھ ان کے لیے واضح کرتا ہے جن کی انہیں حاجت ہے۔(تفسیر قرطبی:61/8)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو کن کن نعمتوں سے نوازا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں کو کثیر نعمتیں عطا کی تھیں حتیٰ کہ سب سے بڑی نعمتیں اُن کے پاس آ گئیں یعنی حق اور واضح بیان کرنے والا رسول۔

سوال3: حق سے کیا مراد ہے؟

جواب: حق سے مراد قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔

سوال4: مبین سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ رسول اللہ ﷺ کی صفت ہے اس کا مطلب ہے کھول کر بیان کرنے والا جن کی رسالت میں نہ کوئی شبہ ہے نہ کوئی چیز چھپی ہوئی ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾

''اور جب اُن کے پاس حق آ گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اور یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' (30)

سوال1: ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جب اُن کے پاس حق آ گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اور یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور جب اُن کے پاس حق آ گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اور یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی جب دین حق ان کے پاس آ گیا یعنی قرآن جس کے دلائل واضح ہیں۔ جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے جس کو لے کر محمد ﷺ معبوث ہوئے۔

(2) ﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اور یقیناً ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی جب قرآن آیا تو قریش نے کہا یہ جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ جس چیز نے انہیں جادو کہنے پر ابھارا وہ ان کی سرکشی اور ان کے آباواجداد کو دنیا کے سازوسامان سے نوازنا تھا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ (76) قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ جب ہمارے پاس سے حق اُن کے پاس آ گیا تو انہوں نے کہا یقیناً یہ ضرور کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ کیا تم حق کو یہ کہتے ہو جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکا ہے؟ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے۔'' (یونس:76،77)

سوال2: حق کو جادو قرار دینے کی وجہ کیا تھی؟

جواب: (1) جادو قرار دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم کو دھوکہ دے کر فقط اپنے پیچھے چلانا چاہتے تھے تاکہ قوم ان کی فرمانبردار رہے۔

(2) قوم کو بے وقوف بنانے کے لیے حق کو جادو قرار دیتے تھے تاکہ وہ ان کے دائرہ اختیار سے نہ نکلیں کیونکہ کلمہ توحید کو قبول کرنے کی صورت میں صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی ہوگی۔

﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾

''اورانہوں نے کہا کہ یہ قرآن دوبستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا؟'' (31)

سوال1: ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ ''اورانہوں نے کہا کہ یہ قرآن دوبستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا؟'' مشرکوں نے قرآن پر اعتراض کیا کہ یہ مکہ اور طائف کے رئیسوں پر کیوں نہیں اتارا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا﴾ ''اورانہوں نے کہا'' انہوں نے اپنی فاسد رائے کے مطابق کہا۔

(2) ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ ''کہ یہ قرآن دوبستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا؟'' ابن منذر رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمد جو بات کہہ رہے ہیں اگر وہ صحیح ہوئی تو یہ قرآن حکیم مجھ پر یا مسعود ثقفی پر نازل کیا جاتا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس:200/3) بغوی نے لکھا ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کافروں کی مراد یہ تھی کہ مکہ میں عتبہ بن ربیعہ پر اور طائف میں عبہ یالیل پر نازل ہوتا۔ بعض نے کہا مکہ میں ولید بن مغیرہ پر اور طائف میں حبیب بن عمرو بن عمید ثقفی پر قرآن کا نزول مراد تھا۔ ایک روایت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس آخری قول کی نسبت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مذکورہ قول کی تردید میں فرمایا۔ (تفسیر مظہری:243/10)

سوال2: دوبستیوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔

سوال3: قرآن مجید کے دوبستیوں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر نازل ہونے کی بات کیوں کہی گئی؟

جواب: اس اعتراض کے پیچھے قوم کی دنیا پرستی تھی اور آسمانی دعوت کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا معاملہ تھا۔

سوال4: دعوت اسلامی کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: (1) دعوت اسلامی خدا پرستی کی دعوت ہے۔ (2) دعوت اسلامی آخرت کے لیے جینے کی دعوت ہے۔

سوال5: قرآن مجید کی حقیقت نہ سمجھنے والے اس کے نزول کے بارے میں کیا خواہش رکھتے تھے؟

جواب: وہ یہ خواہش رکھتے تھے کہ قرآن مجید کسی صاحب اقتدار اور صاحب مال پر نازل ہوتا تو یہ دعوت قبول کی جاسکتی تھی۔

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾

’’کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں اُن کی معیشت کو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر اُن کے درجے بلند کیے تا کہ اُن کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں‘‘ (32)

سوال 1: ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ’’کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں اُن کی معیشت کو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر اُن کے درجے بلند کیے تا کہ اُن کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں‘‘ مشرکوں کے نزول قرآن کے اعتراض پر جواب کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾ ’’کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟‘‘ اللہ رب العزت نے مشرکوں کے اعتراض کا جواب دیا ہے کہ یہ بتاؤ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مالک ہو اس پر اختیار رکھتے ہو کہ اب وہ اسے تقسیم کردیں کہ جس کو چاہیں نبوت اور رسالت عطا کردیں اور جس کو چاہیں محروم کردیں۔

(2) یہ سوال انکار کے لیے کیا گیا کہ یہ رحمت کو تقسیم کرنے والے نہیں کہ نبوت کے بارے میں خود فیصلے کرنے لگیں۔ رب علیم جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے وہ انسانوں کو خوب اچھی طرح سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ وہ بہتر فیصلہ کرسکتا ہے کہ کس کو یہ نعمت عطا کرنی ہے۔

(3) ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ’’دنیا کی زندگی میں اُن کی معیشت کو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کیا ہے‘‘ یعنی بندوں کا دنیا کا رزق تو اللہ تعالیٰ ہی تقسیم کرتے ہیں۔

(4) ﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا﴾ ’’اور ہم نے ایک دوسرے پر اُن کے درجے بلند کیے تا کہ اُن کا بعض، بعض کو تابع بنالے‘‘ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کردیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے اس کو تنگ کردیتا ہے۔ یعنی جس کو چاہتا ہے غنی کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے فقیر کردیتا ہے۔

(5) اگر وہ سارے غنی اور مال دار ہوتے تو کوئی کسی کی خدمت نہ کرتا اور زندگی کا سلسلہ معطل ہوجاتا۔ (ایسر التفاسیر: 1420)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ’’اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا تا کہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘ (الانعام: 165)

(7) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق کو بھی تقسیم کیا ہے۔ جیسے تمہارے درمیان رزق کو تقسیم کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت نہیں کرتا اور دین وہ اس کے سوا کسی کو نہیں دیتا جس سے وہ محبت کرتا ہے جس کو وہ دین عطا کرتا ہے یقیناً وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ (الدر المنثور: 723/5)

(8) دنیا میں مادی برتری کسی کے درست ہونے کی دلیل نہیں اللہ تعالیٰ کی میزان دنیا اور اس کے مال و دولت کی قیمت نہیں۔

(9) ﴿وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں''یعنی نبوت تو مقدس ترین نعمت ہے جو سب سے مقدس انسان کو دی جاتی ہے جس کا نفس جس کا قلب، جس کی روح پاک اور صاف ہو جو پاکیزہ گھرانے اور پاکیزہ اصل والا ہو۔

(10) حق دار رسالت کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی کمال حکمت اور کمال علم سے فیصلہ کرتا ہے۔ ان کی جمع کی ہوئی دولت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت بہتر ہے اگر کوئی دنیا میں عزت و جاہ والا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی حیثیت نہیں۔ اگر کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے تو اس کے پاس سب کچھ ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1830/2)

(11) ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔'' (الانعام: 124)

سوال 2: رحمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: رحمت سے یہاں مراد سب سے بڑی نعمت نبوت ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی میں معیشت کے ذرائع کو کیسے تقسیم کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی میں لوگوں کے درمیان فرق رکھا ہے۔ یہ فرق عقل و فہم میں بھی ہے۔ مال میں بھی، جاہ و منصب میں بھی۔

(2) اس فرق کا مقصد یہ ہے کہ عقل و فہم والا اپنے سے کم شعور رکھنے والوں سے، زیادہ مال والا کم مال والوں سے، جاہ و منصب والا اپنے سے کم منصب والوں سے کام لے سکے۔ (3) اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت اس فرق کی وجہ سے کائنات کا نظام حُسن و خوبی سے چلاتے ہیں۔

سوال 4: اگر معیشت کے ذرائع کی تقسیم میں فرق نہ ہوتا تو کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: (1) فرق نہ ہونے کی وجہ سے کوئی کسی کا کام کرنے کے لیے تیار نہ ہوتا۔

(2) اس کی وجہ سے کم اور حقیر سمجھے جانے والے کام کوئی نہ کرتا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے فرق اور تفاوت کی بنیاد پر دنیا کے نظام کو کیسے قائم رکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرق اور تفاوت کے اندر انسانی احتیاج کو رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے انسان دوسرے انسان کا محتاج ہے اور کوئی ایک

دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں کر سکتا اسی کی وجہ سے دنیا کا نظام قائم ہے۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ﴾

''اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو جو لوگ رحمن کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم اُن کے لیے اُن کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں'' (33)

سوال 1: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ﴾ ''اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو جو لوگ رحمن کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم اُن کے لیے اُن کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں'' مال و دولت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت نہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ مال و دولت اس کے راضی ہونے کی علامت نہیں ہے۔

(2) اگر اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ لوگ دولت کو میری رضا کی دلیل سمجھ کر مال داروں کی طرح بن جائیں۔ یعنی کفر پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر: 421 (مختصر ابن کثیر 2/1830)

(3) ﴿لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ﴾ ''تو جو لوگ رحمن کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم اُن کے لیے اُن کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں'' یعنی ان کو سونے اور چاندی سے مالا مال کر دیتا حتیٰ کہ ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے۔

سوال 2: لوگوں کے ''اُمت واحدۃ'' یعنی ایک ہی اُمت ہونے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے مال و متاع میں رغبت کی وجہ سے لوگ دنیا کے طلب گار ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کو بھول جائیں گے۔

سوال 3: اگر سب کے دنیا کے طلب گار بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کافروں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور زینے چاندی کے بنا دیتے۔(2) ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے۔(3) ان کے ساز و سامان کا کثیر حصہ سونے کا ہوتا۔

﴿وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔونَ﴾

''اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں'' (34)

سوال 1: ﴿وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔونَ﴾ ''اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔونَ﴾ ''اور اُن کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے سونے اور چاندی کی حیثیت پرکاہ کے برابر بھی نہیں۔ وہ ان کے گھروں کے تمام دروازے اور تخت سونے اور چاندی کے بنا دیتے۔

سوال 2: دنیا کے مال کے بے وقعت ہونے کو اللہ تعالیٰ نے کیسا واضح کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ سونا چاندی اتنے حقیر ہیں کہ اگر تمام لوگوں کے دنیا کے طلب گار ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو ان کے گھروں کے دروازے اور بیٹھنے والے تخت تک سونے چاندی کے بنوا دیتے یعنی یہ دنیا اتنی بے وقعت ہے کہ کافروں کو خوب دولت دی جاتی لیکن اس میں خطرہ یہی تھا کہ لوگ دنیا کے پرستار بن جائیں گے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے: ''اگر دنیا کی اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی حیثیت ہوتی جتنی مچھر کے ایک پر کی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی پینے کو نہ دیتا۔''

﴿وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ نہیں مگر دنیا کی زندگی کا سامان اور آپ کے رب کے نزدیک آخرت متقی لوگوں کے لیے ہے'' (35)

سوال 1: ﴿وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ نہیں مگر دنیا کی زندگی کا سامان اور آپ کے رب کے نزدیک آخرت متقی لوگوں کے لیے ہے'' دنیا کا مال و متاع تقویٰ والوں کے لیے ہی آخرت کے انعامات ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟ (35)

جواب: (1) ﴿وَزُخْرُفًا﴾ ''اور سونے کے بھی'' سونا یعنی مختلف انواع کی خوبصورتی کے ذریعے سے ان کی دنیا کو آراستہ کر دیتا اور انہیں وہ سب کچھ عطا کر دیتا جو وہ چاہتے۔ مگر بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت نے ایسا کرنے سے روک دیا کہ کہیں وہ دنیا کی محبت کے باعث کفر اور معاصی میں ایک دوسرے پر سبقت نہ کرنے لگیں۔ (تفسیر سعدی: 2478,2477/3)

(2)﴿وَإِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور یہ سب کچھ نہیں مگر دنیا کی زندگی کا سامان''یعنی یہ دنیا کا سامان ہے اور دنیا رب العزت کے نزدیک حقیر اور ناپائیدار ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' (الحدید:20)

(3) مستورد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی مثال آخرت کے سامنے ایسی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ اس کی انگلی سمندر کا کتنا پانی اپنے ساتھ لائی۔ (جامع ترمذی:2323)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے بیشک دنیا ملعون ہے جو کچھ اس میں ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور جو اس کی مدد کرے اور عالم یا شاگرد عالم کا۔ (ترمذی:2322)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ (جیل) ہے اور کافر کے لیے جنت (باغ و بہار) ہے۔'' (ترمذی:2324)

(6)﴿وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور آپ کے رب کے نزدیک آخرت متقی لوگوں کے لیے ہے''یعنی جنت اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رک جائے۔

(7) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ کیونکہ یہ ان (کافروں) کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں۔ (بخاری:5426)

(8) ابن ابی لیلی نے بیان کیا کہ سیدنا حذیفہ مدائن میں تھے انہوں نے پانی مانگا۔ ایک دیہاتی چاندی کے برتن میں پانی لایا۔ انہوں نے اسے پھینک دیا اور کہا کہ میں نے صرف اس لئے پھینکا ہے کہ میں اس شخص کو منع کر چکا ہوں کہ مجھے چاندی کے برتن میں پانی نہ دیا کرو لیکن وہ نہیں مانا رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ سونا چاندی ریشم دیبا کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے مسلمانوں کے لئے آخرت میں۔ (صحیح بخاری:5831)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کے بارے میں کیا حقیقت واضح کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تھوڑا سا ہے اور آخرت میں جنت کی نعمتیں جن کو زوال نہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں، شرک اور نافرمانیوں سے اجتناب کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کے لیے ہیں۔

رکوع نمبر 10

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾

''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں
چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے'' (36)

سوال 1: ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے'' اللہ تعالیٰ سے غافل رہنے والے پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّعْشُ﴾ ''اور جو اندھا بن جاتا ہے'' یہاں یعش سے مراد جان بوجھ کر دیکھنے کی کوشش نہ کرنا اور آنکھیں بند کرلینا۔

(2) ﴿عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ﴾ ''جو شخص رحمان کے ذکر سے'' جو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے اور اپنے مہربان رب سے بے پروائی کرتا ہے۔

(3) جو قرآن عظیم سے جو سب سے بڑی رحمت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رحمان نے اپنے بندوں پر رحم کیا ہے جو کوئی اس کو قبول کرے وہ بہترین عطیے کو قبول کرتا ہے اور وہ سب سے بڑے مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور جو کوئی اسے ٹھکرادے وہ خائب و خاسر ہوتا ہے اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے سعادت سے محروم ہوجاتا ہے۔

(4) ﴿نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا﴾ ''اللہ تعالیٰ اس پر ایک شیطان مسلط کردیتا ہے'' جیسا کہ فرمایا: ﴿اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''شیطان اُن پر قابو پاچکا ہے۔ چنانچہ اُس نے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلادی ہے۔ یہ شیطانی لشکر ہیں۔ یاد رکھو! شیطان کا لشکر ہی یقیناً خسارہ پانے والا ہے۔'' (المجادلہ: 19)

(5) ﴿فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ ''چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے'' جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن پر بُرے دوست مُسلط کردیے ہیں تو انہوں نے اُن کے آگے اور اُن کے پیچھے سے ہر چیز کو اُن کے لیے خوش نما بنا دیا، اور اُن پر وہی بات ثابت ہوگئی جو جنوں اور انسانوں کے اُن گروہوں پر ہوچکی جو اُن سے پہلے گزر چکے تھے، یقیناً وہ خسارہ اٹھانے والے تھے۔'' (فصلت: 25)

(7) ﴿وَمَنْ يَّعْشُ﴾ ''اور جو اندھا بن جاتا ہے'' ﴿وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ

الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَاۗءَ قَرِيْنًا﴾ ''اور جولوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے۔'' (النساء:38)

(8) یہ شیطان جو ہر وقت اس کے ساتھ لگا رہتا ہے کوئی جن بھی ہو سکتا ہے اور انسان بھی (تیسیر القرآن:4/162)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ اس کا (ہمزاد) جن ساتھی مقرر کیا گیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی؟ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا اور میرے ساتھ بھی مگر اللہ نے مجھے اس پر مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ پس وہ مجھے نیکی ہی کا حکم کرتا ہے۔ (مسلم:7108)

سوال 2: ﴿يَعْشُ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿عَشَا يَعْشُو﴾ اس کے معنی ہیں آنکھوں کی بیماری رتوندھا جس کی وجہ سے اندھا پن ہو جاتا ہے۔

سوال 3: رحمن کے ذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد رحمٰن کی یاد ہے۔ (2) اس سے مراد رحمٰن کی نصیحت ہے۔

سوال 4: رحمٰن کی نصیحت سے کون اندھا بن جاتا ہے؟

جواب: (1) وہ جو حق کی دلیل کا انکار کرتا ہو۔ (2) وہ جو اپنی مصلحتوں کا تحفظ کرنے کے لیے اس کا انکار کرتا ہو۔

سوال 5: رحمٰن کی یاد سے غفلت برتنے والے پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے کیسے؟ وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ کی یاد سے غافل انسان پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے۔ شیطان اسے نیک کاموں سے روکتا ہے اور بُرے کاموں کی طرف رغبت دلاتا ہے۔

(2) انسان خود شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔ ہر معاملے میں اس کی بات مانتا ہے۔ تمام وسوسوں میں اس کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اور اس کی پیروی کرتا ہے۔

سوال 6: غافل انسان پر شیطان کب اور کیسے مسلط کیا جاتا ہے؟

جواب: غافل انسان جب رحمٰن کے ذکر کو قبول نہیں کرتا، مصلحتوں کے تحت اسے نظر انداز کر دیتا ہے۔ ایسا شخص اپنے آپ کو درست ثابت کرنے کے لیے رحمٰن کے ذکر کے خلاف، اسے لے کر اُٹھنے والوں کے خلاف جھوٹی باتیں کرتا ہے۔ یہی وہ موقع ہوتا ہے جب شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔

سوال 7: شیطان انسان پر مسلط ہو کر کیا کرتا ہے؟

جواب: شیطان انسان پر مسلط ہو کر اس کی عقل کو غلط رخ پر ڈال دیتا ہے۔ وہ انسان کے سامنے اس کے بُرے عمل کو خوب صورت بنا کر دکھاتا ہے مثلاً رحمٰن کا ذکر چھوڑنے پر اُسے یقین دلاتا ہے کہ تم حق پر ہو تمہارے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ تم زندگی کی اتنی مصروفیات میں سے وقت نکال سکو اور یہ تعلیم تو خواتین کی ذمہ داری ہی نہیں، رسول اللہ ﷺ کے دور میں کب خواتین تعلیم کے لیے گھروں سے نکلا کرتی تھیں۔ پھر حقوق العباد تو اللہ نے معاف نہیں کرنے بندوں کے حقوق ہی پورے نہیں ہوتے اتنا وقت کہاں سے لگائیں؟ اللہ تعالیٰ تو غفور و رحیم ہے وہ ہمارے حالات کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسانیاں کر دیتا ہمارے لیے تو ہم بھی کچھ کر لیتے۔ اتنے مشکل حالات میں ہمارے لیے کچھ کرنا کتنا مشکل ہے۔ آخر ہمارے بڑوں نے بھی تو زندگی گزاری ہے۔ دین میں اتنی بھی سختی نہیں یہ اور اس جیسے سینکڑوں عذر رحمٰن کے ذکر سے دور رہنے کے لیے انسان کا گھیراؤ کیے رکھتے ہیں یہی غفلت کا انجام ہے۔

﴿وَاِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً وہ انہیں ضرور راہِ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں'' (37)

سوال 1: ﴿وَاِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً وہ انہیں ضرور راہِ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً وہ انہیں ضرور راہِ حق سے روکتے ہیں'' ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیطان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکتے ہیں اور حق کے راستے سے روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی اطاعت سے انہیں روکتے ہیں۔ (جامع البیان: 225/74)

(2) یعنی اس کی اطاعت والے کام کرنے سے یعنی وہ انہیں صراط مستقیم اور دین قیم سے روکتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2478/3)

(3) رب العزت نے پہلی قوموں کی تباہی کا سبب بتاتے ہوئے فرمایا: ﴿وَعَادًا وَّثَمُوۡدَا۟ وَقَدۡ تَّبَيَّنَ لَـكُمۡ مِّنۡ مَّسٰكِنِهِمۡ‌ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ فَصَدَّهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَكَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِيۡنَ﴾ ''اور عاد اور ثمود کو (ہم نے ہلاک کر دیا) اور تم پر ان کے رہنے کی جگہیں واضح ہو گئی ہیں اور شیطان نے اُن کے لیے اُن کے اعمال کو خوشنما بنا دیا تھا۔ پس انہیں راہ راست سے روک دیا حالانکہ وہ سمجھ دار لوگ تھے۔'' (العنکبوت: 38)

(4) ﴿وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ﴾ ''اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں'' یعنی جو قرآن اور اس کے دلائل سے رحمٰن کے ذکر اور اطاعت سے غافل ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پانے والے ہیں یعنی وہ حق پر ہیں اور ان کے لیے ان کے ساتھی شیطان کی تزئین ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1422,1421)

(5) رب العزت نے پچھلی قوموں کے لیے شیطان کی اسی تزئین کے اثرات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی بہت سی اُمتوں کی طرف ہم نے رسول بھیجے پھر شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا، چنانچہ وہی آج ان کا سرپرست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (النحل:63)

(6) یعنی دنیا میں اپنے شیطان ساتھی کے ساتھ رہتے ہوئے وہ حق کو بدلتے رہے اور گمراہی کی حالت میں رب کے پاس جا پہنچے۔

سوال 2: کون السبیل یعنی اللہ کی راہ سے روکتا ہے؟

جواب: شیاطین انسان اور رب کے راستے کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں اور اس راستے سے انہیں روکتے ہیں مستقل انہیں سمجھاتے ہیں کہ تم حق پر ہو یہاں تک کہ ایسے انسان کو اپنے بارے میں گمان ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔

سوال 3: رحمٰن کے ذکر سے منہ موڑنے والا کس کے بارے میں یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ حق پر ہے؟

جواب: (1) رحمٰن کے ذکر سے منہ موڑنے والا اپنے بارے میں یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔

(2) ایسا شخص رحمٰن کی، اُس کے ذکر کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ حق پر ہیں اور ان کی اطاعت کرنے لگ جاتا ہے۔ (3) ایسا شخص دین حق کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ وہ حق پر ہیں پھر اُن کی رہنمائی کو قبول کرنے لگ جاتا ہے اس طرح اُن کی اطاعت کرنے لگ جاتا ہے۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾

''یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا!
چنانچہ بہت ہی بُرا وہ ساتھی ہے'' (38)

سوال 1: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا! چنانچہ بہت ہی بُرا وہ ساتھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا'' یعنی جب وہ قیامت کے دن ہمارے پاس آئے گا۔

(2) ﴿قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ﴾ ''تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر رہے گا۔ کاش میں اپنے ساتھی کی شکل نہ دیکھوں اور ہمارے درمیان مشرق و مغرب کا بعد پیدا ہو جائے۔

(3)﴿فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾ ''چنانچہ بہت ہی بُرا وہ ساتھی ہے'' یعنی تو بد ترین ساتھی ہے کاش میں نے تجھ جیسے کو دوست نہ بنایا ہوتا اسی کیفیت کو رب العزت نے سورۃ الفرقان میں واضح فرمایا ہے ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾﴾ ''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آچکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔'' (الفرقان:27-29)

سوال 2: دنیا میں حق کی دشمنی پر اکٹھے ہونے والوں کا آخرت میں ایک دوسرے کے ساتھ کیسا رویہ ہوگا؟

جواب: دنیا میں جو لوگ حق کی دشمنی پر اکٹھے ہوتے ہیں ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو حق پر سمجھتے ہیں آخرت میں ایسے لوگ چاہیں گے کہ وہ ایک دوسرے سے اتنا دور ہو جائیں جتنا مشرق و مغرب میں دوری ہے۔ ایک دوسرے کی شکل تک دیکھنا نہ چاہیں گے، آواز سننے سے نفرت کریں گے، ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے یہ ہے انجام حق کی دشمنی پر اکٹھے ہونے کا۔

﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾

''اور آج تمہیں یہ بات ہرگز فائدہ نہ دے گی جب کہ تم نے ظلم کیا کہ یقیناً تم سب عذاب میں اکٹھے ہو'' (39)

سوال 1: ﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾ ''اور آج تمہیں یہ بات ہرگز فائدہ نہ دے گی جب کہ تم نے ظلم کیا کہ یقیناً تم سب عذاب میں اکٹھے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾ ''اور آج تمہیں یہ بات ہرگز فائدہ نہ دے گی جب کہ تم نے ظلم کیا کہ یقیناً تم سب عذاب میں اکٹھے ہو'' یعنی جہنم میں تمہارا جمع ہو جانا اور عذاب میں مشترک ہونا آپ کو نفع نہیں دے گا۔

(2) قیامت کے روز تمہارا اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ عذاب میں اشتراک تمہارے کسی کام نہ آئے گا۔ چونکہ تم ظلم میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے اس لئے اس عذاب میں بھی ایک دوسرے کے ساتھی ہو مصیبت میں تسلی بھی تمہارے کوئی کام نہ آئے گی۔ کیونکہ جب دنیا میں مصیبت واقع ہوتی ہے اور مصیبت زدگان اس میں مشترک ہو جاتے ہیں اور ساتھی بن جاتے ہیں تو ان کی مصیبت قدرے ہلکی ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہیں۔ آخرت کی مصیبت میں تو ہر قسم کی عقوبت جمع ہوگی اس میں ادنیٰ سی راحت بھی نہ ہوگی یہاں تک کہ یہ دنیاوی راحت بھی نہ ہوگی اے ہمارے رب! ہم تجھ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں تو ہمیں اپنی رحمت سے راحت عطا کرنا۔
(تفسیر سعدی:2479/3)

﴿اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَمَنۡ كَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾

''کیا پھر آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راستہ دکھائیں گے؟ اور اُن لوگوں کو جو کھلی گمراہی میں پڑے ہیں'' (40)

سوال 1: ﴿اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَمَنۡ كَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''کیا پھر آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راستہ دکھائیں گے؟ اور اُن لوگوں کو جو کھلی گمراہی میں پڑے ہیں'' ازلی بدبخت ایمان نہیں لا سکتے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ﴾ ''کیا پھر آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راستہ دکھائیں گے؟'' یعنی جس کے سننے کی صلاحیت کو رب العزت نے سلب کر لیا ہو آپ اسے کیسے سنا سکتے ہو آپ ﷺ اسے کیسے ہدایت کا راستہ دکھا سکتے ہو جو دل اندھا ہو اُن پر شیطان غالب آ گیا ہے اس لیے وہ آپ ﷺ کی راہنمائی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

(2) ﴿وَمَنۡ كَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''اور اُن لوگوں کو جو کھلی گمراہی میں پڑے ہیں'' اور جو کھلی گمراہی میں پھنسے ہوئے ہیں، جو سیدھی راہ سے ہٹ چکے ہیں وہ آپ ﷺ سے حق کو کیسے قبول کر سکتے ہیں؟

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ ﴿۸۰﴾ وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۸۱﴾﴾ ''یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ ہی آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راستہ دکھانے والے ہیں، آپ صرف اُنہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتا ہے، چنانچہ وہی فرماں بردار ہیں۔'' (النمل: 81,80)

(4) ﴿وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ ۫ۖ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ۫ وَلَهُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ۫ وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، اُن کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور اُن کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔'' (الاعراف: 179)

(5) آپ ﷺ کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ ہر کوئی آپ ﷺ کی ہدایت کی طرف راہ نمائی کرنے والی صدا کو قبول کرے جو ہدایت کے راستے سے بھاگنا چاہے آپ ﷺ اس پر کیوں کڑھتے ہیں آپ ﷺ کی ذمہ داری پیغام پہنچانا ہے، ہدایت دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں ہدایت دے دیتا۔ اس کے تمام کام حکمت پر مبنی ہیں اس لیے فرمایا: ﴿وَلَوۡ عَلِمَ اللّٰهُ فِیۡهِمۡ خَیۡرًا لَّاَسۡمَعَهُمۡ

﴿وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اُن میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رُخی کرنے والے ہوتے۔'' (الانفال:23)

سوال 2: نصیحت کے اعتبار سے کون بہرہ اور اندھا بن جاتا ہے؟

جواب: نصیحت کے اعتبار سے وہ بہرہ اور اندھا بن جاتا ہے۔

(1) جس کے لیے ہمیشہ کی بدبختی لکھ دی گئی ہو۔ (2) جو کھلی گمراہی میں ہو۔

سوال 3: کس کو نصیحت کرنا، سمجھانا فائدہ نہیں دے سکتا؟

جواب: (1) جس شخص کی آنکھیں ہوں لیکن حق دیکھنے کے لیے آنکھیں بند ہو جائیں۔

(2) جس کے کان ہو لیکن حق سننے کے لیے کان بند ہو جائیں۔

(3) جس شخص کے پاس عقل ہو اور وہ عقل کو معطل کر کے خواہش کے مطابق چلنے لگے تو ایسے شخص کو سمجھانا فائدہ نہیں دیتا۔ سمجھنے کا کام عقل کے ذریعے ہوتا ہے۔ جب عقل ہی کام نہ کرے اس پر خواہشات غالب آجائیں تو وہ دعوت و تبلیغ سے سیدھے راستے پر نہیں آسکتا۔

سوال 4: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو کیا سمجھایا گیا؟

جواب: (1) اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ کسی کو ہدایت دینا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اور پھر ایسے شخص کو جو اندھا بہرہ ہو اور کھلی گمراہی میں ہو۔ (2) یہ ایک اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی بھی ہے کہ ایسے لوگوں کے کفر سے آپ ﷺ پریشان نہ ہوں۔

﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ﴾

''پھر اگر ہم آپ کو لے جائیں تو یقیناً ہم اُن سے انتقام ہی لینے والے ہیں'' (41)

سوال 1: ﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ﴾ ''پھر اگر ہم آپ کو لے جائیں تو یقیناً ہم اُن سے انتقام ہی لینے والے ہیں اللہ تعالیٰ ظالموں سے پوری طرح انتقام لینے پر قادر ہے'' آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ﴾ ''پھر اگر ہم آپ کو لے جائیں تو یقیناً ہم اُن سے انتقام ہی لینے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ظالموں سے انتقام لے کر رہیں گے کیونکہ انہوں نے جو بُرے عقائد گھڑ لیے اس کی وجہ سے ان کے اندر بری صفات پیدا ہو گئیں جو ان کے اور ہدایت کے درمیان رکاوٹ ہیں اور ان کو عذاب کا حق دار بنانے والی ہیں عذاب آپ ﷺ کی زندگی میں دکھا دیں یا بعد میں، وہ تو آ کر رہے گا۔

(2) یعنی انہیں ویسے ہی عذاب دیا جائے گا جیسا کہ پچھلی قوموں کو دیا گیا جنہوں نے رسولوں کو نکالا تھا (ایسر التفاسیر:1423)

سوال 2: ہم تمہیں یہاں سے لے جائیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ آپ ﷺ کو مکہ سے لے جائیں۔

(2) اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ کو دنیا سے لے جائیں یعنی موت آجائے۔

﴿اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾

"یا ہم آپ کو واقعی وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو یقیناً ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں" (42)

سوال 1: ﴿اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾ "یا ہم آپ کو واقعی وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو یقیناً ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾ "یا ہم آپ کو واقعی وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو یقیناً ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں" یعنی جس عذاب کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اس کے دکھانے سے ہم عاجز نہیں ہم دکھا سکتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴾ "اور اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھا دیں جو ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو اُٹھا لیں تو ہماری ہی طرف انہیں لوٹنا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔" (یونس:46)

(3) سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ستارے آسمان کے بچاؤ کا سبب ہیں جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز واقع ہو جائے گی جس کا وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی آسمان پھٹ جائے گا) اور میں اپنے اصحاب کے لیے ذریعہ امن ہوں میرے جانے کے بعد میرے صحابہ پر وہ دور آجائے گا جس کا وعدہ دیے جاتے ہیں۔" (مسلم:6466)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ سب پر قابو رکھتے ہیں عذاب میں جلدی یا دیر اس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔

سوال 2: یہاں کس وعدے کی بات کی گئی ہے؟

جواب: یہاں عذاب کے وعدے کی بات کہی گئی ہے کہ مکہ میں آپ ﷺ کے رہتے ہوئے عذاب بھیج دیں یا آپ ﷺ کی موت کے بعد بہر حال ہم اُن پر قدرت رکھتے ہیں۔

سوال 3: ﴿فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: یقیناً ہم ان پر قدرت رکھتے ہیں یعنی جب چاہیں عذاب نازل کر سکتے ہیں۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کافروں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کیسے کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کافر بدر کی جنگ میں عبرت ناک اور ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوئے۔

﴿فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِیۡۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾

''تو آپ اُس کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، یقیناً آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں'' (43)

سوال 1: ﴿فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِیۡۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾ ''تو آپ اُس کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے یقیناً آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں۔'' قرآن جنت کا سیدھا راستہ ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِیۡۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ﴾ ''تو آپ اُس کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے'' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ اس قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہیں اور اس کے پابند رہیں یہ جنت کا سیدھا راستہ ہے قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

(2) آپ اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جن کی طرف یہ کتاب دعوت دیتی ہے اسے دوسروں تک پہنچانے کی خواہش رکھیں۔

(3) ﴿اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾ ''یقیناً آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں'' یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام پر قائم ہیں۔

(4) بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو آپ پر اس سے تمسک کرنے اور اس سے راہ نمائی حاصل کرنے کو اور زیادہ واجب کرتی ہے۔ جب آپ جانتے ہیں کہ یہ حق، عدل اور سچائی ہے تو آپ اسی اصلِ اصیل پر قائم رہیں جبکہ دوسرے لوگوں نے شرک، اوہام اور ظلم و جور کو بنیاد بنا رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2482,2481/3)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو وحی کے بارے میں کیا ہدایت دی گئیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ جو وحی آپ ﷺ کی طرف کی گئی ہے اسے مضبوطی سے تھامے رہیں کیونکہ آپ ﷺ راہ راست پر ہیں۔

سوال 3: وحی کو مضبوطی سے کیسے تھاما جا سکتا ہے؟

جواب: وحی کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے اس کے احکامات کو یاد رکھنا، اسے لوگوں تک پہنچانا اس کی تعلیم دینا، لوگوں کی زندگیوں کو پاک کرنا، وحی کے مطابق معاشرے کے نظام کو چلانا ضروری ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَذِكۡرٌ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَ ۚ وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ﴾

''اور یقیناوہ (قرآن) آپ کے لیےاور آپ کی قوم کے لیے واقعی ایک نصیحت ہےاور جلد ہی تم سے پوچھا جائے گا'' (44)

سوال 1: ﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''اور یقیناوہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے واقعی ایک نصیحت ہے اور جلد ہی تم سے پوچھا جائے گا'' قرآن آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی قوم کے لیے باعث عزت وشرف ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ ''اور یقیناوہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے واقعی ایک نصیحت ہے۔'' یعنی یہ قرآن آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی قوم کے لیے باعث شرف ہے۔ (جامع البیان: 77/25)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''حالانکہ وہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت کے علاوہ کچھ نہیں۔'' (القلم: 52)

(3) ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم نے کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (انبیاء: 10)

(4) یہ قرآن تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی کو واضح کرتا ہے عزت وشرف کا باعث ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت قرآن ہے ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ ھُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اچھے طریقے سے اُنہیں روک لو یا اچھے طریقے سے اُنہیں چھوڑ دو اور اُنہیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو کہ تم زیادتی کرو اور جو ایسا کرے تو یقیناً اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور جو کتاب وحکمت میں سے اس نے تم پر نازل کیا، وہ تمہیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ: 231)

(6) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (57) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (58)﴾ ''اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آ گئی ہے اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے، جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (یونس: 58,57)

(7) قرآن مجید کی تعلیمات کو پھیلنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے کمال حکمت والے، تمام

خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔" (حم السجدہ:42)

(8) قیامت کے روز قرآن مجید اہل قرآن کی بخشش کے لیے سفارش کرے گا۔ (مسلم:1874)

(9) قیامت کے دن قرآن مجید عمل کرنے والوں کے حق میں گواہی دے گا۔ (مسلم:534)

(10) قرآن مجید کی پیروی کرنے والے ہمیشہ سیدھے راستے پر رہیں گے۔ (مسلم:6228)

(11) قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کو دنیا میں غلبہ حاصل ہوگا۔ (مسلم:1897)

(12) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو ایسے ایسے معجزات عطا کیے گئے کہ (انہیں دیکھ کر لوگ) ان پر ایمان لائے (بعد کے زمانے میں ان کا کوئی اثر نہیں رہا) اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کی ہے (اس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا) اس لیے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے تابع فرمان لوگ دوسرے پیغمبروں کے تابع فرمانوں سے زیادہ ہوں گے۔ (بخاری:4981)

(13) ﴿وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ﴾ "اور جلد ہی تم سے پوچھا جائے گا" یعنی آپ لوگوں سے سوال کیا جائے گا کہ قرآن مجید جیسی نعمت مل جانے کے بعد کتنا فائدہ اٹھایا۔ (14) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اوامر و نواہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (تفسیر مراغی:77/9)

(15) یعنی اس نعمت قرآن کے ملنے پر کتنا شکر ادا کیا۔ (تفسیر الثعالبی:184/5)

(16) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ﴾ "پھر یقیناً ہم اُن لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم اُن کے سامنے پورے علم کے ساتھ ضرور بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔" (الاعراف:7,6)

سوال 2: یہ بات کیوں کی گئی کہ یہ آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی قوم کے لیے نصیحت ہے؟

جواب: قرآن حکیم کے پہلے مخاطب قریش تھے اس لیے انہیں یہ بات کہی گئی ورنہ قرآن مجید تو جہان والوں کے نصیحت ہے۔

سوال 3: ذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: ذکر سے مراد شرف ہے۔

سوال 4: قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کی قوم کے لیے کیسے باعث عزت ہے؟

جواب: (1) قرآن مجید اُن کی زبان میں نازل ہوا۔ (2) وہ سب قرآن مجید کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

(3) وہ اس کے ذریعے پوری دنیا پر فضل اور اور برتری حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ۫ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾

”اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا کیا ہم نے رحمٰن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے؟“ (45)

سوال 1: ﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ ”اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا کیا ہم نے رحمن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے؟ تمام انبیا کا کام توحید ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ﴾ ”اور آپ اُن سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا“ یعنی تمام انبیاء کا ایک ہی پیغام ہے توحید پر سب کا اتفاق ہے آپ ﷺ انبیاء سے سوال کر کے دیکھ لو۔

(2) ﴿اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ ”کیا ہم نے رحمٰن کے سوا معبود بنائے ہیں کہ اُن کی عبادت کی جائے یعنی انبیاء میں سے کسی نے بھی غیر اللہ کی عبادت کی دعوت نہیں دی اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ”اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔“ (الانبیاء:25)

(3) ہر رسول نے توحید کی دعوت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ”بلاشبہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔“ (النحل:36)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ پیغمبروں سے پوچھو جنہیں آپ ﷺ سے پہلے بھیجا گیا تھا آپ ﷺ نے پیغمبروں سے کب سوال کیا؟

جواب: (1) پیغمبروں سے یہ سوال معراج کے موقع پر بیت المقدس یا آسمانوں میں کیا گیا ہوگا جہاں رسول اللہ ﷺ کی پیغمبروں سے ملاقاتیں ہوئیں۔

(2) یہ سوال پیغمبروں کے پیچھے چلنے والوں سے پوچھا گیا ہوگا۔ یعنی اہل کتاب، یہود و نصاریٰ سے کیونکہ وہ نبیوں کی تعلیمات کو جاننے والے ہیں اور ان ہی کے پاس پیغمبروں پر نازل کی ہوئی کتابیں بھی موجود ہیں۔

سوال 3: پیغمبروں سے کیا سوال کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: پیغمبروں سے یہ سوال کرنے کے لیے کہا گیا کہ کیا رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کیے گئے تھے جن کی عبادت کی جائے؟

سوال 4: پیغمبروں سے یہ سوال کرنے کے لیے کیوں کہا گیا؟

جواب: یہ سوال اس لیے کرنے کے لیے کہا گیا کہ پیغمبروں کے ماننے والے اس تعلیم کا جائزہ لیں جو انبیاء نے دی۔ کیونکہ انہوں نے شرک کی

تعلیم نہیں دی تھی۔اس لیے سچ ثابت ہوجاتا ہے کہ توحید ہی حق ہے کیونکہ ہر نبی نے توحید ہی کی تعلیم دی۔

رکوع نمبر 11

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کواپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اوراُس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو اُس نے کہا: ''یقینا میں جہانوں کے رب کا رسول ہوں'' (46)

سوال 1:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے موسیٰ کواپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اوراُس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو اُس نے کہا: ''یقینا میں جہانوں کے رب کا رسول ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون اور آل فرعون کے پاس توحید کا پیغام لے کر آئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) قریش نے نبی ﷺ کی نبوت کو طعنوں کا نشانہ بنایا تھا کہ آپ ﷺ فقیر ہو گئے، مال اور عزت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسی سے مشابہت رکھنے والا واقعہ فرعون بیان فرمایا ہے کہ جب فرعون کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی تو اس نے جواب میں کہا: کہ میں بڑا مال دار ہوں میرا مال اور میری عزت دیکھو۔اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا حال بیان فرمایا ہے۔

(2)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف بھیجا'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنے معجزات دے کر بھیجا تاکہ وہ انہیں توحید کی دعوت دیں اور شرک سے بچائیں۔

(3) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نو بڑے معجزات دیئے گئے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر ہی کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔'' (الاعراف:133)

(4) انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا مذاق اڑایا اور ان کی توہین کی۔آخر کار ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔

(5)﴿فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تو اُس نے کہا: ''یقینا میں رب کائنات کا رسول ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اس کے سرداروں اور نبی ﷺ کو کہا کہ میں رب العالمین کی جانب سے رسول ہوں۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے واحد معبود ہونے اور شرک کے باطل ہونے کی دعوت دی۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یہاں کس مقصد کے تحت لایا گیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوت دی تھی جس نے کہا تھا "میں موسیٰ سے بہتر ہوں" اور یہ مجھ سے کم تر ہے یہ تو صاف بات بھی نہیں کرسکتا۔ اہل مکہ نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نبی بنا کر بھیجتا۔ اس اعتبار سے دونوں واقعات میں مشابہت ہے جس کے لیے واقعہ دہرایا جارہا ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ کے لیے تسلی بھی ہے کہ جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بہت زیادہ آزمائشوں سے گزرنا پڑا اور انہوں نے صبر کیا تھا اسی طرح نبی ﷺ سے کہا گیا کہ اپنے رب کے حکم پر صبر کریں تو جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلے میں کامیاب ہوئے تھے ایسے ہی آپ ﷺ کے مقابلے میں اہل مکہ ناکام ہوں گے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ﴾

"تو جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا تو تب وہ اُس پر ہنس رہے تھے(47)"

سوال 1: ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ﴾ "تو جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا تو تب وہ اُس پر ہنس رہے تھے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَا﴾ "تو جب وہ اُن کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا" یعنی جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے انکار کیا۔

(2) ﴿اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ﴾ "تو تب وہ اُس پر ہنس رہے تھے" یعنی انہوں نے تکبر اور ظلم سے ان نشانیوں کا مذاق اڑایا۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نشانیاں لانے پر لوگوں نے ان کا مذاق کیوں اُڑایا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اُن لوگوں نے رسول ہونے کی دلیل طلب کی تھی پھر جب انہوں نے معجزات دکھائے تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے یہ تو جادو کے زور سے ہم بھی پیش کرسکتے ہیں۔

﴿وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

"اور ہم انہیں کوئی نشانی نہیں دِکھاتے تھے مگر وہ اپنے جیسی (نشانی) سے بڑی ہوتی تھی۔ اور ہم نے اُنہیں عذاب کے ساتھ پکڑ لیا تاکہ وہ لوٹ آئیں" (48)

سوال 1: ﴿وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ "اور ہم انہیں کوئی نشانی نہیں دِکھاتے تھے مگر وہ اپنے جیسی (نشانی) سے بڑی ہوتی تھی۔ اور ہم نے اُنہیں عذاب کے ساتھ پکڑ لیا تاکہ وہ لوٹ آئیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا نُرِيهِم مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا﴾ ''اور ہم انہیں کوئی نشانی نہیں دکھاتے تھے مگر وہ اپنے جیسی (نشانی) سے بڑی ہوتی تھی'' ہم نے فرعون اور آل فرعون کو جو نشانیاں دکھائیں ان میں سے ہر نشانی پہلی نشانی سے زیادہ بڑی ہوئی تھی، تا کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر دلیل بھی ہو اور ان کے لیے باعث عبرت بھی ہو۔

(2) ان پر طوفان آیا جو موسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر بڑی دلیل تھی کیونکہ وہ پچھلی نشانیوں سے زیادہ بڑی نشانی تھی۔ (ایسر التفاسیر 1424)

(3)﴿وَأَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ﴾ ''اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑ لیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں اس لیے مبتلا کیا تا کہ وہ کفر سے اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی اطاعت، اور ان کاموں پر توبہ کی طرف لوٹیں جس پر وہ ابھی تک قائم رہتے۔ (تفسیر المراغی 800/9)

(4)﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ''تا کہ وہ لوٹ آئیں'' کہ وہ اسلام کی طرف لوٹیں اور اس کی اطاعت کریں تا کہ ان کا شرک اور شر زائل ہو۔ (تفسیر سعدی 2483/3)

سوال 2: کون سی نشانیاں تھیں جو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوتی تھیں؟

جواب: ان نشانیوں سے مراد نو نشانیاں ہیں جو طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون وغیرہ کی شکل میں بعد میں آئیں۔ بعد میں آنے والی ہر نشانی پہلے سے بڑھی ہوئی ہوتی تھی یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کی دلیل تھی۔

﴿وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ﴾

''اور انہوں نے کہا: ''اے جادوگر! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو اس عہد کی وجہ سے جو اس نے تم سے کیا، یقیناً ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں'' (49)

سوال 1:﴿وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''اے جادوگر! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو اس عہد کی وجہ سے جو اس نے تم سے کیا، یقیناً ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''اے جادوگر!'' یعنی جب ان پر عذاب نازل ہوتا تو وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کہتے: اے جادو کا علم رکھنے والے، اے جادوگر! کیونکہ وہ معجزات کو جادو سمجھتے تھے۔ ان کی اکڑ کا یہ عالم تھا کہ التجا کے وقت بھی وہ آپ کو ''ساحر'' ہی کہتے تھے۔ جیسا کہ تمام انبیاء کو اس لقب سے نوازا جاتا رہا ہے۔ (تیسیر القرآن 166/4)

(2) ''ساحر'' ان کے محاورات میں عالم کو کہتے تھے۔ کیونکہ بڑا علم ان کے نزدیک یہ سحر تھا۔ شاید اس خوشامد اور لجاجت کے وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بظاہر تعظیمی لقب سے پکارا ہو اور خبث باطن سے اشارہ اس طرف بھی کیا ہو کہ ہم تجھ کو نبی اب بھی نہیں سمجھتے۔ (تفسیر عثمانی 575/2)

(3)﴿ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ﴾ ''ہمارے لیے دعا کرواس عہد کی وجہ سے جو اس نے تم سے کیا'' یعنی جب ان پر عذاب آتا وہ تڑپ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور خوشامد کرتے ہوئے کہتے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں فضیلت عطا کی ہے اس کے ذریعے دعا کرو کہ ہم پر سے اللہ تعالیٰ عذاب دور کردے۔

(4)﴿إِنَّنَا لَمُهۡتَدُونَ﴾ ''یقیناً ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں'' یعنی وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے عذاب ہٹانے پر ایمان لانے کا وعدہ کرتے اور اپنے اعمال پر توبہ کرتے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی ان کے لیے دعا کرتے۔

سوال2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قوم جادوگر کہہ کر کیوں مخاطب کرتی تھی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو قوم نے جادوگری سے تعبیر کیا تھا اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر قرار دیتے تھے۔

(2) اس دور میں جادو کو برا خیال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ جادوگر اور عالم ہم معنی ہی خیال کیے جاتے تھے اس لیے وہ تعظیماً جادوگر کہتے تھے۔

سوال3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے جب قوم کے لوگ دُعا کرنے کے لیے کہتے تھے تو ''اپنے رب کے الفاظ کیوں استعمال کرتے تھے جبکہ رب تو ان کا بھی تھا؟

جواب: ان الفاظ کی وجہ یہ تھی کہ مشرکوں کے رب مختلف ہوتے تھے انہوں نے مشرکانہ ذہنیت کی وجہ سے ہی یہ بات کہی تھی کہ اپنے رب سے ہر کام کروالو۔

سوال4: ﴿إِنَّنَا لَمُهۡتَدُونَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: یقیناً ہم ہدایت پانے والے ہیں یعنی اگر عذاب ہم سے دور کر دیا گیا تو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور آپ کو سچا رسول مان لیں گے۔

﴿فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ إِذَا هُمۡ يَنۡكُثُونَ﴾

''پھر جب ہم اُن پر سے عذاب ہٹا دیتے تو اچانک وہ اپنا عہد توڑ دیتے تھے''(50)

سوال: ﴿فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ إِذَا هُمۡ يَنۡكُثُونَ﴾ ''پھر جب ہم اُن پر سے عذاب ہٹا دیتے تو اچانک وہ اپنا عہد توڑ دیتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ إِذَا هُمۡ يَنۡكُثُونَ﴾ ''پھر جب ہم اُن پر سے عذاب ہٹا دیتے تو اچانک وہ اپنا عہد توڑ دیتے تھے'' یعنی جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب ٹل جاتا تو وہ عہد شکنی کرتے اور اپنے کفر پر قائم رہتے۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الرِّجۡزَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُمۡ بَالِغُوهُ إِذَا هُمۡ يَنۡكُثُونَ﴾ ''پھر جب ہم ان

سے ایک وقت عذاب کو دور کر دیتے جس کو وہ پہنچنے والے ہی تھے تو اچانک وہ عہد کو توڑ دیتے تھے۔'' (الاعراف:135)

﴿وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

''اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی، اس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟ تو کیا تم لوگ دیکھتے نہیں؟'' (51)

سوال: ﴿وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی اس نے کہا: ''اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟ تو کیا تم لوگ دیکھتے نہیں؟'' فرعون نے اپنی قوم کے سامنے سیدنا موسی علیہ السلام پر جو فوقیت جتلائی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ﴾ ''اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا:'' یعنی فرعون نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا اس نے اپنے اقتدار کے فریب میں مبتلا ہو کر اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ﴾ ''اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے'' یعنی کیا میں مصر کا تنہا بادشاہ نہیں ہوں؟

(3) ﴿وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ﴾ ''اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟'' یعنی کیا دریائے نیل میرے محل کے نیچے نہیں بہتا؟ اس سے مراد نیل سے نکلنے والی نہریں ہیں جو محلات اور باغات میں سے ہو کر بہہ رہی تھیں۔

(4) ﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''کیا پھر تم لوگ دیکھتے نہیں؟'' کیا تم میری عظمت، میری قدرت اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر میری فضیلت کو نہیں دیکھتے؟

(5) فرعون نے ایسے معاملے پر فخر کیا جو اس کی ذات سے باہر تھا۔ اس نے اوصاف حمیدہ اور افعال سدیدہ کی بجائے اپنی عظمت کا سبب اپنے مال اور اقتدار میں بنایا تو رب العزت نے فرمایا: ﴿فَحَشَرَ فَنَادٰى (٢٣) فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (٢٤) فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى (٢٥)﴾ ''پھر اس نے جمع کیا، پس پکارا۔ پس اس نے کہا میں تمہارا سب سے بلند رب ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔'' (النازعات:23-25)

﴿اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ﴾

''یا میں ہی اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلیل و حقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ واضح بات کرے''؟ (52)

سوال:﴿اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ﴾ ''یا میں ہی اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلیل وحقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ واضح بات کرے'' فرعون نے اپنی برتری کا یقین دلانے کے لیے جو دلیل دی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ﴾ ''یا میں ہی اس شخص سے بہتر ہوں جو ذلیل وحقیر ہے'' فرعون نے کلیم اللہ یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم اور جلیل القدر پیغمبر کو حقیر قرار دیتے ہوئے خود کو غالب اور قوت والا قرار دیتے ہوئے پوچھا کہ ہم میں سے کون بہتر ہے۔

(2)﴿وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ﴾ ''اور صاف بول نہیں سکتا'' یہ فرعون کا جھوٹ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام صاف بول نہیں سکتے اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے پر پوری طرح قدرت نہیں رکھتے۔

(3) یہ فرعون کا پروپیگنڈا تھا ورنہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام فصیح اللسان تھے، بڑے باوقار، وجیہ اور بارعب تھے۔

(4) جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی تو انہیں یہ دعا سکھائی گئی تھی۔﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِىْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِىْ ﴿٢٨﴾﴾ ''اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔ تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔'' (طٰہٰ:28,27)

(5) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور ان کی زبان کا بوجھل پن ختم ہوگیا۔

﴿فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ﴾

''تو کیوں نہیں اُس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے؟ یا فرشتے اُس کے ساتھ جمع ہو کر کیوں نہ آئے؟'' (53)

سوال:﴿فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ﴾ ''تو کیوں نہیں اُس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے؟ یا فرشتے اُس کے ساتھ جمع ہو کر کیوں نہ آئے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ ''تو کیوں نہیں اُس پر سونے کے کنگن ڈالے گئے؟'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اہل مصر کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کو اپنا سردار بناتے تھے تو اس کو سونے کے کنگن اور طوق پہناتے تھے سردار ہونے کی یہ علامت تھی اسی لئے فرعون نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے رب نے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو واجب الاطاعت سردار بنایا ہے تو اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے۔ (تفسیر مظہری:252/10)

(2)﴿اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ﴾ ''یا فرشتے اُس کے ساتھ پرے باندھ کر کیوں نہ آئے؟'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرشتے ہوتے جو ہمیں یقین دلاتے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو ہم یقین کرتے۔ اس طرح فرعون نے اپنی قوم کو اپنا ہمنوا بنالیا۔

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾

''سواُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی، یقیناوہ نافرمان لوگ تھے'' (54)

سوال: ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''سواُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی، یقیناوہ نافرمان لوگ تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ﴾ ''سواُس نے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا تو انہوں نے اُس کی اطاعت کی'' پس بے وقوف بنایا اس نے اپنی قوم کو اور وہ اس کے کہنے میں آ گئی۔یعنی فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کو عقلی حقیر جانا اور یوں اس نے ان کے سامنے ان شبہات کا اظہار کیا جن کا کوئی فائدہ اور ان کی کوئی حقیقت نہیں، یہ شبہات حق پر دلالت کرتے تھے نہ باطل پر۔یہ صرف کم عقل لوگوں کو متاثر کر سکتے تھے۔فرعون کے اقتدار اور اس کے محلات میں نہروں کے بہنے میں اس کے برحق ہونے کی کون سی دلیل ہے؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی ثقالت، ان کے متبعین کی قلت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونے کے کنگنوں سے آراستہ نہ کرنے میں ان کی دعوت کے بطلان کی کون سی دلیل ہے؟ (تفسیر سعدی:2484/3) (2) فرعون نے مکر وفریب سے قوم کو اپنا مطیع بنالیا۔ان کی اطاعت، ان کی عقل کی کمی کی دلیل تھی۔

(3) ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''یقیناوہ نافرمان لوگ تھے'' فاسق ہمیشہ شیطان کی پکار پر لبیک کہتا ہے۔قوم فاسق تھی اس لیے فاسق کی پکار کو قبول کر لیا۔

﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا چنانچہ ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' (55)

سوال: ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے اُن سے انتقام لیا چنانچہ ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا﴾ ''پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا'' یعنی جب انہوں نے کفر، تکبر، ظلم اور دیگر نافرمانیوں کی انتہا کر کے ہمیں ناراض کر دیا۔

(2) ﴿انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اُن سے انتقام لیا چنانچہ ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے ان سے اس طرح انتقام لیا کہ سب کے سب پانی میں ڈبوئے گئے جس پر فرعون ناز کرتا تھا کہ مصر کی نہریں میرے محلات کے نیچے بہتی ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے'' (الاعراف:136) (4) گناہ گار کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہیے۔

(5) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کو اللہ دنیا دیتا چلا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر جما ہوا ہو تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے پھر نبی ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن ابی حاتم) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اچانک موت کا ذکر آیا تو فرمایا ایمان دار پر تو یہ تخفیف ہے اور کافر پر حسرت ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کو پڑھ کر سنایا۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انتقام غفلت کے ساتھ ہے۔ (ابن کثیر:43)

﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے اُن کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا'' (56)

سوال: ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُن کو پیش رو اور بعد والوں کے لیے مثال بنا دیا'' یعنی فرعون اور اس کے بعد آنے والوں کے لیے نشانہ عبرت اور بعد میں آنے والوں کے لیے مثال بنا دیا تاکہ وہ ان کا حشر دیکھ کر ایسے کام کبھی نہ کریں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا باعث بن جاتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (۶۵) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (۶۶) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۶۷) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (۶۸)﴾ ''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اور اُن سب کو جو اُس کے ساتھ تھے نجات دلائی۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور اُن میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ اور بے شک آپ کا رب سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔'' (الشعراء:65-68)

(3) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے تاکہ وہ خوب نافرمانی کرلے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ (بخاری:4686)

رکوع نمبر 12

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾

''اور جب ابنِ مریم کی مثال دی گئی اچانک آپ کی قوم کے لوگ اس پر شور مچا رہے تھے'' (57)

سوال 1: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾ ''اور جب ابنِ مریم کی مثال دی گئی اچانک آپ کی قوم کے لوگ اس پر شور مچا رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے فرمایا ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ ''اور جب ابنِ مریم کی مثال دی گئی'' یعنی جب سیدہ مریم علیہما السلام

کے بیٹے کی عبادت سے منع کیا گیا۔

(2)﴿اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾ ''آپ کی قوم کے لوگ اس پر شور مچا رہے تھے'' تو آپ ﷺ سے جھٹلانے والے لوگوں نے اس ضرب المثل کی وجہ سے جھگڑا کیا۔ انہوں نے شور مچا کر یہ سمجھا کہ انہوں نے دلیل کے زور سے غلبہ حاصل کر لیا ہے۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قریش سے فرمایا کہ ''اے معشر قریش! اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی عبادت (پوجا) کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے'' قریش نے کہا کہ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عبد نبی اور عبد صالح تھے، اگر وہ آپ کے زعم کے مطابق ایسے تھے تو وہ بھی ان کے ایک معبود ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:390)(ابن عباس:213/3)

(4) ایک دفعہ نبی ﷺ ولید بن مغیرہ اور دیگر اکابر قریش کے پاس تشریف لے گئے اتنے میں نذر بن حارث بھی آ گیا آپ ﷺ سے جھگڑنے لگا۔ آپ ﷺ نے اسے لاجواب کر دیا۔ پھر یہ آیات سنائیں ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے اور یہی سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اس میں ان کے لیے گدھے کی سی آواز ہوگی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے'' (الانبیاء:98-100) آپ ﷺ وہاں سے اٹھ آئے۔

سوال 2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی مثال سے اہل مکہ کیوں خوشی سے چیخنے لگے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی خدا کا درجہ دیتے ہیں۔ مشرکین مکہ اور عیسائیوں کے درمیان شرک میں مماثلت کی وجہ سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی مثال پر خوشی سے چیخنے لگ گئے تھے۔

﴿وَقَالُوْۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾

''اور انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ انہوں نے آپ کے لیے وہ مثال نہیں بیان کی مگر جھگڑے کے لیے، بلکہ وہ لوگ جھگڑالو ہیں'' (58)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ انہوں نے آپ کے لیے وہ مثال نہیں بیان کی مگر جھگڑے کے لیے، بلکہ وہ لوگ جھگڑالو ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالُوْۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ علیہ السلام)؟'' اللہ رب العزت نے

جب خودساختہ معبودوں کی عبادت سے منع کیا اور انہیں وعیدد ی گئی تو لوگ کہنے لگے کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام؟

(2) ان کی اس بے موقع دلیل کی توجیہ یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ تمہارے نزدیک اور ہمارے نزدیک یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان مقرب بندوں میں سے ہیں جن کا انجام بہت اچھا ہے، پھر تو نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے معبودوں کو ان کی عبادت کی ممانعت میں برابر کیوں کر قرار دے دیا؟ اگر تیری دلیل باطل نہ ہوتی تو اس میں کوئی تناقض نہ ہوتا۔ اور تو نے یہ کیوں کہا: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ ''بلاشبہ تم اور وہ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا تم عبادت کیا کرتے تھے سب جہنم کا ایندھن ہیں، تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو'' (الانبیاء:98) ان کے زعم کے مطابق یہ حکم عیسیٰ علیہ السلام اور تمام بتوں کو شامل ہے، تب کیا یہ تناقض نہیں؟ اور دلیل کا تناقض دلیل کے بطلان پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بعید ترین دلیل ہے جس کے ذریعے سے لوگ اس شبہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس پر یہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شور مچا رہے ہیں اور ایک دوسرے کو خوشخبری دے رہے ہیں، حالانکہ شبہ۔ الحمد اللہ۔ کمزور ترین اور باطل ترین شبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا مسیح علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور بتوں کی عبادت کو مساوی قرار دیا ہے چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے انبیاء و مرسلین اور دیگر کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں۔ اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور دیگر خودساختہ معبودوں کی ممانعت کے مساوی ہونے میں کون سا شبہ ہے؟ (تفسیر سعدی:2486,2485/3)

(3) ﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا﴾ ''انہوں نے آپ کے لیے وہ مثال نہیں بیان کی مگر جھگڑے کے لیے'' یعنی اس مثال کو وہ آپ ﷺ کے سامنے جھگڑے کے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

(4) ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ لوگ جھگڑالو ہیں'' یعنی وہ شدید جھگڑالو لوگ ہیں۔ (ترمذی:3253)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو آدمیوں میں سے زیادہ ناپسند وہ ہے جو ہٹ دھرم اور سخت جھگڑالو ہو۔'' (مسلم:6780)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کسی میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی گئی اس میں نفاق میں سے ایک خصلت پائی گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے: جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو وفا نہ کرے اور جب اختلاف ہو تو جھگڑا کرے۔'' (بخاری:34)

سوال 2: مشرکین مکہ نے یہ کیوں کہا تھا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام؟

جواب: مشرکین مکہ نے یہ بات جھگڑے کی غرض سے کہی تھی کہ اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قابل روح ہیں جب کہ عیسائیوں نے انہیں معبود بنا رکھا ہے تو آخر ہمارے معبود ہی کیوں برے ہیں؟ کیا وہ بھی بہتر نہیں ہیں؟ اور اگر ہمارے معبود جہنم میں جائیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام

بھی کیا جہنم میں جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو جھگڑالو لوگوں کا جھگڑا قرار دیا۔

سوال 3: کیا نیک لوگ جو زندگی میں توحید کی دعوت دیتے رہے لیکن بعد والوں نے انہیں معبود بنا لیا وہ بھی جہنم میں جائیں گے؟

جواب: نیک لوگوں کا شرک میں کوئی قصور نہیں تھا قرآن حکیم نے واضح کیا ہے وہ جہنم سے دور رہیں گے۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾

’’نہیں مگر وہ ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا‘‘ (59)

سوال 1: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ’’نہیں مگر وہ ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا‘‘ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے تھے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ ’’نہیں مگر وہ ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا‘‘ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جنہیں اس نے نبوت عطا فرمائی۔

(2) ﴿وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ’’اور ہم نے اُسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا‘‘ جنہیں رب العزت نے بن باپ کے پیدا کر کے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا اور اپنی قدرت پر دلیل بنایا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا﴾ بچے نے کہا: ’’یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا‘‘ (مریم:30)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کو کیسے واضح کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بندہ ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے قدرت کا نشان بنا دیا۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کیسے اپنی قدرت کا نشان بنا دیا تھا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس اعتبار سے اپنی قدرت کا نشان بنا دیا تھا کہ ان کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان کو معجزات عطا کیے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان تھے۔ خاص طور پر مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ قابل ذکر ہے۔

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾

’’اور اگر ہم چاہیں تو تمہارے اندر سے ضرور فرشتے بنا دیں جو زمین میں جانشین ہوں‘‘ (60)

سوال 1: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾ ’’اور اگر ہم چاہیں تو تمہارے اندر سے ضرور فرشتے

بنادیں جوزمین میں جانشین ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴾''اور اگر ہم چاہیں تو تمہارے اندر سے ضرور فرشتے بنادیں جوزمین میں جانشین ہوں'' یعنی اگر ہم یہ چاہتے کہ زمین پر تمہاری جگہ فرشتے آباد ہوں تو ہم فرشتوں کو جانشین بنا کر مقرر کردیتے۔وہ زمین میں رہتے۔زمین میں ہی ان کی آبادی ہوتی۔پھر فرشتوں میں سے رسول بنا کر بھیجتے۔

(2)اب جب کہ تم انسان ہوتوتمہاری یہ طاقت کہاں کہ فرشتوں کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جائے اور تم ان سے سیکھو۔یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے رسول بنا کر بھیجا۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے اس بات سے کیا سمجھایا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو فرشتے زمین میں تمہاری جانشینی کرتے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ فرشتوں کا آسمان پر رہنا ایسا شرف نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کی عبادت کی جائے یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے آسمان اور ہمارے لیے زمین پر رہنے کا فیصلہ کیا ورنہ فرشتے بھی زمین پر آباد کیے جاسکتے تھے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾

''اور یقیناوہ (عیسیٰ) بلاشبہ قیامت کی ایک نشانی ہے تو تم اُس میں ہرگز شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو،یہی سیدھا راستہ ہے''(61)

سوال 1:﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾''اور یقیناوہ (عیسیٰ علیہ السلام) بلاشبہ قیامت کی ایک نشانی ہے تو تم اُس میں ہرگز شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو،یہی سیدھا راستہ ہے۔'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا وجود قیامت کی دلیل ہے،قیامت سے پہلے وہ آسمان سے اتریں گے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾''اور یقیناوہ (عیسیٰ) بلاشبہ قیامت کی ایک نشانی ہے''یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہیں۔اس سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے آسمان سے اترنا مراد ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾''اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کی موت سے پہلے اُس پر ضرور ایمان لائے گا اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہ ہوگا'' (النساء:159)

(2)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جو مریم کے بیٹے ہیں منصف اور حاکم بن کر نہ نازل ہوں۔وہ صلیب توڑ دیں گے،سور کو قتل کریں گے اور جزیہ لینا بند کردیں گے۔تب مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔'' (بخاری:2476)

(3)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!وہ دن قریب

ہے کہ جس میں عیسیٰ ابنِ مریم علیہما السلام تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے ، وہ صلیب کو توڑ دیں گے ، سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہو گا۔ (بخاری:3448)

(4) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر لڑتا رہے گا اور قیامت تک غالب رہے گا اور فرمایا کہ پھر سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اتریں گے۔ لوگوں کا امیر ان سے نماز پڑھانے کے لیے عرض کرے گا۔ آپ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں بلکہ تم ایک دوسرے پر امیر ہو، یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمایا ہے۔ (مسلم کتاب:395)

(5) ﴿فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾ ''تو تم اُس میں ہرگز شک نہ کرو'' یعنی قیامت کے آنے اور اس کے قریب ہونے کے بارے میں شک نہ کرو۔

(6) ﴿وَاتَّبِعُوْنِ﴾ ''اور میرے پیچھے چلو'' یعنی میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے اس کی اطاعت کرو اور جس سے روکا ہے اس سے رک جاؤ (جامع البیان:93/25)

(7) ﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ ''یہی سیدھا راستہ ہے'' (i) یعنی قیامت کو ماننا اور میری اطاعت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ (ii) یعنی یہ وہ راستہ ہے جو سیدھا اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ (iii) اس راستے میں کوئی کجی نہیں نہ عقائد، نہ عبادات میں، نہ شریعت میں، یہ سیدھا راستہ ہے۔ (iv) یعنی اللہ تعالیٰ پر، آخرت پر یقین اور اللہ کی فرماں برداری کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی تابعداری کے لیے کیا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی تابعداری کے لیے قیامت کے آنے کے بارے میں شک نہ کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ قیامت میں شک ہو تو اللہ تعالیٰ کے آگے اعمال کی پیشی خود ہی مشکوک ہو جاتی ہے اور جب جزا سزا کا تصور ہی خراب ہو جائے تو فرماں برداری بھلا کیسے ہو سکتی ہے؟

﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

''اور شیطان تمہیں روک نہ دے، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' (62)

سوال: ﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور شیطان تمہیں روک نہ دے، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ﴾ ''اور شیطان تمہیں روک نہ دے'' یعنی میں تمہیں جو حکم دیتا ہوں اور جن سے روکتا ہوں اس کی اطاعت سے شیطان تمہیں روک نہ دے۔ (2) کہیں شیطان تمہیں قیامت پر ایمان سے نہ روک دے۔

(3) ﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' بے شک شیطان تمہیں گمراہ کرنے کی حرص رکھتا ہے وہ تمہارا دشمن ہے۔ پوری پوری کوشش کر رہا ہے۔

﴿وَلَمَّا جَآءَ عِیْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَیِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾

''اور جب عیسیٰ کھلی نشانیاں لے کرآیا تو اُس نے کہا کہ یقیناً میں تمہارے پاس حکمت لے کرآیا ہوں اور تا کہ میں تم پر بعض اُن باتوں کی وضاحت کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، سواللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور میری اطاعت کرو'' (63)

سوال: ﴿وَلَمَّا جَآءَ عِیْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَیِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''اور جب عیسیٰ علیہ السلام کھلی نشانیاں لے کرآیا تو اُس نے کہا کہ یقیناً میں تمہارے پاس حکمت لے کرآیا ہوں اور تا کہ میں تم پر بعض اُن باتوں کی وضاحت کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، سواللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا جَآءَ عِیْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ﴾ ''اور جب عیسیٰ کھلی نشانیاں لے کرآیا'' یعنی جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم معجزات اور شریعت لے کرآئے۔ (ایسر التفاسیر: 1428،1427)

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی نبوت پر جو دلائل لے کرآئے وہ ان کے معجزات تھے۔ مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو شفایاب کرنا وغیرہ۔ (3) ﴿قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ﴾ ''تو اس نے کہا کہ یقیناً میں تمہارے پاس حکمت لے کرآیا ہوں'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ میں حکمت یعنی نبوت کے ساتھ تمہاری راہنمائی کے لیے آیا ہوں۔

(4) ﴿وَلِاُبَیِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ﴾ ''اور تا کہ میں تم پر بعض اُن باتوں کی وضاحت کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو'' یعنی دینی اموراور تورات کے احکامات میں تمہارے درمیان جو اختلافات ہیں ان میں حق بات بتانے کے لیے مجھے بھیجا گیا۔

(5) یعنی دینی باتیں بالبعض وہ چیزیں جن کو شریعت موسویہ نے حرام ٹھہرایا تھا ان کا حلال ہونا بیان کرتا ہوں۔ ﴿وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ﴾ ''اور تا کہ میں تمہارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں۔'' (آل عمران: 50) (تفسیر عثمانی: 2/578)

(6) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ ''سواللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور میری اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ اسے ڈرو اس معاملے میں جو اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی میں سے پہنچا ہے اور میری اطاعت کرو۔ (ایسر التفاسیر: 1427،1428)

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، چنانچہ اُس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے'' (64)

سوال:﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، چنانچہ اُس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، چنانچہ اُس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے'' یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا بھی لہٰذا اسی کی عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔ اس آیت کریمہ میں توحید ربوبیت کا اقرار ہے، اللہ تعالیٰ مختلف انواع کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوق کی تربیت کرتا ہے، نیز توحید عبودیت کا اقرار ہے، یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور سیدنا عیسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام کی طرف سے خبر دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا تین میں سے تیسرا نہیں ہیں جیسا کہ نصاریٰ کا خیال ہے اور یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ یہی راستہ سیدھا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2488/3)

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یعنی وہ میرا بھی الہ ہے اور تمہارا بھی اس کے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔

﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِهِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡ عَذَابِ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ﴾

''پھر کئی گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو بڑی تباہی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا'' (65)

سوال:﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِهِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡ عَذَابِ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ﴾ ''پھر کئی گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو بڑی تباہی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا'' سیدنا عیسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام کے بارے میں لوگوں کی مختلف آراء ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِهِمۡ﴾ ''پھر کئی گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا'' سیدنا عیسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام جب توحید کی دعوت لے کر آئے تو ان کی بات سن کر لوگوں نے اختلاف کیا کچھ نے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ، اس کا نبی اور اس کا کلمہ کہا اور بعض نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا لیا۔ صرف مومن تھے جنھوں نے ان کی رسالت کی گواہی دی اور ان کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول کہا۔

(2)﴿فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡ عَذَابِ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ﴾ ''سو بڑی تباہی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا'' رب العزت نے انہیں جہنم کی گھاٹی ''ویل'' کی وعید دی ہے۔

(3) سورۃ مریم میں رب العزت نے فرمایا:﴿فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِهِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ مَّشۡهَدِ یَوۡمٍ

عَظِيْمٍ﴾ ''پھر گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا تو اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا ایک بڑے دن کی حاضری سے ہلاکت ہوگی۔'' (مریم:37)

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''وہ انتظار نہیں کر رہے مگر قیامت کا کہ اچانک اُن پر آجائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں'' (66)

سوال 1: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''وہ انتظار نہیں کر رہے مگر قیامت کا کہ اچانک اُن پر آجائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں'' قیامت اچانک آجائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''وہ انتظار نہیں کر رہے مگر قیامت کا کہ اچانک اُن پر آجائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں'' یعنی کیا وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ توبہ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اپنی دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں۔ (2) قیامت اچانک آجائے گی پھر ان کے لیے نصیحت کا موقع کہاں ہوگا؟

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ﴾ ''سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کر رہے ہیں، بے شک اس کی علامات تو آچکی ہیں، پھر جب وہ اُن کے پاس آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟'' (محمد:18)

(4) ﴿بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ اچانک ان پر آجائے گی چنانچہ وہ انہیں بدحواس کر دے گی پھر وہ اسے دفع کرنے کی طاقت نہ رکھیں اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔'' (الانبیاء:40)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کس سے کیا ہے کہ کیا اب وہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں؟

جواب: یہ سوال مشرکین مکہ سے کیا ہے جو قیامت کے بارے میں شک کر رہے تھے انہیں بتایا گیا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں اور سارے اختلافات کی حقیقت واضح کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ اب بھی تسلیم نہیں کریں گے جب کہ قیامت اچانک آجائے گی اور انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔ پھر تسلیم کرنے کا آخر کونسا موقع باقی رہ جائے گا۔

﴿اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾

''تمام دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے'' (67)

سوال 1: ﴿اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''تمام دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقی لوگوں کے'' قیامت کے دن دوست دشمن بن جائیں گے'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ ''تمام دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے'' یعنی قیامت کے دن غیر اللہ کی وجہ سے جن کے درمیان دوستی ہوگی وہ سب دشمن بن جائیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّیَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ﴾ ''اور اس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو معبود بنایا ہے، دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے، قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی۔ اور تمہارے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا'' (العنکبوت:25)

(2) ﴿اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴾ ''سوائے متقی لوگوں کے'' یعنی جو لوگ نافرمانیوں سے بچتے رہے۔ ان کی محبت اور دوستی دائمی ہوگی کیونکہ جس ہستی کی خاطر محبت کی ہوگی۔ اس کو دوام ہے۔ ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں دو ایماندار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے اے اللہ فلاں شخص میرا دلی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا تھا بھلائی کی ہدایت کرتا تھا برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے پس اے باری تعالیٰ تو اسے راہ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھائے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔ اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے ''تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کے لیے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو تو بہت ہنستا اور بالکل آرزدہ نہ ہوتا۔'' پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ''تم آپس میں ایک دوسرے کا تعلق بیان کرو۔'' پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے یہ میرا بڑا اچھا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔ دو کافر جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست تھے جب ان میں سے ایک مرتا ہے اور جہنم کی خبر دیا جاتا ہے تو اسے بھی اپنا دوست یاد آتا ہے اور کہتا ہے باری تعالیٰ فلاں شخص میرا دوست تھا تیری اور تیرے نبی کی نافرمانی کی مجھے تعلیم دیتا تھا، برائیوں کی رغبت دلاتا تھا، بھلائیوں سے روکتا تھا، اور تیری ملاقات نہ ہونے کا مجھے یقین دلاتا تھا، پس تو اسے میرے بعد ہدایت نہ کرنا کہ وہ بھی دیکھے جو میں نے دیکھا ہے اور اس پر تو اسی طرح ناراض ہو جس طرح مجھ پر غضب ناک ہوا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں جمع ہوتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے اوصاف بیان کرو تو ہر ایک کہتا ہے تو بڑا برا بھائی تھا اور برا ساتھی تھا اور بدترین دوست تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر دوستی قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیزگاروں کی دوستیاں ابن عساکر میں ہے جن دو شخصوں نے اللہ کے لیے آپس میں دوستانہ کر رکھا ہے خواہ وہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کر کے فرمائے گا کہ یہ ہے جسے تو میری وجہ سے چاہتا تھا۔ (ابن کثیر:47)

سوال 2: متقی لوگ ایک دوسرے کے دشمن کیوں نہیں بنیں گے؟

جواب: تقویٰ اللہ کے ڈر کو کہتے ہیں۔ تقویٰ کی وجہ سے جو دوستیاں وجود میں آتی ہیں وہ خالصتاً اللہ کی رضا اور اس کی محبت کی بنیاد پر وجود میں آتی ہیں۔ اللہ کی رضا اور تقویٰ ہی کل جنت میں لے جانے کا سبب ہوگا اس لئے ان کی دوستیاں برقرار رہیں گی۔

رکوع نمبر 13

﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾

''اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے'' (68)

سوال 1: ﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ ''اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے'' قیامت کے دن نیک لوگوں کو غم اور خوف سے آزاد ہونے کی جو خوش خبری اس آیت میں دی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ ''اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے'' قیامت کے دن نیک لوگوں سے کہا جائے گا کہ آج غم اور خوف تمہارے پاس بھی نہیں آئے گا خوش رہو۔

(2) معمر بن سلیمان نے اپنے باپ کی روایت سے بیان کیا۔ معمر کے باپ نے کہا میں نے سنا ہے کہ جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا ہر ایک گھبرایا ہوا ہوگا۔ اس وقت (اللہ کی طرف سے) ایک منادی ندا دے گا۔ ﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ یہ سن کر لوگوں کو کچھ امید بندھے گی لیکن فوراً ہی منادی اس کے بعد کہے گا یہ سن کر سوائے اطاعت گزار مومنوں کے سب مایوس ہو جائیں گے۔ (تفسیر مظہری: 257/10)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے کن بندوں کو یہ کہا کہ خوف اور غم نہ کرو؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں سے یہ کہا ہے کہ نہ آج تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غم زدہ ہوں گے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو خوف اور غم سے کس وجہ سے بچایا جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بغض اور اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کو رسول اللہ ﷺ نے ایمان کے کمال کی بنیاد کہا ہے۔ ﴿مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ، فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ﴾ ''جس نے اللہ کی خاطر محبت کی اور اللہ کی خاطر بغض رکھا اور اللہ کی خاطر دیا اور اللہ کی خاطر روک لیا۔ اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا۔'' (ابوداود: 4681)

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾

"وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرماں بردار تھے" (69)

سوال: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ "وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرماں بردار تھے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ "وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے" یعنی جو قرآن پر ایمان لائے تھے۔ (ایسر التفاسیر: 1429)

(2) ﴿وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ "اور فرماں بردار تھے" اور جو ظاہری اور باطنی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے تھے۔

(3) تمہارے ایمان اور تمہارے نیک اعمال، تمہاری صالح زندگی کی وجہ سے تمہیں یہ بہاریں نصیب ہوئی ہیں۔

(4) جن کے دل اللہ تعالیٰ کے لیے خضوع کرنے والے ہیں جب ان کے رب کی طرف سے ان کے رسول احکامات لے کر آئے تو وہ انہیں قبول کرنے والے ہوتے ہیں خلیل الرحمٰن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں یک سو ہیں، نہ یہودی، نہ عیسائی اور نہ بت پرست ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 352/14)

﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ﴾

"تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ، تم خوش کیے جاؤ گے" (70)

سوال 1: ﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ﴾ "تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ، تم خوش کیے جاؤ گے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ﴾ "تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ" صالحین سے کہا جائے گا جنہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگے ہوئے گزاری کہ تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جائیں اور وہاں کی بہاروں میں رہیں۔ (2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ (٥٥) هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ (٥٦)﴾ "یقیناً آج اہل جنت اپنے مشغلوں میں خوش ہیں۔ وہ اور اُن کی بیویاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے سایوں میں ہوں گے" (یٰس: 56,55)

(3) ﴿تُحْبَرُوْنَ﴾ "تم خوش کیے جاؤ گے" ابن زید نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تمہیں اور تمہاری بیویوں کو نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ (جامع البیان: 97/25)

سوال 2: ﴿اَزْوَاجُكُمْ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ازواج سے مراد بیویاں ہیں۔ (2) ازواج سے مراد مومن دوست ہیں۔ (3) ازواج سے مراد حور عین بھی لی گئی ہیں۔ یہ سارے

مفہوم ہی درست ہیں۔

سوال3: مومنوں کو جنت میں خوشی کس بنیاد پر حاصل ہوگی؟

جواب: مومنوں کی خوشی جنت کی نعمتوں اور وہاں ملنے والی عزت کی وجہ سے حاصل ہوگی۔

﴿يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّاَكۡوَابٍ ۚ وَفِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ ۚ وَاَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ﴾

”ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو“ (71)

سوال1: ﴿يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّاَكۡوَابٍ ۚ وَفِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ ۚ وَاَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ﴾ ”ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو“ جنت کے ماحول کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّاَكۡوَابٍ﴾ ”ان پر سونے کے تھال اور پیالے پھرائے جائیں گے“ یعنی ملائکہ سونے کے تھال لے کر گھومیں گے جس میں انتہائی لذیذ کھانا ہوگا اور سونے کے پیالے ہوں گے جس میں لذیذ شراب ہوگی۔ (ایسر التفاسیر: 1429)

(2) ﴿وَفِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ﴾ ”اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی“ ابن ابی حاتم میں ہے کہ نبی ﷺ نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا فلاں قسم کا کھانا ہوتا تو اچھا ہوتا چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہ چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔

(3) مسند احمد میں ہے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: سب سے ادنیٰ مرتبے کے جنتی کے بالاخانے کی سات منزلیں ہوں گی یہ چھٹی منزل میں ہوگا اور اس کے اوپر ساتویں ہوگی اس کے تیس خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لیے طعام و شراب پیش کریں گے ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب و غریب اور نہایت لذیذ کھانا ہوگا اول سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہا ویسے ہی رہے گی۔ اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی۔ وہ بھی ایک سے ایک سوا ہوگی۔ یہ کہے گا اے اللہ اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں، سب بھی اگر میرے ہاں کھا جائیں تو بھی میرے کھانے میں کمی نہیں آسکتی، اور اس کی بہتر بیویاں حور عین میں سے ہوں گی، اور دنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی، ان میں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ

میں بیٹھے گی۔ پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا یہ نعمتیں بھی ہمیشہ رہنے والی ہیں اور تم بھی یہاں ہمیشہ رہو گے۔(ابن کثیر:48)

(4)﴿وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور تم اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو'' سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو نمکین رنگ کے ایک دنبے کی شکل میں لایا جائے گا ابو کریب کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اس دنبے کو جنت اور دوزخ کے درمیان لاکر کھڑا کر دیا جائے گا اللہ فرمائے گا: اے جنت والو! کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ جنتی اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے جی ہاں یہ موت ہے پھر اللہ کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ اسے ذبح کر دیا جائے (پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا) پھر اللہ فرمائے گا اے جنت والو! اب جنت میں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب تمہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے اب موت نہیں ہے۔'' (صحیح مسلم 7181)(بخاری:6548)

(5) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنت والے جنت کی طرف چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ کی طرف چلے جائیں گے تو پھر موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان لایا جائے گا پھر اسے ذبح کیا جائے گا پھر ایک پکارنے والا پکارے گا اے جنت والو! اب موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو اب موت نہیں ہے تو پھر جنت والوں کی خوشی بڑھ جائے گی اور دوزخ والوں کی پریشانی میں اور زیادتی ہو جائے گی۔(مسلم:7184)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں تو اُن کے لیے جنت کی قیام گاہیں ہیں مہمان نوازی کے طور پر اس کے بدلے میں جو وہ کام کرتے تھے۔'' (السجدۃ:19)

سوال 2: اہل جنت کی مہمان نوازی کیسے ہوگی؟

جواب: (1) اُن کے چاروں طرف سے سونے کے برتنوں کا دور چلایا جائے گا۔

(2) اُن کا دل جس چیز کو چاہے گا اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی سب کچھ انہیں دیا جائے گا۔

سوال 3: صحاف کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿صِحَاف صَحْفَةٌ﴾ کی جمع ہے ایسی ڈش کو کہتے ہیں جس میں پانچ آدمیوں کا کھانا آجائے۔

سوال :3 جنت کی نعمتیں کب تک انسان کو حاصل رہیں گی؟

جواب: جنت کی نعمتیں ہمیشہ کے لئے انسان کو نصیب ہوں گی۔

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

’’اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے‘‘(72)

سوال:﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾’’اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾’’اور یہ ہے جنت جس کے تم وارث بنائے گئے اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے‘‘ان سے کہا جائے گا کہ جنت جس کا تمہیں وارث بنایا گیا تمہارے اعمال صالح کا نتیجہ ہے اور تمہارے اعمال تمہارے ایمان صادق اور اخلاص کامل کا نتیجہ ہیں۔(ایسر التفاسیر:1429)

(2)سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صراط سے تم اللہ کے عفو و درگزر سے گزرو گے اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے داخل ہو گے اور تمہارے درمیان جنت کی منزلیں تمہارے اعمال کی وجہ سے تقسیم کی جائیں گی۔(الدر المنثور:5/734)

(3)سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’ایک منادی ندا کرے گا(اے اہل جنت) بے شک اب تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں پڑو گے تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی تم جوان رہو گے تمہیں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا تم عیش میں زندگی گزارو گے تمہیں حزن و ملال کبھی نہیں ہوگا۔‘‘یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا:﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾’’اور وہ پکارے جائیں گے:’’یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہارے نیک اعمال کا بدلہ ہے‘‘(الاعراف:43)(مسلم:7157)

(4)ابن ابی حاتم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:ہر دوزخی جنت میں اپنے گھر کو دیکھے گا وہ اس کے لیے حسرت بن جائے گا تو وہ کہے گا﴿اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾’’یا کہے:اگر واقعتا اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہوتی تو میں یقینا متقیوں میں سے ہوتا۔‘‘(الزمر:57)اسی طرح اہل جنت جہنم میں اپنے گھر کو دیکھیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے۔﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾’’اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے:’’(الحمد للہ)سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقینا ہمارے رب کے رسول یقینا حق ہی لائے تھے‘‘اور وہ پکارے جائیں گے:’’یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔‘‘(الاعراف:43)

(5)ہر شخص کی ایک جگہ جنت میں ہے اور ایک جگہ جہنم میں کافر مومن کی جہنم والی جگہ پائے گا اور مومن کافر کی جنت والی جگہ پر قابض ہو جائے

گا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے اپنے اعمال کی وجہ سے جنت کے وارث بنائے گئے ہو۔ (مختصر ابن کثیر:1838/3)

﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ﴾

''تمہارے لیے اُس میں بہت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو'' (73)

سوال: ﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ ''تمہارے لیے اُس میں بہت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ ''تمہارے لیے اُس میں بہت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے ہو'' یعنی جنت میں پھلوں کی کثرت ہوگی اہل جنت کو ان کی خواہش کے مطابق پھل دیے جائیں گے رب العزت نے فرمایا: ﴿فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ﴾ ''دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔'' (الرحمٰن:52)

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾

''مجرم جہنم کے عذاب میں یقیناً ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (74)

سوال: ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾ ''مجرم جہنم کے عذاب میں یقیناً ہمیشہ رہنے والے ہیں'' نافرمانوں کا انجام ہمیشہ کی آگ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾ ''مجرم جہنم کے عذاب میں یقیناً ہمیشہ رہنے والے ہیں'' مجرم یعنی اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔ نہ انہیں موت آئے گی۔ نہ وہاں سے نکلیں گے۔

﴿لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾

''وہ اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اُس میں نا اُمید ہوں گے'' (75)

سوال: ﴿يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾ ''وہ اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اُس میں نا اُمید ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ﴾ ''وہ اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا'' یعنی مجرموں کے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی۔

(2) ﴿وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾ ''وہ اُس میں نا اُمید ہوں گے'' یعنی وہ نجات سے مایوس ہو جائیں گے۔ (تفسیر بیضاوی:153/5)

(3) وہ جہنم کے ہولناک گڑھے میں مایوس پڑے ہوں گے اپنے رب کو پکاریں گے۔ ﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ﴾ (۱۰۷)

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (۱۰۸)﴾ ''اے ہمارے ربّ! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' (المومنون:108,107)

(4) اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ ان کے برے اعمال اور اپنی جانوں پر ظلم کا نتیجہ ہوگا۔

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے'' (76)

سوال 1: ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی ظالم تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا تھا'' یعنی جہنم کا عذاب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

(2) ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''لیکن وہ خود ہی ظالم تھے'' یعنی یہ تو ان کے اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے یعنی کفر اور توحید سے انکار کا نتیجہ ہے۔ (جامع البیان:100/25)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنے آپ پر خود ہی ظلم کرتے ہیں۔'' (یونس:44)

(4) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کیا ہے اور میں نے اسے تم پر بھی حرام کر دیا ہے سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔'' (مسلم:6572)

سوال 2: اہل جہنم کو ہلاکت خیز گھاٹ تک لے جانے کا ظلم کون کرے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ مجرم لوگ خود ظالم ہیں اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں مظلوم نہیں ہیں۔

﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾

''اور وہ پکاریں گے: ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔'' فرشتہ کہے گا: ''یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو'' (77)

سوال 1: ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ ''اور وہ پکاریں گے: ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔'' فرشتہ کہے گا: ''یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ ''اور وہ پکاریں گے: ''اے مالک! تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے'' اہل جہنم داروغہ جہنم کو چیخ چیخ کر پکاریں گے کہ تمہارا رب ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔

(2) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبا خواب بیان کیا، اس میں آپ ﷺ نے یہ بھی بیان کیا: ''پھر ہم آگے بڑھے اور ایک نہایت بدصورت آدمی کے پاس پہنچے۔ اتنا کہ جتنے تم نے دیکھے ہوں گے ان میں سب سے زیادہ بدصورت، اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے جلا رہا تھا اور اس کے چاروں طرف دوڑ رہا تھا میں نے ان (جبرائیل اور میکائیل) سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا وہ شخص جو جہنم میں آگ بھڑکا رہا ہے اور اس کے چاروں طرف چل رہا ہے وہ جہنم کا داروغہ ہے۔'' (بخاری:7047)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ (٣٦) وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ (٣٧)﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا، اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ نہ اُن پر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ہی جہنم کا عذاب اُن سے ہلکا کیا جائے گا۔ ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اور وہ اُس میں چیخ رہے ہوں گے، اے ہمارے ربّ! ہمیں نکال، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے برعکس جو ہم کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آ چکا تھا، چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (فاطر:37,36)

(4) ﴿قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ﴾ فرشتہ کہے گا: ''یقیناً تم ٹھہرنے والے ہو'' سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر یہ آیت کی تلاوت فرمائی: ''اور یہ لوگ پکاریں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کردے۔'' وہ کہے گا بے شک تم یہیں ٹھہرنے والے ہو۔'' (بخاری:4819)

(5) ﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (١١) الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (١٢) ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (١٣)﴾ ''اور بدبخت اُس سے علیحدہ رہے گا۔ وہ جو بہت بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر اُس میں نہ مرے گا، نہ جیئے گا۔'' (الاعلیٰ:11-13)

سوال 2: یہ چیخ کہاں سے اُٹھے گی کہ اے میرے مالک تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کر دے؟

جواب: یہ چیخ جہنم کی تہوں سے آئے گی جس کے دروازے بند ہو چکے ہوں گے۔

سوال 3: کون لوگ چیخ کر آواز دیں گے؟

جواب: مجرم اور ظالم لوگ چیخ کر آواز دیں گے۔

سوال 4: یہ آواز اور پکار کس مقصد کے لیے ہوگی؟

جواب: (1) یہ پکار نجات کے لیے نہیں ہوگی۔ (2) یہ پکار کسی امداد کے لیے نہیں ہوگی یہ پکار خاتمے کے لیے ہوگی۔

سوال 5: اہل جہنم اپنی موت کے لیے کیوں فریاد کریں گے؟

جواب: اہل جہنم موت کے لیے اس لیے فریاد کریں گے تا کہ عذاب سے نجات مل جائے۔

سوال 6: اپنی موت کے لیے کون دعائیں کرسکتا ہے؟

جواب: موت کے لیے وہی دعائیں کرسکتا ہے جس کی حالت خراب ہو چکی ہو، جس کے ہوش ٹھکانے نہ ہوں جس کی قوت برداشت جواب دے جائے۔

سوال 7: جہنم کا داروغہ کیا جواب دے گا؟

جواب: وہ کہے گا تمہیں تو ہمیشہ یہاں رہنا ہے یعنی یہاں موت کہاں؟

﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے مگر تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے'' (78)

سوال 1: ﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے مگر تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں'' یعنی ہم نے تمہارے پاس اپنے رسول بھیجے ہیں جو تمہیں ایمان اور عمل صالح اور نفس کی پاکیزگی کی طرف بلاتے ہیں۔

(2) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ ''مگر تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے'' یعنی تم نے ناپسند بھی کیا تو حق کو! تمہیں برے بھی لگے تو اہل حق! تم نے حق سے بھاگنے کے لیے نفرت کا یہ کیسا انداز اختیار کیا! تم نے پسند بھی کیا تو باطل کو! تمہیں ساری خیر اور بھلائیاں اہل باطل میں نظر آئیں! تم نے باطل سے محبت کی تمہیں دنیا کی شہوتوں نے گھیرا تو تمہارا خاتمہ کفر اور شرک پر ہوا۔ تم نے حق کو قبول نہ کیا تو کیسی بدبختی کا شکار ہوئے۔ تم اہل حق سے بے زار تھے۔ تم باطل پرستوں کے دوست تھے۔ ان کی دوستی نے تمہیں بدبختی کا شکار کر دیا اب تمہارے لیے کوئی سعادت نہیں ہے۔

سوال 2: ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے'' یہاں حق سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) یہاں حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین اور اس کا پیغام ہے جو وہ رسولوں کے توسط سے انسانوں کو پہنچا تا رہا ہے۔

(2) آخری حق قرآن مجید اور اسلام ہے۔

سوال 3: یہ کس کا قول ہے کہ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے؟

جواب: (1) یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہوسکتا ہے۔ (2) یہ قول فرشتے کا بھی ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کا فرض ادا کر رہا ہو۔

سوال 4: اکثر لوگ حق سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: (1) اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے وہ اس سے لاعلم ہوتے ہیں۔ (2) اکثر لوگوں کو حق پسند نہیں ہوتا کیونکہ حق خواہشات کے خلاف ہوتا ہے اور اکثر لوگ اپنی خواہشات اور اپنی ضروریات کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔

﴿اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ﴾

''یا اُنہوں نے کسی کام کی تدبیر کرلی ہے؟ تو یقینا ہم بھی پختہ تدبیر کرنے والے ہیں'' (79)

سوال 1: ﴿اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ﴾ ''یا اُنہوں نے کسی کام کی تدبیر کرلی ہے؟ تو یقینا ہم بھی پختہ تدبیر کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا﴾ ''یا اُنہوں نے کسی کام کی تدبیر کرلی ہے؟'' کیا انہوں نے حق کے خلاف چال چلی ہے اور حق لانے والوں کے خلاف سازش کی ہے تاکہ وہ باطل کو دلچسپ بنا کر حق کو نیچا دکھا سکیں۔

(2) ﴿فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ﴾ ''تو یقینا ہم بھی پختہ تدبیر کرنے والے ہیں'' یعنی ہم بھی ایک بات کو محکم بنا رہے ہیں اور ایسی تدبیر کر رہے ہیں جو ان کی تدبیر پر غالب ہے اور اس کو توڑ کر باطل کر کے رکھ دے گی اور وہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرنے اور باطل کے ابطال کے لیے اسباب اور دلائل مقرر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ﴾ ''بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے۔'' (الانبیاء:18) (تفسیر سعدی:2491/3)

(3) یعنی ان کے مکر و فریب کا وبال ہم نے خود ان پر ڈال دیا رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔'' (النمل:50)

(4) ﴿اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ﴾ ''یا وہ کسی چال کا ارادہ رکھتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔'' (طور:42)

سوال 2: ابرام کسے کہتے ہیں؟

جواب: ابرام کہتے ہیں پختہ اور مضبوط کرنے کو۔

سوال 3: جہنمیوں نے کس کام کا پختہ ارادہ کرلیا تھا جس کا سوال ان سے کیا گیا؟

جواب: جہنمیوں نے حق کو ناپسند کرنے کی وجہ سے حق کے خلاف پختہ اور منظم تدبیریں اور سازشیں کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔

سوال 4: حق کے خلاف لوگوں کی تدبیروں کا مقابلہ کون کرتا ہے؟

جواب: حق کے خلاف اُٹھنے والی ہر آواز، ہر تدبیر کا مقابلہ خود رب کائنات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا کہ ہم بھی پختہ کام کرنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ پختہ تدبیر اور پختہ کام کس کا ہوسکتا ہے؟

﴿اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ﴾

’’کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم اُن کے راز اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیوں نہیں! اور ہمارے فرشتے اُن کے پاس ہی لکھتے رہتے ہیں‘‘ (80)

سوال 1: ﴿اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ﴾ ’’کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم اُن کے راز اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیوں نہیں! اور ہمارے فرشتے اُن کے پاس ہی لکھتے رہتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ﴾ ’’کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم اُن کے راز اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟‘‘ یعنی کیا وہ یہ سمجھتے ہیں ان کے دلوں کے رازوں کو ہم نہیں سنتے اور ان کی خفیہ سازشیں اور مشورے ہم سے چھپے ہوئے ہیں، ہم انہیں نہیں جانتے۔ ہم تو ان کی رگ رگ سے واقف ہیں۔

(2) ﴿بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ﴾ ’’ہمارے معزز فرشتے ان کے سارے اعمال لکھتے ہیں‘‘ نہ دل کا عمل چھوڑتے ہیں نہ زبان کا نہ اعضاء کا عمل ہر عمل کو محفوظ رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن اپنے تمام اعمال کو موجود پائیں گے۔

(3) ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ کعبہ مکرمہ اور اس کے غلاف کے درمیان تین شخص تھے جن میں دو قریشی اور ایک ثقفی یا ایک قریشی اور دو ثقفی تھے ان میں سے ایک کہنے لگا کہ تمہاری کیا رائے ہے اللہ تعالیٰ ہماری باتوں کو سنتا ہے تو دوسرا کہنے لگا کہ جس وقت تم زور سے کہتے ہو تو سنتا ہے اور جب آہستہ بات کرتے ہو تو نہیں سنتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے، ہم ان کی چپکے چپکے کی جانے والی باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے۔ (تفسیر ابن عباس: 217/3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ (۱۷) مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (۱۸)﴾ ’’جب کہ دو ضبط کرنے والے اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔ کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے‘‘ (ق: 18,17)

سوال 2: پوشیدہ باتوں اور خفیہ سرگوشیوں کا سلسلہ کس ذہنیت کے ساتھ جاری رہتا ہے؟

جواب: پوشیدہ باتیں سازشیں، خفیہ سرگوشیاں تب جاری رہتی ہیں جب لوگوں کے اندر یہ گمان ہوتا ہے کہ ہماری بات کسی نے نہیں سنی۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے نہ سننے کی غلط فہمی کو کیسے دور کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سمجھتے ہو تمہاری باتوں کو نہیں سنا ہم سب سنتے اور جانتے ہیں۔

(2) ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں، یعنی اعمال نامہ تیار ہو رہا ہے حساب ہوگا اور سزا ملے گی۔

﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں! اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا'' (81)

سوال1: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں! اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ﴾ ''آپ کہہ دیں! اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا'' اے ہمارے رسول ان مشرکوں سے کہہ دو جنہوں نے یہ گمان کیا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور کچھ نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو۔

(2) ﴿فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ ''تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا'' تو میں ساری مخلوق سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے میں سب سے آگے ہوں۔ اب تم دیکھ رہے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے کی نفی کرنے میں سب سے آگے ہوں تو اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ تمہارا قول باطل ہے۔

(3) حقیقت یہ ہے کہ انبیاء انسان کامل تھے۔ نیکیوں پر عمل پیرا ہونے اور برائیوں کو ترک کرنے میں سب سے آگے تھے۔ اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو انبیاء میں سب سے افضل محمد ﷺ اس کی عبادت کرنے میں سب سے آگے ہوتے۔

سوال2: اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو رسول سب سے پہلے کیوں عبادت کرتے؟

جواب: رسول سب سے زیادہ فرماں بردار ہوتے ہیں اس لئے اولاد ہونے کی صورت میں وہ پہلے عبادت گزار ہوتے۔

سوال3: رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ کیوں کہلوایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں عبادت کرتا؟

جواب: یہ بات شرک کو روکنے کے لیے اور ان کے عقیدے کو غلط ثابت کرنے کے لیے کہلوائی گئی جو کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔

﴿سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾

''آسمانوں اور زمین کا رب عرش کا رب پاک ہے اُن باتوں سے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں'' (82)

سوال: ﴿سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا رب عرش کا رب پاک ہے اُن باتوں سے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا رب عرش کا رب پاک ہے اُن باتوں سے جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اور زمین کا اور عرش بریں کا رب ہے اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ وہ ایک ہے، بے مثال ہے، نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد، وہ ہر چیز کا خالق ہے اور ان تمام چیزوں سے پاک ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾

''چنانچہ آپ اُنہیں چھوڑ دو، وہ فضول بحث کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اُس دن سے جاملیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے'' (83)

سوال: ﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ اُنہیں چھوڑ دو، وہ فضول بحث کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اُس دن سے جاملیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا﴾ ''چنانچہ آپ اُنہیں چھوڑ دو، وہ فضول بحث کریں اور کھیلتے رہیں'' یعنی یہ باطل میں مبتلا ہو کر محال امور سے کھیلتے ہیں، ان کے علوم ضرر رساں ہیں ان میں کوئی نفع نہیں، وہ ایسے علوم میں بحث کرتے اور ان میں مشغول ہوتے ہیں جن کے ذریعے سے یہ لوگ حق اور دعوت کی مخالفت کرتے ہیں جو انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔ ان کے اعمال محض لہو و لعب ہیں جو نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں نہ ان سے معارف حاصل ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2492/3)

(2) یعنی آپ انہیں جہالت اور دنیاوی مشغلوں میں مشغول رہنے دیں۔

(3) ﴿حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ وہ اپنے اُس دن سے جاملیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے'' یعنی بے خبری میں ان پر قیامت آجائے گی تب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہمیشہ کی بدبختی میں گھر گئے ہیں رب العزت نے فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۱۱) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ (۱۲) يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (۱۳) هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۱۴)﴾ ''چنانچہ اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں۔ جس دن اُنہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔'' (الطور: 11-14)

﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾

''اور وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (84)

سوال: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور

زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے‘‘ رب العزت کی عظمت اور جلال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ﴾ ’’اور وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے‘‘ یعنی آسمانوں میں بھی اس عظیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے اور زمین میں بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے جیسا کہ فرمایا:﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ ’’ساتوں آسمان اور زمین اور وہ جو اِن میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے (بنی اسرائیل:44)

(2) ساری مخلوق خوشی اور ناخوشی سے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے جیسا کہ فرمایا﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا﴾ ’’اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے۔‘‘ (الرعد:15)

(3) آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں، زمین والوں کا بھی وہی معبود ہے، وہ اپنے عرش پر ہے۔

(4)﴿وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾ ’’اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے‘‘ اور وہ حکمت والا ہے جس نے اپنی مخلوق کو نہایت محکم طور پر تخلیق کیا اور اپنی شریعت کو نہایت مہارت سے وضع کیا۔ اس نے جو چیز بھی پیدا کی کسی حکمت ہی کی بنا پر پیدا کی، اس کا حکم کونی وقدری، حکم شرعی اور حکم جزائی تمام تر حکمتوں پر مشتمل ہے۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، وہ ہر بھید اور مخفی معاملے کو جانتا ہے عالم علوی اور عالم سفلی میں چھوٹی یا بڑی ذرہ بھر چیز بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں۔ (تفسیر سعدی:2493/3)

﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

’’اور بہت بابرکت ہے وہ ذات جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے اور قیامت کا علم اُسی کے پاس ہے اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے‘‘ (85)

سوال:﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ’’اور بہت بابرکت ہے وہ ذات جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے اور قیامت کا علم اُسی کے پاس ہے اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ’’اور بہت بابرکت ہے وہ ذات جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے۔‘‘ بڑا بابرکت والا ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے جو آسمانوں اور زمینوں

اوران کے درمیان جو کچھ موجود ہے سب کا بادشاہ ہے۔

(2) تبارک کے معنی ہیں بہت بڑا، بہت بلند، بے شمار بھلائیوں والا، لامحدود صفات والا، جس کی سلطنت عظیم ہے۔

(3)﴿وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ''اور قیامت کا علم اُسی کے پاس ہے'' یعنی وہ کمال درجے کا علم رکھتا ہے۔ اس کے سوا کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ کسی مقرب فرشتے، کسی پیغمبر کو غیب کا کوئی علم نہیں۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: ''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:187)

(4) وہ دنیا اور آخرت کا مالک کامل اقتدار والا ہے وہی قیامت کو اپنے وقت پر لائے گا۔

(5)﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے'' یعنی سب انسان اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جب سب اس کے پاس چلے جائیں گے تو وہ سب کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور اُس کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جو حق کے ساتھ گواہی دیں اور وہ علم بھی رکھتے ہیں'' (86)

سوال:﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُس کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جو حق کے ساتھ گواہی دیں اور وہ علم بھی رکھتے ہوں باطل معبودوں کی شفاعت کی تردید کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ﴾ ''اور اُس کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی سفارش کا اختیار نہیں رکھتے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کا کوئی اختیار نہیں وہ کامل اقتدار کا مالک ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کی جناب میں سفارش نہیں کر سکے گا۔ یعنی فرشتے، انبیاء اور دیگر جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا جاتا ہے ان میں سے کوئی بھی سفارش اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا۔ سفارش صرف اس کے حق میں ہوگی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور اس سے

راضی ہوگا۔

(2)﴿اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ’’مگر جو حق کے ساتھ گواہی دیں اور وہ علم بھی رکھتے ہیں‘‘ یعنی جس نے دل سے حق کا اقرار کرتے ہوئے اور جس امر کی شہادت دی جا رہی ہے اس کا علم رکھتے ہوئے زبان سے حق کی شہادت دی اور اس شرط کے ساتھ کہ یہ شہادت حق کے ساتھ شہادت ہو اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی وحدانیت کی شہادت، اس کے رسولوں کے لئے ان کی نبوت و رسالت کی شہادت اور دین کے اصول و فروع، اس کے حقائق اور شرائع کی شہادت جنہیں لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں۔ پس یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں سفارش کرنے والوں کی سفارش فائدہ دے گی اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پائیں گے اور اس کا ثواب حاصل کریں گے۔ (تفسیر سعدی:2494/3)

(3)﴿وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ’’اور وہ علم بھی رکھتے ہوں‘‘ یعنی وہ اس چیز کی شہادت اپنی زبان سے دیں گے جس کا وہ علم رکھتے ہوں گے۔ جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ﴾ ’’اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔‘‘ (المائدہ:117)

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

’’اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟‘‘ (87)

سوال:﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ’’اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟‘‘ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ ’’اور یقیناً اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے‘‘ یعنی آپ ان لوگوں سے سوال کرو جو ایسی مخلوقات کی عبادت کرتے ہیں جن کے پاس کوئی قدرت اور اختیار نہیں کہ یہ تو بتاؤ کہ کائنات کا خالق کون ہے اور انہیں کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

(2)﴿فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ’’پھر وہ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں؟‘‘ جب اس کے خالق ہونے کا اعتراف کرتے ہو پھر یہ بتاؤ کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کیوں موڑتے ہو؟ جب پیدا کرنے والا وہ ہے تو عبادت کا حقدار بھی وہی ہے عجیب بات یہ ہے کہ جو پیدا کرے، اس کو خالق مان کر غیروں کے آگے جھک جاتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ کہاں سے تم پھرائے جاتے ہو؟

﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''قسم ہے رسول کے اس قول کی اے میرے رب! یقیناً یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے'' (88)

سوال: ﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''قسم ہے رسول کے اس قول کی اے میرے رب! یقیناً یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے'' نبی ﷺ کے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''قسم ہے رسول کے اس قول کی اے میرے رب! یقیناً یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے'' یعنی نبی ﷺ نے اپنی قوم کے نہ ایمان لانے کا شکوہ کیا۔

(2) قیامت کے دن رب العزت کے حضور نبی ﷺ فرمائیں گے۔ ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ ''اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب! یقیناً اس قرآن کو میری قوم نے چھوڑا ہوا بنا رکھا تھا۔'' (الفرقان: 30)

﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾

''چنانچہ آپ اُن سے درگزر کریں، اور سلام کہہ دیں، پس جلد ہی وہ جان لیں گے'' (89)

سوال: ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے درگزر کریں، اور سلام کہہ دیں، پس جلد ہی وہ جان لیں گے'' مشرکوں کو جو دھمکی رب العزت نے دی اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْفَحْ عَنْهُمْ﴾ ''آپ اُن سے درگزر کریں'' یعنی مشرکوں سے درگزر کرو ان کی جانب سے جو اذیت بھی پہنچتی ہے ان سے درگزر کر کے انہیں معاف کر دو یعنی ان کی ہر زبان کا جواب نہ دو ان کے ساتھ نرمی برتو۔

(2) ﴿وَقُلْ سَلٰمٌ﴾ ''اور سلام کہہ دیں'' ان کے لیے سلامتی کی دعا کر دو جیسا کہ اہل بصیرت جاہلوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو۔'' (الفرقان: 63) (3) آپ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں جاہلوں کی اذیتوں کے مقابلے میں درگزر کیا اور آپ ﷺ اخلاق کے عظیم مرتبے پر پہنچ گئے۔ (4) ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''پس جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' اس آیت میں مشرکوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا اور انہیں معلوم ہو گیا جب بدر میں ان کے بڑے بڑوں کا فیصلہ ہوا، جب دین اسلام کا بول بالا ہوا۔ جب اسلام کی روشنی مکہ سے نکل کر ساری دنیا میں پھیل گئی جب مسلمان قوی ہوتے گئے جب لوگ فوج در فوج دین میں شامل ہوتے گئے۔ جب مشرق اور مغرب میں محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین اور آپ کے اخلاق کی روشنی پھیل گئی۔

ایاتہا ۵۹ ۴۴ سُوْرَۃُ الدُّخَانِ مَکِّیَّۃٌ ۶۴ رکوعاتہا ۳

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے اس میں 3 رکوع اور 59 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 44 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 64 ہے۔

رکوع نمبر 14

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿حٰمٓ﴾

''حٰمٓ''

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿حٰمٓ﴾ حروف مقطعات میں سے ایک ہے جس کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾

''واضح کتاب کی قسم!''(2)

سوال: ﴿وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''واضح کتاب کی قسم!'' قرآن مجید واضح کتاب ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾ ''واضح کتاب کی قسم!'' اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی قسم کھائی ہے جو واضح بیان کرنے والی ہے ہر اس چیز کو جس کی وضاحت اور بیان کی ضرورت ہے۔(2) قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت کو بلند فرمایا ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ﴾

''یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے یقیناً ہم ڈرانے والے تھے''(3)

سوال: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔ یقیناً ہم ڈرانے

والے تھے" قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾"یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے" رب العزت نے قرآن مجید کو برکت والی رات میں نازل فرمایا جو کہ لیلۃ القدر ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾"یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔" (القدر:1) (2) لیلۃ القدر رمضان کی ایک رات ہے جیسا کہ نزول قرآن کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔" (البقرہ:185)

(3) دوسری آسمانی کتابیں تورات، زبور، انجیل اور صحف ابراہیم بھی رمضان میں نازل ہوئے اس اعتبار سے یہ بہت بابرکت مہینہ ہے جس میں برکت والی کتابیں نازل ہوئیں۔ سیدنا واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صحف ابراہیم ماہ رمضان کی پہلی رات میں نازل کئے گئے۔ تورات اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے چھ (6) دن گزر چکے تھے۔ انجیل تب نازل کی گئی جب رمضان کے 13 دن گزر چکے تھے۔ زبور اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے اٹھارہ (18) دن گزر چکے تھے اور قرآن اس وقت نازل کیا گیا جب رمضان کے چوبیس دن گزر چکے تھے۔ (صحیح الجامع الصغیر:1497، الصحیحۃ:1575) (احمد:17109)

(4) لیلۃ القدر یعنی مرتبے والی رات رمضان میں آتی ہے رب العزت نے فرمایا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔" (البقرہ:185)

(5) یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام کو سب راتوں اور دنوں سے افضل رات میں، مخلوق میں سے افضل ترین ہستی پر، معززین اہل عرب کی زبان میں نازل فرمایا تا کہ (6)﴿اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ﴾"یقیناً ہم ڈرانے والے تھے" اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے اور قرآن نازل فرمایا تا کہ لوگوں کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرایا جائے۔ کسی کو نجات نہیں مل سکتی جب تک کہ وہ ایمان لا کر عمل صالح نہ کرے اور ان دونوں کی پہچان وحی کے بغیر نہیں ہو سکتی اس کے لیے رسول بھیجنا ناگزیر تھا اور رسول کے پاس وحی بھیجنا کیونکہ وحی میں ایمان اور عمل صالح کی اقسام کا بیان ملتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1434،1435) (7)"یقیناً ہم ڈرانے والے تھے" یعنی لوگوں کو برائی بھلائی اور نیکی بدی معلوم کرا دیتے ہیں تا کہ حجت قائم ہو جائے اور لوگ شرعی علم حاصل کریں۔ (مختصر ابن کثیر:2/1843)

﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾

"اس رات میں ہر محکم کام کا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے" (4)

سوال:﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾"اس رات میں ہر محکم کام کا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے" لیلۃ القدر فیصلوں کی رات ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾"اس رات میں ہر محکم کام کا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے" اس رات میں ہر محکم اور پختہ بات

کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے یعنی ہر کام لوح محفوظ سے لکھنے والے فرشتوں کو دے دیا جاتا ہے، اور سال بھر کے تمام اہم کام جیسے عمر، روزی اور موت وغیرہ اسی رات میں طے پا جاتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1843/2)

(2) عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر حکم کا فیصلہ کیا جاتا اور ممیز کیا جاتا ہے، ہر کونی وقدری اور شرعی حکم کو جس کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ کتابت اور تفریق وامتیاز جو لیلۃ القدر کو ہوتی ہے، ان کتابات لکھائیوں میں سے ایک ہے جسے لکھا جاتا اور ممیز کیا جاتا ہے۔ وہ اولین کتاب کے مطابق ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تقدیر، ان کا وقت مقرر، ان کا رزق، ان کے اعمال اور ان کے اموال وغیرہ درج کر دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیے ہیں کہ جو بندے پر گزرے گا وہ لکھ دیتے ہیں اور جب بندہ ماں کے پیٹ سے باہر دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر کراماً کاتبین مقرر کر دیتا ہے۔ جو اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔(تفسیر سعدی 2496,2497/3)

﴿أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ﴾

''ہماری طرف سے حکم ہے، یقیناً ہم ہی رسول بھیجنے والے تھے''(5)

سوال:﴿أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ﴾ ''ہماری طرف سے حکم ہے، یقیناً ہم ہی رسول بھیجنے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا﴾ ''ہماری طرف سے حکم ہے'' نقاش نے کہا: الامر سے مراد قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے نازل فرمایا۔ اور ابن عیسیٰ نے کہا: اس سے مراد وہ امر ہے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو وہ بندوں کے احوال کے بارے میں لیلۃ المبارکۃ میں فرماتا ہے۔(تفسیر قرطبی:94/8)

(2) اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کو سال بھر میں پیش آنے والے واقعات کو مقدر کر دیتا ہے۔ یہ سب اس کے کمال علم، کمال حکمت، اس کی بہترین حفاظت اور اپنی مخلوق کے ساتھ کامل اعتنا کی بنا پر ہے۔ یعنی حکمت سے لبریز یہ حکم، ہماری طرف سے صادر ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2497/3)

(3)﴿إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ﴾ ''یقیناً ہم ہی رسول بھیجنے والے تھے'' یعنی رسول اللہ تعالیٰ کی جانب سے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچانے میں انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات سکھاتے ہیں جن کی انہیں از حد ضرورت ہے اور اس کی تقدیر کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں۔

﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

''آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے، یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(6)

سوال:﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے، یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' انبیاء کی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ''آپ کے رب کی جناب سے رحمت ہے'' رسولوں کا آنا اور کتابوں کا نازل کرنا آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے ہے۔(2) تمام کتابوں میں افضل ترین کتاب قرآن مجید ہے۔

(3) بندوں پر اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی رحمت نہیں کہ وہ انہیں رسولوں اور کتابوں کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔ یقیناً ہر بھلائی کا سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

(4)﴿إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''یقیناً وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' یعنی وہ تمام آوازوں کو سنتا ہے اور تمام ظاہری اور باطنی امور کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ بندوں کو اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں کی ضرورت ہے۔ پس اس نے ان پر رحم کرتے ہوئے احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی حمد و ستائش اور احسان کا مالک ہے۔ (تفسیر سعدی:2497/3)

(5) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بندوں کو ہدایت اور راہ نمائی کی ضرورت ہے۔ اس نے اپنے سمیع و علیم ہونے کی وجہ سے ساری کتابیں اور سارے رسول بھیجے تاکہ وہ انہیں زندگی کے مقصد اور اس کے انجام سے آگاہ کریں۔

﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ إِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾

''آسمانوں کا اور زمین کا رب اور ان دونوں کے درمیان کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو'' (7)

سوال:﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ إِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾ ''آسمانوں کا اور زمین کا رب اور ان دونوں کے درمیان کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو'' آسمانوں اور زمین کے رب پر یقین کرنے والے جانتے ہیں کہ قرآن رب کی رحمت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''آسمانوں کا اور زمین کا رب اور ان دونوں کے درمیان کا رب ہے'' یعنی آسمانوں اور زمین کا رب اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں ان سب کا رب ان کو پیدا کرنے والا اور ان کی تدبیر کرنے والا ہے۔ اسی کی تدبیر ہے کہ بندوں کے لیے آخری کتاب قرآن حکیم نازل کی گئی اور محمد ﷺ کو سب رسولوں کے آخر میں بھیجا گیا تاکہ رب کی رحمت سے بندے ہدایت پائیں اور رب کی رحمت سے جنت اور رب کی رضا کو حاصل کریں۔

(2)﴿إِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ﴾ ''اگر تم یقین کرنے والے ہو'' یعنی اگر تم رب کے بارے میں ایسا علم رکھتے ہو جو تمہیں یقین تک پہنچا دے تو جان لو کہ وہ ساری مخلوقات کا خالق، مالک، رب اور معبود حقیقی ہے۔

﴿لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِ وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے

باپ دادا کا بھی رب ہے''(8)

سوال:﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے''سچا معبود وہی ہے جس کے قبضے میں موت وحیات ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ وہ عبادت کا حق رکھتا ہے اس لیے کہ

(2)﴿يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾''وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے''اس کے قبضے میں موت وحیات ہے۔

(3) وہ اکیلا ہی زندگی عطا کرتا اور موت دیتا ہے۔ وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں اکٹھا کرے گا اور تمہارے اعمال کی جزا وسزا دے گا۔ اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا ہوگی اور اگر اعمال برے ہوئے تو بری جزا ہوگی(تفسیر سعدی:2497/3)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں! اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''(الاعراف:158)

(5)﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾''وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے''یعنی وہی جو تمہارا رب ہے وہی تمہارے باپ دادا کا بھی رب ہے۔ وہ اوّل وآخر سب کا رب ہے۔

(6) وہ رب ہے جو خالق بھی ہے مالک بھی، وہ آقا بھی ہے مدبر بھی، وہ تربیت کرنے والا بھی ہے اور سختیوں کو دور کرنے والا بھی، وہی سب کو پالتا پوستا اور پروان چڑھاتا ہے۔

﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾

''بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں''(9)

سوال:﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾''بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں''کافر شک میں ڈوبے ہوئے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾''بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں''اللہ رب العزت نے اپنی الوہیت وربوبیت کے علم

کے ذریعے شک کو دور فرمایا ہے اور کافر اس ساری وضاحت کے باوجود اس حالت میں ہیں ﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾ ”بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں“ یعنی وہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو کر ان مقاصد سے غافل ہیں جن کے لئے انہیں تخلیق کیا گیا ہے اور لہو ولعب میں مشغول ہیں جو انہیں نقصان کے سوا کچھ نہیں دیتے۔ (تفسیر سعدی: 2497/3)

(2) کافروں کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر یقین نہیں وہ محض اپنے آباء کی تقلید کرتے ہیں۔

(3) کافر توحید، بعث اور اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کے منکر ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٢﴾ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿٣﴾ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٤﴾ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ښ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿٥﴾﴾ ”اُن کے رب کی طرف سے کوئی بھی نیا ذکر اُن کے پاس نہیں آتا مگر وہ اُس کو مشقت سے سنتے ہیں، اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ اس حالت میں (کہ) دل اُن کے غافل ہیں۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُنہوں نے خفیہ سرگوشی کی کہ یہ تمہارے ہی جیسا آدمی ہے؟ تو کیا تم اس کے جادو میں آتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو؟ رسول نے کہا میرا رب آسمان میں اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ وہ اِس نے گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ شاعر ہے، چنانچہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لائے جیسا کہ پہلے (رسولوں) کو بھیجا گیا تھا۔“ (الانبیاء: 2-5)

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾

”چنانچہ آپ انتظار کریں اُس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا“ (10)

سوال: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ ”چنانچہ آپ انتظار کریں اُس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا“ کافروں کو دھویں والے دن سے آگاہ کرنے کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ ”چنانچہ آپ انتظار کریں اُس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا“ امام بخاری نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب قریش نے رسول اکرم ﷺ پر زیادتیاں کیں تو آپ نے ان کے لیے قحط سالی کی بددعا کی جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی تھی چنانچہ ان پر ایسا قحط آیا کہ انہوں نے ہڈیاں تک کھالیں اور آدمی جب اس حالت میں آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو اسے اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کی شدت کی وجہ سے دھواں سا نظر آتا تھا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں چنانچہ اس کے بعد یہ لوگ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مضر کے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجیے کیوں کہ وہ تو ہلاک ہو گئے چنانچہ آپ نے بارش کی دعا فرمائی

بارش ہوگئی اس کے بارے میں یہ جملہ نازل ہوا ﴿اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ﴾ اس کے بعد جب ان پر فراخی کا دور آیا تو پھر اپنی پچھلی حالت پر آ گئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ یعنی غزوہ بدر کے دن ہم ان سے بدلہ لیں گے۔(تفسیر ابن عباس:220/3)

(2) قیامت کی پانچ علامتیں گزر چکی ہیں الدخان، ''دھواں'' الروم ''غلبہ روم''، القمر ''چاند کا ٹکڑے ہونا'' والبطشه ''پکڑ'' واللزام ''ہلاکت اور قید۔'' (بخاری:4820)

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھیں اس بات کی خبر ہوئی کہ ''ایک شخص نے مقام کندہ میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز دھواں پیدا ہوگا، جس سے منافقوں کے تو کان اور آنکھیں بالکل بیکار ہو جائیں گی اور مومنوں کو زکام کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی، (یعنی ان کے کم گھسے گا جب یہ خبر انھیں پہنچی اور وہ اس وقت) تکیہ لگائے بیٹھے تھے، وہ (یہ سن کر) غصے ہوئے اور سیدھے ہو کر بیٹھے پھر کہا کہ آدمی کو چاہیے کہ وہی بات کہے جو جانتا ہو اور جو بات نہ جانتا ہو تو کہہ دے کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ بھی علم کی بات ہے کہ جس چیز کو نہ جانے اس کے بارے میں کہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے'' کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس (وعظ ونصیحت) کی کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ ہی میں خود سے کوئی بات بناتا ہوں'' (ص:68) (اصل قصہ دھویں کا یوں ہے کہ) قریش نے ایمان لانے میں دیر کی تو نبی ﷺ نے بددعا کی کہ ''اے اللہ! قریش کے لوگوں کے مقابل میری مدد اس طرح کر کہ ان پر یوسف علیہ السلام کے سات سالہ قحط کی طرح سات سال کا قحط نازل کردے'' چنانچہ قحط پڑ گیا اور (اتنا سخت کہ) جس میں وہ تباہ ہو گئے اور مردار گوشت ہڈیاں تک کھا گئے اور (بھوک کے مارے) آدمی کا یہ حال تھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک دھواں سا دکھائی دیتا۔ آخر کار ابوسفیان نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد! تم تو ہمیں آپس میں رشتہ ناتا جوڑنے کی تلقین کرتے ہو اور اب تو تمہاری قوم کے بہت سے لوگ (قحط کی وجہ سے) تباہ ہو گئے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرو (کہ وہ اسے دور کردے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی) پھر یہ آیت پڑھی ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾﴾ ''چنانچہ آپ انتظار کریں اُس دن کا جب آسمان واضح دھواں لے آئے گا۔ وہ لوگوں پر چھا جائے گا یہ ہے دردناک عذاب۔ (کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب ہٹا دے، یقیناً ہم ایمان لانے والے ہیں۔ اُن کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ تحقیق اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آ چکا ہے۔ پھر بھی اُنھوں نے اُس سے منہ موڑا اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں۔ بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو۔'' (الدخان:10-15) (سیدنا مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) تو کیا آخرت کا عذاب ان پر سے کچھ عرصہ کے لیے ہٹ جائے گا اور وہ لوگ پھر اپنے کفر پر ہی قائم رہیں گے؟ (تو اس سے مراد یہ دھواں ہے نہ کہ قیامت کے روز دھواں ہونا) پھر اللہ تعالیٰ

نے جو یہ فرمایا کہ ''جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرما دی، بارش ہوئی مگر جب انہیں فارغ البالی حاصل ہوئی تو وہ لوگ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ سو یہ آیت اس سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔ (بخاری:4824)

(4) سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہم باہم گفتگو کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کس بات کا تذکرہ کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لوگے۔ پھر دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور سیّدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نازل ہونے اور یاجوج وماجوج اور تین جگہوں کے دھنسنے، ایک دھنسنا مشرق میں اور ایک دھنسنا مغرب میں اور ایک دھنسنا جزیرۃ العرب میں ہونے اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر فرمایا جو لوگوں کو جمع ہونے کی جگہ کی طرف لے جائے گی۔ یہ لوگ جہاں رات گزاریں گے آگ بھی وہیں رات کے وقت رک جائے گی اور جہاں یہ دوپہر کو قیلولہ کریں گے آگ بھی وہیں ان کے ساتھ ٹھہرے گی۔ (مسلم:7285)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے اعمال کی سبقت کرو: دجال، دھواں، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور عام لوگوں سے پیش آنے والا معاملہ یعنی قیامت اور خاص کسی ایک کی موت۔ (مسلم:7398)

﴿يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ہے دردناک عذاب'' (11)

سوال: ﴿يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''وہ لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ہے دردناک عذاب'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّغْشَى النَّاسَ﴾ ''وہ لوگوں پر چھا جائے گا'' یعنی اس مصیبت اور مشقت کی وجہ سے جو انہیں پہنچے گی عذاب ان کی آنکھوں پر چھا جائے گا۔ (جامع البیان:118/25)

(2) ﴿هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''یہ ہے دردناک عذاب'' یعنی اس دن کافروں کو کہا جائے گا جو شک میں مبتلا تھے کہ یہ دردناک عذاب ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (۱۳) هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔'' (الطور:14,13)

﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ﴾

''اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب ہٹا دے، یقیناً ہم ایمان لانے والے ہیں'' (12)

سوال: ﴿رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب ہٹا دے، یقیناً ہم ایمان لانے والے

ہیں'' کافر عذاب کو دیکھ کر اس کے ہٹانے کی کیسے دعائیں کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ﴾''اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب ہٹا دے'' یعنی اے ہمارے رب! ہم سے عذاب کو ہٹادے ہم آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان لے آئیں گے۔

(2)﴿اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ﴾''یقیناً ہم ایمان لانے والے ہیں'' یعنی آپ کے رسول پر اور جو وہ ہدایت اور دین حق میں سے لے کر آیا ہے اس پر ایمان لے آئیں گے۔

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوۡ تَرٰۤى اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَى النَّارِ فَقَالُوۡا يٰلَيۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔'' (الانعام:27)

(4)﴿وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ الۡعَذَابُ فَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ﴾''اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب اُن پر عذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑا قریب کے وقت تک مہلت دے، ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔ اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟'' (ابراہیم:44)

﴿اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ﴾

''اُن کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ بلاشبہ اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے'' (13)

سوال:﴿اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ﴾''اُن کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ بلاشبہ اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے'' رسولوں کے وضاحت سے بیان کرنے کے بعد نصیحت اب کہاں؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى﴾''اُن کے لیے نصیحت کہاں؟'' یہ الفاظ انہیں قیامت کے دن اس وقت کہے جائیں گے جب وہ دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے۔ اس وقت کہا جائے گا اب ایسے لوگوں کے لیے نصیحت کہاں ہے؟ جیسا کہ فرمایا:﴿وَجِایۡٓءَ يَوۡمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوۡمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكۡرٰى﴾''اور اُس دن جہنم کو لایا جائے گا، اُس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب اُس کے لیے نصیحت کہاں؟'' (الفجر:23)

(2)﴿وَلَوۡ تَرٰۤى اِذۡ فَزِعُوۡا فَلَا فَوۡتَ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ ۙ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ مَّكَانٍۢ

بَعِيْدٍ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے پھر بچ کر بھاگ نہ سکیں گے اور وہ قریب کی جگہ سے پکڑے جائیں گے۔اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے؟'' (سبا:52,51)

(3)﴿وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے'' یعنی اس سے پہلے کہ ہم عذاب بھیجتے ہم نے اپنا رسول بھیجا جس نے نہایت وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، اس کے انصاف کے دن کے بارے میں پوری وضاحت سے آگاہ فرمایا۔رسولوں کی بات نہ ماننے کے بعد اب نصیحت کہاں؟

﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ﴾

''پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے'' (14)

سوال:﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ﴾ ''پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے'' رسول کو پہچان کر اسے دیوانہ کہنے والوں کے طرزِ عمل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾ ''پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا'' یعنی انہوں نے حق سے، رسول سے اس وقت منہ موڑا جب وہ پہچان چکے تھے کہ رسول حق پر ہیں اور سچ کہتے ہیں پھر انہوں نے رسول سے اور جو وہ اپنے رب کی طرف سے لے کر آئے سب سے منہ موڑ لیا۔

(2)﴿وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ﴾ ''اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے'' یعنی ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ شخص کسی دوسرے شخص سے سیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول نہیں ہے۔انہوں نے رسول کو دیوانہ کہا۔اس لیے ان کے لیے نصیحت کارگر نہیں ہوسکتی اور اب ان کی توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔

﴿اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ﴾

''یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو'' (15)

سوال:﴿اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو'' عذاب ہٹا بھی دیا جائے تم پھر بھی وہی نافرمانی کرو گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم کچھ وقت کے لیے عذاب ہٹانے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو'' یعنی اگر ہم تم سے عذاب ہٹا کر تمہیں دنیا میں واپس بھیج دیں تو وہاں جا کر پھر وہی کچھ کرو گے، وہی نافرمانیاں، وہی مذاق اڑانا اور وہی سرکشی اور تکبر اختیار کرو گے۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور ان پر سے کوئی تکلیف دور کر دیں تو وہ اپنی سرکشی میں اصرار کرنے لگیں گے، اس حالت میں کہ وہ بھٹک رہے ہوں گے۔'' (المؤمنون:75)

(3)﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28) (4) یعنی تم دوبارہ شرک کرو گے اور اہل اسلام کی مخالفت اور ان سے جنگیں کرنے سے بھی گریز نہیں کرو گے۔

﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾

''جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں'' (16)

سوال: ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ ''جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى﴾ ''جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے'' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ بڑی پکڑ سے مراد بدر کے دن قریش کی پکڑ ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ (جامع البیان: 121/25)

(2)﴿اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں'' یعنی قیامت کے دن جب ہم تمہیں بری طرح سے پکڑیں گے اس دن تم سے انتقام لیں گے۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے قومِ فرعون کو آزمائش میں ڈالا تھا اور اُن کے پاس ایک باعزت رسول آیا'' (17)

سوال: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے قومِ فرعون کو آزمائش میں ڈالا تھا اور اُن کے پاس ایک باعزت رسول آیا'' قوم فرعون کو بھی ایک معزز رسول بھیج کر آزمائش میں مبتلا کیا گیا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے قومِ فرعون کو آزمائش میں ڈالا تھا اور اُن کے پاس ایک باعزت رسول آیا'' قریش مکہ نے جب اپنے کفر پر اصرار کیا تو انہیں بتایا گیا کہ رسولوں کو جھٹلانے میں آپ کی مثال قوم فرعون کی سی ہے جنھوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور فرعون کو غرق کر کے سب کے لیے باعث عبرت بنا دیا۔ اس قصے کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قریش جھٹلانے سے باز آجائیں۔

(2)﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے قومِ فرعون کو آزمائش میں ڈالا تھا'' یعنی ان سے پہلے

قبطیوں کی طرف سیدنا موسیٰ بن عمران کو مبعوث کر کے انہیں آزمائش میں مبتلا کیا۔

(3)﴿وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور اُن کے پاس ایک باعزت رسول آیا''یعنی ان کے پاس موسیٰ بن عمران آئے جو کریم اخلاق والے تھے۔وہ اپنی قوم میں کریم تھے۔وہ عفوو درگزر کی انتہاء پر تھے۔رب العزت نے انہیں معزز مقام عطا فرمایا اور انہیں نبوت اور اپنے سے ہم کلام ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

﴿اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾

''یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو، یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں''(18)

سوال:﴿اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾ ''یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو، یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے وعظ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ﴾ ''یہ کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر دو اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔وہ اس زمانے کے معزز لوگ ہیں تم انہیں آزاد کر دو تا کہ وہ اپنے رب کی عبادت کریں تا کہ وہ سیدھے راستے پر چلیں اور امن سے رہیں۔

(2)﴿اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہے''یعنی میں خود تمہارے پاس نہیں آیا مجھے تو رب العالمین نے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کا امین بنا کر تمہارے پاس تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔میں تمہیں شریعت کے احکامات کا علم دینے اور ان پر عمل کرنا سکھانے کے لیے آیا ہوں۔میری نبوت کی صداقت معجزات سے ظاہر ہے۔

﴿وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، یقیناً میں تمہارے پاس واضح دلیل لانے والا ہوں''(19)

سوال:﴿وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، یقیناً میں تمہارے پاس واضح دلیل لانے والا ہوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سرکشی چھوڑ کر اطاعت کی دعوت کے لیے دلیل دی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو'' تم اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی نہ کرو کہ تم اس کا انکار کرو اور اس کی نافرمانی کر کے اس کی مخالفت کرو۔(جامع البیان:122/25)

(2) اس کی عبادت سے منہ موڑنے والے دنیا میں بھی ذلیل رہتے ہیں اور آخرت میں سخت عذاب ملتا ہے۔

(3) ﴿اِنِّیْٓ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''یقینا میں تمہارے پاس واضح دلیل لانے والا ہوں۔'' یعنی میں تمہارے پاس اپنی نبوت کی واضح دلیل لے کر آیا ہوں یعنی واضح معجزات اور ناقابل تردید دلائل لایا ہوں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ مُوْسٰى یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۰۴) حَقِیْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (۱۰۵) قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۰۶) فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ (۱۰۷) وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ (۱۰۸)﴾ ''اور موسیٰ نے کہا: ''اے فرعون! یقینا میں جہانوں کے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ اس بات پر پوری طرح قائم ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کوئی بات نہ کہوں، یقینا میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔'' فرعون نے کہا: ''اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو وہ لے آؤ، اگر تم سچوں میں سے ہو۔'' تو موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدھا تھی۔ اور اُس نے اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکتا ہوا تھا'' (الاعراف:104۔108)

﴿وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ﴾

''اور یقینا میں نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے کہ تم مجھے سنگسار کرو'' (20)

سوال: ﴿وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ﴾ ''اور یقینا میں نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے کہ تم مجھے سنگسار کرو'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کی اذیتوں سے رب کی پناہ مانگی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ﴾ ''اور یقینا میں نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے کہ تم مجھے سنگسار کرو'' جب قوم فرعون نے ان کو جھٹلایا اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ تم مجھے بدترین طریقے سے قتل کرو یعنی رجم کرو تو میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(2) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان کے طعنوں اور تہمتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ ان کی زبان اور ان کے ہاتھ کی ایذاء سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اور سنگسار ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ یقینا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اسوہ سب کے لیے قابل تقلید ہے۔

﴿وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ﴾

''اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے پھر مجھ سے الگ ہی رہو'' (21)

سوال: ﴿وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ﴾ ''اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے پھر مجھ سے الگ ہی رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِیۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ﴾''اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے پھر مجھ سے الگ ہی رہو'' سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے کہا کہ اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے اور اس کو نہیں مانتے جو میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں تو میرا راستہ چھوڑ دو۔(ایسر التفاسیر)

(2)سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے قوم سے علیحدگی کا فیصلہ کرتے ہوئے انہیں کہا تھا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

(3)سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی عمر کا قیمتی حصہ ان کی ہدایت کے لیے کوششیں کرنے میں گزارا اور وہ بدبختی میں ڈوبے رہے تو اس موڑ پر انہوں نے کہا مجھے چھوڑ دو۔

﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ﴾

''پھر اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں''(22)

سوال:﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ﴾''پھر اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں'' سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کے حضور قوم کا جو حال بیان کیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ﴾''پھر اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں۔'' سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے رسالت کا پیغام پہنچانے میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ ہر طرح قوم کو سمجھایا۔ ان کے ساتھ خیر خواہی کی، ان کی ہدایت کے لیے انتھک کوششیں کیں۔ اس کے باوجود جب وہ کفر اور سرکشی میں بڑھتے ہی چلے گئے تو ان کے حق میں بددعا کی۔ ''پھر اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں۔'' انہوں نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جو فوری سزا چاہتا ہے۔ اب یہ قوم ایمان لانے والی نہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالَ مُوۡسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَاَهٗ زِيۡنَةً وَّاَمۡوَالًا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِكَ‌ ۚ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤى اَمۡوَالِهِمۡ وَاشۡدُدۡ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡا حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ (۸۸) قَالَ قَدۡ اُجِيۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا فَاسۡتَقِيۡمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيۡلَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال دیے ہیں اے ہمارے رب! تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں؟ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، سو وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ تم دونوں کی دُعا قبول کر لی گئی چنانچہ تم دونوں ثابت قدم رہو اور اُن کے راستے کی ہرگز اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے۔''(یونس:89,88)

(2)اس مقام پر تو رب العزت نے صبر کا حکم دیا اور یہاں یہ جواب ملا کہ اسرائیلوں کو لے جاؤ۔

﴿فَاَسۡرِ بِعِبَادِىۡ لَيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ﴾

''(حکم ہوا) پھر آپ میرے بندوں کو راتوں رات لے چلو، یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا''(23)

سوال:﴿فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ﴾ ''(حکم ہوا) پھر آپ میرے بندوں کو راتوں رات لے چلو، یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا'' بنی اسرائیل کو لے جانے کے حکم کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا﴾ ''(حکم ہوا) پھر آپ میرے بندوں کو راتوں رات لے چلو'' رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کا جواب دیا کہ میرے بندوں کو راتوں رات چپکے سے نکال کر لے جاؤ۔

(2)﴿اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ﴾ ''یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا'' فرعون اور اس کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے لیکن تم نے گھبرانا نہیں۔ نڈر اور بے باک ہو کر دریا پار کر جانا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی ۙ اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِیۡقًا فِی الۡبَحۡرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰی﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے۔'' (طٰہٰ:77)

﴿وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ؕ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ﴾

''اور دریا کو تھما ہوا چھوڑ دینا، یقیناً وہ لشکر غرق ہونے والا ہے'' (24)

سوال:﴿وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ؕ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ﴾ ''اور دریا کو تھما ہوا چھوڑ دینا، یقیناً وہ لشکر غرق ہونے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا﴾ ''اور دریا کو تھما ہوا چھوڑ دینا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق راتوں رات لے کر نکلے تو فرعون نے تعاقب کیا۔ رب العزت نے حکم دیا سمندر پر اپنا عصا ماریں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا مارا تو اس میں کشادہ سڑک بن گئی اور اردگرد پانی پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔ رب العزت نے اس وقت یہ حکم دیا کہ سمندر کو کھلا چھوڑ دو۔ یعنی ابھی کام ختم نہیں ہوا ابھی فرعون اور اس کے لشکر نے اس راستے میں داخل ہونا ہے۔

(2) دریا میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اتر گئے۔ جب آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گزر گئے اور عصا مارنا چاہا تو رب العزت نے فرمایا دریا کو کھلا چھوڑ دو۔ (3)﴿اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ﴾ ''یقیناً وہ لشکر غرق ہونے والا ہے'' فرعون کو جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے جانے کی خبر ملی تو وہ ایک لشکر جرار لے کر تعاقب کے لیے نکلا انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو دریا پار کرتے دیکھا تو ان کا پیچھا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سمندر میں غرق کر دیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ فِی الۡیَمِّ بِاَنَّهُمۡ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوۡا عَنۡهَا غٰفِلِیۡنَ﴾ ''چنانچہ

ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ بلا شبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے" (الاعراف:136)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ: "یہ کیا (وجہ ہے کہ تم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہو؟)" انھوں نے کہا کہ یہ ایک عمدہ دن ہے، یہ وہ دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی لہٰذا موسیٰ علیہ السلام اس دن روزہ رکھتے تھے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: "میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کا حق دار ہوں۔" پس آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری:2004)

﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

"وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے" (25)

سوال: ﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ "وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ "وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے" یعنی فرعون اور اس کا لشکر ایسی تباہی کے گھاٹ اترے کہ پیچھے کتنے ہی لہلہاتے باغات ہرے بھرے کھیت اور چشمے چھوڑ گئے۔ ان نعمتوں نے ہی تو رب کو بھلا دیا تھا دیکھو آج خود بھولی بسری داستان اور عبرت کا نشان بن گئے ہو۔ اور جن کے لیے عمر گنوا دی وہ تمہاری تباہی کے باوجود لہلہا رہے ہیں اور چشموں کا پانی جاری ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان کے گرد پھیلے ہوئے باغات، مکانات اور خوش حالی کے آثار کے بارے میں شعور دلایا ہے کہ دیکھو سب کچھ یہیں رہ گیا اور وہ سب ڈوب گئے، دنیا میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو رب نے پانیوں میں ڈبو دیا اور عبرت باقی رہ گئی۔

﴿وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾

"اور کھیتیاں اور شان دار قیام گاہیں" (26)

سوال: ﴿وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾ "اور کھیتیاں اور شان دار قیام گاہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾ "اور کھیتیاں اور شان دار قیام گاہیں" تمہارے ہرے بھرے کھیت موجود ہیں کھیت والے کہاں ہیں؟ تمہاری حسین مجلسیں اور مزین محفلیں اور خوب صورت گھر کہاں ہیں؟

(2) جس علاقے میں فرعون اور آل فرعون بستے تھے وہ زرخیز وادی تھی اس میں زراعت بہت زیادہ ہوتی تھی اور دوسری طرف اُن کے عالی شان گھر اُن کی دنیا کی دلچسپی اور محبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ دیکھو جس دنیا کے پیچھے اپنا وقت، صلاحتیں، مال سب کچھ

لگا دیا وہ دنیا ابھی تو موجود ہے لیکن اپنا سرمایہ زندگی لگا دینے والے باقی نہیں۔

(3) نیل کے کناروں پر دور تک پھیلے باغات اور بہتے چشموں نے عمر لے لی، وقت لے لیا، باغوں اور چشموں اور حسین مجلسوں والوں کو کیا ملا؟ تباہی، بربادی، ہمیشہ کا عذاب اور رسوائی! کتنا برا سودا ہے! کتنا بڑا خسارہ ہے!

﴿وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ﴾

''اور وہ سامانِ عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے'' (27)

سوال: ﴿وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ﴾ ''اور وہ سامانِ عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ﴾ ''اور وہ سامانِ عیش جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے'' یعنی عظیم نعمتیں اور عیش وعشرت کے سامان جن میں وہ مزے کر رہے تھے جن کے لیے وہ جیتے تھے جن کے درمیان زندگی گزارنا وہ اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔ کہاں گیا وہ سب کچھ؟ اور کہاں گئے وہ لوگ؟ کہاں رہ گئے وہ مقاصد؟

(2) اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے یہ شعور دلایا ہے کہ دیکھو اس آرام وعیش کیلئے یہ لوگ جیتے تھے۔ یہی ان کی زندگی کا مقصد تھا لیکن زندگی چلی گئی تو بتاؤ بھلا اسی لئے زندگی ملی تھی کہ عیش وآرام کا انتظام کرلیں خواہ خود اپنی زندگی ہی نہ رہے۔

﴿كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾

''اسی طرح ہم نے دوسری قوم کو اُن کا وارث بنا دیا'' (28)

سوال: ﴿كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''اسی طرح ہم نے دوسری قوم کو اُن کا وارث بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾ ''اسی طرح ہم نے دوسری قوم کو اُن کا وارث بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے ان کی ساری دولت اور حکومت اسرائیلوں کو دے دی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اس طرح ہوا اور ہم نے بنی اسرائیل کو اُن چیزوں کا وارث بنا دیا۔'' (الشعراء:59)

(2) ﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے اُنہیں ہم نے اُس زمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ تباہ کر دیا جو (محلّات) وہ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' (الاعراف:137)

﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾

''پھر نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین۔ اور نہ وہ مہلت دیے گئے'' (29)

سوال: ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ ''پھر نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین۔ اور نہ وہ مہلت دیے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ﴾ ''پھر نہ اُن پر آسمان رویا اور نہ زمین'' جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے نیست ونابود کر دیا تو ان پر آسمان رویا نہ زمین، یعنی ان کے لئے کسی نے حزن وغم کا اظہار کیا نہ ان کی جدائی پر کسی کو افسوس ہوا بلکہ ان کی ہلاکت اور بربادی پر سب خوش ہوئے حتیٰ کہ زمین وآسمان نے بھی مسرت کا اظہار کیا کیونکہ انہوں نے اپنے پیچھے ایسے کرتوت چھوڑے ہیں جو ان کے چہروں کو سیاہ کرتے ہیں اور ان پر لعنت اور لوگوں کی ناراضی کا موجب ہیں۔ یعنی عذاب کو ٹال کر ان کو مہلت نہ دی گئی بلکہ اسی وقت ان کو نیست ونابود کر دیا گیا۔ (تفسیر سعدی:2502/3)

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ نہ تو ان کے اعمال ایسے تھے کہ وہ آسمان پر چڑھتے اور اب ان کے مرنے کے بعد سلسلہ رک جانے کی وجہ سے آسمان روتا۔ اور نہ ان کے اعمال ایسے تھے کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تو عبادت کے سلسلے کے ختم ہونے پر زمین روئے گی۔ وہ اتنے بے ہمت ہو گئے کہ ان کے جانے سے جہان میں کوئی فرق ہی نہ پڑا۔

(3) یعنی ان کی حسرت ناک اور عبرتناک موت پر نہ زمین وآسمان روئے۔

(4) ﴿وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ﴾ ''اور نہ وہ مہلت دیے گئے'' انہیں مہلت نہیں دی بلکہ عذاب میں پکڑ لیا گیا۔

(5) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ہر انسان کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک سے روزی اترتی ہے اور ایک سے عمل چڑھتے ہیں جب یہ مرجاتا ہے اور ان دروازوں سے عمل اور رزق کا چڑھنا اترنا بند ہو جاتا ہے تو یہ روتے ہیں پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ (مسند ابو یعلیٰ) (مختصر ابن کثیر:1847/2)

رکوع نمبر 15

﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رُسوا کن عذاب سے نجات دی'' (30)

سوال: ﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رُسوا کن عذاب سے نجات دی'' بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے احسان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رُسوا کن عذاب سے نجات دی'' بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان کیا تھا کہ انہیں فرعون جیسے ظالم دشمن کے شکنجے سے آزاد کروایا۔ وہ انہیں ذلیل کرتا تھا اور ان سے ادنیٰ کام کرواتا تھا۔

﴿مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ﴾

''فرعون سے یقیناً وہ حد سے گزر جانے والوں میں سے بڑا سرکش آدمی تھا'' (31)

سوال:﴿مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ﴾ ''فرعون سے یقیناً وہ حد سے گزر جانے والوں میں سے بڑا سرکش آدمی تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مِنْ فِرْعَوْنَ﴾ ''فرعون سے'' یعنی فرعون کے اس عذاب سے جو وہ بنی اسرائیل پر نازل کرتا تھا۔ (ایسر التفاسیر:1439)

(2)﴿إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ﴾ ''یقیناً وہ حد سے گزر جانے والوں میں سے بڑا سرکش آدمی تھا'' فرعون جبار، سرکش، کفر اور ظلم میں حد سے گزر جانے والوں میں سے تھا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَآءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾ ''یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔ اور اُس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، اُن میں سے ایک گروہ کو نہایت کمزور کر رکھا تھا، وہ اُن کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا تھا اور اُن کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا یقیناً وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا'' (القصص:4)

(3) فرعون کی قوم بھی اس کا ساتھ دیتی تھی اس لیے اس نے بڑا سر اٹھا رکھا تھا۔

﴿وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُن کو علم کی بنا پر جہان والوں پر ترجیح دی تھی'' (32)

سوال:﴿وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُن کو علم کی بنا پر جہان والوں پر ترجیح دی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُن کو علم کی بنا پر ترجیح دی تھی'' اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر دوسرا بڑا احسان یہ تھا کہ اس نے انہیں دنیا پر فوقیت عطا کی تھی۔ انہیں پاک صاف کر کے منتخب کر لیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾ ''اور ہم ارادہ رکھتے تھے کہ اُن لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں نہایت کمزور

کردیئے گئے تھے۔اور ہم انہیں رہنما بنادیں اور ہم انہیں وارث بنادیں۔اور ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں۔اور ہم فرعون، ہامان اور اُن دونوں کے لشکروں کو اُن سے وہی کچھ دکھلا دیں، جس سے وہ ڈرا کرتے تھے۔'' (القصص:6,5)

(2)﴿عَلٰى عِلْمٍ﴾ ''علم کی بنا پر'' اپنے علم کی بنا پر اور اس فضیلت کا حق رکھنے کی بنا پر انہیں چن لیا۔

(3)﴿عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جہان والوں پر'' ہر زمانے کو عالم کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے زمانے کے لوگوں پر فضیلت عطا کی۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ﴾

''اور ہم نے اُن کو ایسی نشانیاں عطا کیں جن میں واضح آزمائش تھی'' (33)

سوال:﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ﴾ ''اور ہم نے اُن کو ایسی نشانیاں عطا کیں جن میں واضح آزمائش تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ﴾ ''اور ہم نے اُن کو ایسی نشانیاں عطا کیں جن میں واضح آزمائش تھی'' اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل پر تیسرا بڑا احسان یہ کیا کہ اس نے ایسے ایسے معجزے عطا کیے جو بڑے واضح تھے جن میں ایمان والوں کے لیے کھلی آزمائش تھی جیسا کہ فرمایا:﴿وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا﴾ ''اور تا کہ وہ ایمان والوں کو اچھے انعام سے نوازے۔'' (الانفال:17)(2)﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً﴾ ''اور ہم تمہیں اچھی اور بری حالت میں آزماتے ہیں۔'' (الانبیاء:35)

(3)رب العزت نے بنی اسرائیل پر جو احسانات کیے اس میں ان کے لیے مدد بھی تھی اور آزمائش بھی اور یہ وہ احسانات تھے جو ان پر میدان تیہ میں کیے گئے جن کے بغیر ان کی زندگی ممکن نہیں تھی۔

﴿اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَيَقُوْلُوْنَ﴾

''یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں'' (34)

سوال:﴿اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں'' یعنی یہ مشرکین قریش کہتے ہیں۔

(2) قصہ فرعون و موسیٰ علیہ السلام جس میں قریش کے لیے نصیحت تھی اس کا ذکر کرنے کے بعد دوبارہ بعث اور قیامت میں شک اور کفار کے اصرار کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

﴿اِنْ هِىَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ﴾

''ہماری پہلی موت کے سوا کچھ نہیں اور ہم دوبارہ اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں'' (35)

سوال:﴿اِنۡ هِیَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِیۡنَ﴾ ''ہماری پہلی موت کے سوا کچھ نہیں اور ہم دوبارہ اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنۡ هِیَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی﴾ ''ہماری پہلی موت کے سوا کچھ نہیں'' یعنی بعث کو جھٹلانے والے کہتے ہیں کہ ہماری موت کے بعد ہم اٹھائے نہیں جائیں گے۔

(2)﴿وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِیۡنَ﴾ ''اور ہم دوبارہ اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں'' یعنی ہماری قبروں سے ہمیں زندہ کر کے اٹھایا نہیں جائے گا اور اگر اے محمد! تم موت کے بعد زندگی پر اصرار کرتے ہو تو ہمارے آباء کو جنہیں موت آچکی، زندہ کر کے لے آؤ۔

﴿فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾

''تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ اگر تم سچے ہو'' (36)

سوال:﴿فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾ ''تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ اگر تم سچے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾ ''تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ اگر تم سچے ہو'' یعنی اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ۔(2) یہ عناد پسند جہلاء کا مطالبہ تھا جو بہت دور کی کوڑی لائے تھے۔رسول کریم ﷺ کی صداقت اور ان جہلاء کے آباءاجداد کو زندہ کر کے ان کے سامنے لانے میں کون سا تلازم ہے؟ آپ کی دعوت کی صداقت پر آیات و دلائل ہر لحاظ سے نہایت تواتر سے دلالت کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2503/3)

(3)﴿اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو'' یعنی اگر مسلمان موت کے بعد دوبارہ زندگی کے دعوے میں سچے ہیں۔

(4) ان کی دلیل کی کمزوری ظاہر ہے۔موت کے بعد کی زندگی قیامت کے بعد شروع ہوگی۔

﴿اَهُمۡ خَیۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ ۫ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِیۡنَ﴾

''کیا وہ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم اور جو اُن سے پہلے تھے؟ ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا، یقیناً وہ مجرم لوگ تھے'' (37)

سوال:﴿اَهُمۡ خَیۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ ۫ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِیۡنَ﴾ ''کیا وہ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم اور جو اُن سے پہلے تھے؟ ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا، یقیناً وہ مجرم لوگ تھے'' مشرکین کو عذاب کی جو دھمکی دی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَهُمۡ خَیۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ﴾ ''کیا وہ بہتر ہیں یا تُبّع کی قوم'' قوم تبع سے مراد یمن کی قوم سبا ہے جس کی تباہی کا حال سورہ سبا

میں گزر چکا ہے۔ تبع دراصل اس قوم کے قبیلہ حمیر کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ عموماً مورخین نے ان کا زمانہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بتایا ہے۔ ان میں سے ایک بادشاہ نے دنیا میں بہت فتوحات حاصل کی تھیں اور اسی نے شہر سمرقند بسایا۔ اس نے خانہ کعبہ کا طواف بھی کیا اور واپس یمن پہنچ کر یہودی مذہب کی تبلیغ بھی کی۔ چنانچہ یمنی عوام نے یہ دین اختیار کر لیا لیکن اس کی وفات کے بعد پھر کافر ہو گئے۔ اسی بادشاہ کے متعلق مسند احمد طبرانی وغیرہ میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''تبع کو گالی نہ دو، اس لئے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم! (صحیح الجامع الصغیر:7319)
(تفسیر ترجمان القرآن:362,361/13)

(2) تبع شاہان یمن کا لقب ہے جو حمیری قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے جیسے ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ، روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر اور حبشہ کے بادشاہوں کا لقب نجاشی تھا۔ تبع ،قوم تبع کے جد امجد کا نام تھا۔ یہ بذاتِ خود ایک ایماندار آدمی تھا اور اپنے وقت میں اس کا ڈنکا بجتا تھا۔ اس نے بہت سے علاقے بھی فتح کر لیے تھے۔ مگر اس کے بعد میں آنے والے لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے اور اللہ سے سرکشی کی راہ اختیار کر لی تھی۔ ان بادشاہوں کا زمانہ 115ق م سے 300ء تک ہے۔ عرب میں صدیوں تک ان کی عظمت کے افسانے زد خلائق رہے۔ (تیسیر القرآن:183/4)

(3) ﴿وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور جو اُن سے پہلے تھے؟'' یعنی قوم عاد۔

(4) ﴿اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ﴾ ''ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا، یقیناً وہ مجرم لوگ تھے'' یعنی ان پر ہم نے عذاب بھیجے یقیناً وہ مجرم تھے۔ اس آیت میں دھمکی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی سرکشی کر کے پہلی قوموں کی طرح بے نام و نشاں ہو جاؤ۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ﴾

''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا'' (38)

سوال: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا'' اس جہان کو اللہ تعالیٰ نے حکمت سے بنایا ہے واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا'' اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اس نے جہان کو اپنے عدل کے تقاضے کے مطابق حکمت سے بنایا ہے، بے مقصد نہیں بنایا جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (۱۱۵) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ (۱۱۶)﴾ ''تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے جو بادشاہِ حقیقی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے۔'' (المومنون:116,115)

(2)﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾
''اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا سو جنہوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے۔'' (ص:27)

﴿مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''ہم نے تو اُن کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' (39)

سوال:﴿مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾''ہم نے تو اُن کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾''ہم نے تو اُن کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' یعنی ہم نے تو زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ان کی تخلیق، ان کا وجود حق پر مشتمل ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔اللہ تعالیٰ حکم دے اور اس کو ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے لوگ اپنے کیے کا بدلہ پائیں۔اللہ تعالیٰ نے سب کچھ امتحان کے لیے پیدا کیا ہے﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾''لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے'' کیونکہ وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر نہیں کرتے۔

(3)﴿اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ﴾''کیا انہوں نے اپنے آپ میں غور وفکر نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو اور اُن کے درمیان کو برحق اور مدّتِ مقررہ تک پیدا کیا ہے اور یقیناً بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کا یقیناً انکار کرنے والے ہیں۔'' (الروم:8)

﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے'' (40)

سوال:﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے'' فیصلے والا دن قیامت کا دن ہے، وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾''یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے'' بے شک فیصلے کا دن اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔جس دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان حق اور انصاف سے فیصلے فرمائے گا ہر ایک کو اپنے کیے کی جزا ملے گی۔

(2) وہ ایک مقررہ وقت ہے جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سب کو جمع کرے گا۔

﴿يَوْمَ لَا يُغْنِىْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾

''جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی'' (41)

سوال: ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِىْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِىْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا﴾ ''جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا'' اس دن کوئی رشتہ دار کسی رشتہ دار کے، دوست دوست کے کام نہیں آئے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ہرگز فائدہ نہ دیں گی، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا اور اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو۔'' (الممتحنۃ:3)

(2) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' (المؤمنون:101)

(3) ﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی اُن کی مدد کی جائے گی'' انہیں کہیں سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔ کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ (4) ﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔'' (المعارج:11,10)

(5) ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔'' (البقرۃ:48)

﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾

''مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' (42)

سوال: ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ ''مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا، یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ﴾ ''مگر وہی جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا'' مگر جس پر اللہ مہربانی کرے، وہ تو غالب، مہربان ہے۔ پس یہی

لوگ ہوں گے جو فائدہ اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بلند مراتب پر فائز ہوں گے جس کو انہوں نے دنیا کے اندر مراتب کے حصول کا سبب بنایا اور اس کے لئے پوری کوشش کی۔ (تفسیر سعدی: 2504/3)

(2)﴿اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ﴾ ''یقیناً وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ بڑے غلبے والا ہے اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور اپنے اولیاء کے ساتھ رحیم ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1440)

رکوع نمبر 16

﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ﴾

''یقیناً زقوم کا درخت'' (43)

سوال: ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت'' قیامت کے دن مشرکوں کو گناہوں کی سزا کے طور پر زقوم کا درخت کھانے کو ملے گا۔ اس کا ذائقہ بدبودار پیپ کی مانند ہے۔ بدذائقہ اور سخت گرم ہوگا۔ (2) دنیا میں گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہوں گے۔

﴿طَعَامُ الۡاَثِيۡمِ﴾

''گناہ گار کا کھانا ہے'' (44)

سوال: ﴿طَعَامُ الۡاَثِيۡمِ﴾ ''گناہ گار کا کھانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿طَعَامُ الۡاَثِيۡمِ﴾ ''گناہ گار کا کھانا ہے'' یعنی زقوم کا پھل گناہ گاروں کا کھانا ہوگا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَذٰلِكَ خَيۡرٌ نُّزُلًا اَمۡ شَجَرَةُ الزَّقُّوۡمِ (۶۲) اِنَّا جَعَلۡنٰهَا فِتۡنَةً لِّلظّٰلِمِيۡنَ (۶۳) اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخۡرُجُ فِيۡۤ اَصۡلِ الۡجَحِيۡمِ (۶۴) طَلۡعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوۡسُ الشَّيٰطِيۡنِ (۶۵) فَاِنَّهُمۡ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡهَا فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ (۶۶) ثُمَّ اِنَّ لَهُمۡ عَلَيۡهَا لَشَوۡبًا مِّنۡ حَمِيۡمٍ (۶۷)﴾ ''کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟ یقیناً ہم نے اُسے ظالم لوگوں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے۔ اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں۔ پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقیناً کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے'' (الصافات: 62,67)

(3) ''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی یعنی ''اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا کے گھر میں ٹپکا دیا جائے تو اہل دنیا پر ان کی معیشت بگڑ جائے پھر اس کا کیا حال ہوگا جس کی وہ غذا ہوگی؟'' (ترمذی: 2585)

﴿كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ﴾

''پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا'' (45)

سوال:﴿كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ﴾ ''پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ﴾ ''پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا'' یہ کھانا تلچھٹ جیسا ہوگا جو اپنی حرارت، کڑواہٹ، بدمزگی اور نقصان کی وجہ سے پیٹ میں ہانڈی کی طرح کھولتا رہے گا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1849)

(2)﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکہف:29)

﴿كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾

''کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح'' (46)

سوال:﴿كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾ ''کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾ ''کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح'' یہ کھانا پیٹ میں کھولتے ہوئے پانی کی طرح جوش کھائے گا۔

﴿خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾

''پکڑو اُسے، پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ'' (47)

سوال:﴿خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ ''پکڑو اُسے، پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ ''پکڑو اُسے، پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ'' اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دیں گے کہ اس مجرم کو پکڑ لو تو ستر ہزار فرشتے فوراً لپکیں گے اور اسے جہنم کے درمیان میں لے جائیں گے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (١٣) هَٰذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ (١٤) أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنتُمْ لَا تُبْصِرُونَ﴾ ''جس دن اُنہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے

تھے۔تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟'' (الطور:13-15)

﴿ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ﴾

''پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو'' (48)

سوال:﴿ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ﴾''پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ﴾''پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو''(i) یہ عذاب ذلت کے لئے دیا جائے گا کیونکہ یہی وہ سر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اُٹھتے ہیں اور سرکشی کے مظاہرے کرتے ہیں۔اسی سر میں رب کی نافرمانیوں کے خیالات اُبھرتے ہیں۔(ii) سر کے عذاب کا اثر پورے وجود پر ہوتا ہے انسان کو بھون کر رکھ دیتا ہے اس لئے یہاں اس کا ذکر کیا گیا۔

﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ﴾

''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے'' (49)

سوال:﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ﴾''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ﴾''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے'' عذاب میں گرفتار مجرم کو مزید رسوا کرنے کے لیے کہا جائے گا اب مزہ چکھتے رہو تم بڑی عزت والے تھے، اب بتاؤ کہاں گئی وہ عزت؟

(2) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت دشمن خدا ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے یہ کہا تھا کہ کیا محمد مجھے ڈراتا اور دھمکاتا ہے، خدا کی قسم ہے ہم مکہ کے ان پہاڑوں کے درمیان بسنے والے لوگوں میں سب زیادہ باعزت ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوجہل سے ملاقات ہوئی تو ابوجہل نے کہا کہ آپ کے علم میں ہے کہ میں اہل بطحہ میں سب سے زیادہ طاقتور ہوں اور میں عزیز و کریم ہوں، سیدنا عکرمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدر کے دن اس کو قتل کروا کے ذلیل و خوار کیا اور اس بات کو قابل مذمت قرار دیا اور اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔(آیات قرآنی کے شان نزول:391)

(3)﴿ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ﴾''چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے'' عذاب میں گرفتار مجرم سے کہا جائے گا! اس دردناک عذاب اور بدترین سزا کا مزا چکھ تو اپنے آپ کو بڑا معزز اور شریف سمجھتا تھا۔یعنی تو اپنے زعم کے مطابق بہت زبردست اور طاقتور تھا اور سمجھتا تھا کہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو بہت باعزت سمجھتے ہوئے

خیال کرتا تھا کہ وہ تجھے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔آج تجھ پر واضح ہوگیا کہ تو انتہائی ذلیل ورسوا ہے۔(تفسیر سعدی:2505/3)

﴿اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾

’’یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے‘‘(50)

سوال:﴿اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾’’یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ﴾’’یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے‘‘ کافروں سے کہا جائے گا لو دیکھو یہ ہے جہنم جس کا تم یقین نہیں کرتے تھے انہیں دوزخ میں جھونک کر کہا جائے گا یہ ہے وہ آگ جس کا تمہیں یقین نہیں آتا تھا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝١٣ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝١٤﴾’’جس دن اُنہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا۔یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔‘‘(طور:14،13)

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ﴾

’’بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے‘‘(51)

سوال:﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ﴾’’بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ﴾’’بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے‘‘یعنی جو دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نیت سے اس کی اطاعت کرتے رہے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے رہے۔

(2) یعنی جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے نیک عمل کیے، انہوں نے شرک اور نافرمانیوں سے اجتناب کیا امن کے مقام میں ہوں گے انہیں کسی حال میں بھی خوف نہیں ہوگا۔

(3) امن کی جگہ سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں نہ کوئی موت کا کھٹکا ہوگا نہ غم اور پریشانی اور نہ محنت ومشقت، حدیث میں ہے کہ اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ یہاں تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے ہمیشہ خوشحال رہو گے کبھی خستہ حال نہ ہو گے ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔(ابن کثیر)(اشرف الحواشی:594/1)

(4)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝٥٤ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝٥٥﴾’’بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔‘‘(القمر:55،54)

﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

’’باغوں اور چشموں میں‘‘(52)

سوال:﴿فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ﴾"باغوں اور چشموں میں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ﴾"باغوں اور چشموں میں" اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کو جنت میں ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جن کے سائے طویل، جن کے پھل کبھی ختم نہ ہونے والے ہوں گے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (۵۴) فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾"بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔"(القمر:55,54)

﴿یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾

"وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے، اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے"(53)

سوال:﴿یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾"وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے اس حال میں کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے" اہل جنت کا لباس اور ان کی مجلسیں کیسی ہوں گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ﴾"وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم میں سے پہنیں گے" جنت میں اللہ تعالیٰ سے امید باندھنے اور خوف رکھنے والے متقیوں کے لیے سبز ریشم اور اطلس کے لباس ہوں گے۔جن میں باریک ریشم کا لباس بھی ہوگا اور دبیز جھلملاتے ریشم کے لباس بھی ہوں گے۔

(2)﴿مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾"آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے" اہل جنت کے چہرے بھی ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے اور ان کے دل بھی کدورت، رنجشوں، بدگمانیوں، غم اور غصے سے پاک ہوں گے۔وہ محبت اطمینان اور بہترین حسن معاشرت کے ساتھ جذب باہم سے سونے سے بنے ہوئے تختوں پر عزت کے ساتھ مجالس میں ایک دوسرے کے سامنے رونق افروز ہوں گے۔کسی کی دوسرے کی طرف پشت نہیں ہو گی انہیں ہر طرح کا عیش وآرام اور راحت واطمینان نصیب ہوگا۔

(3)انسان کی فطرت ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان رہنا چاہتا ہے۔دوستوں کی مجلس اسے بھلی لگتی ہے جنت کے مناظر کو یہاں سامنے رکھا گیا تاکہ اس خوب صورت زندگی کے لئے لوگ یہاں کوششیں کریں۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ (۴۱) فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ (۴۲) فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ (۴۳) عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾"اُن ہی کے لیے معلوم رزق ہے۔لذیذ پھل ہیں اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے۔نعمت بھری جنتوں میں۔تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔"(الصفات:41-44)

﴿كَذٰلِكَ ۫ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ﴾

''اسی طرح ہے اور ہم اُن کو بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے'' (54)

سوال: ﴿كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ ''اسی طرح ہے اور ہم اُن کو اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ ''اسی طرح ہے اور ہم اُن کو اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے بیاہ دیں گے'' یعنی اہل جنت کو اتنے انعامات کے ساتھ گورے گورے جسم والی، بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں بھی ملیں گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ ''اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی، جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں۔'' (الرحمن:56)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں ایک شام گزار دینا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ برابر جگہ یا کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا میں اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہے اور اگر اہل جنت میں سے کوئی عورت (یعنی حور) زمین والوں کی طرف جھانک لے تو وہ تمام فضا کو جو آسمان وزمین کے درمیان ہے، روشن کر دے اور اس کو خوشبو سے بھر دے اور بے شک اس کا دوپٹا جو اس کے سر پر ہے۔ تمام دنیا والوں اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے بہتر ہے'' (بخاری:2796)

﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾

''اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے'' (55)

سوال: ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾ ''اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے'' جنت کے پھلوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾ ''اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے'' وہ جنت میں جس پھل کی خواہش کریں گے اپنے سامنے موجود پائیں گے۔ جنت میں ہر طرح کا پھل ہوگا۔

(2) ان پھلوں کے کم یا ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾ ''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے'' (الواقعہ:33) طلب کے ساتھ ہی حاضر کر دیے جائیں گے اور ارادے کے ساتھ ہی موجود ہوں گے۔

﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾

''وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا'' (56)

سوال:﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾"وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ﴾"وہ وہاں موت کو نہ چکھیں گے سوائے پہلی موت کے" اہل جنت کو موت نہیں آئے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لا کر جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ (بخاری، تفسیر سورۃ مریم)

(2) یعنی دنیا میں کوئی موت سے مستثنیٰ نہیں موت تو ہر ایک کو آئے گی ہاں جنت وہ مقام ہے جہاں نہ وہ بیمار ہوں گے، نہ بوڑھے اور نہ انہیں موت آئے گی۔

(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا ان کے درمیان میں کھڑا ہو کر پکارے گا کہ اے جہنم والو! اب تمہیں موت نہیں آئے گی بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہوگا۔ (بخاری:6544)

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک آواز دینے والا آواز دے گا اے جنت والو تمہارے لئے یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ تم صحت مند رہو اور کبھی بیمار نہ ہو گے اور تم زندہ رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے اور تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے، کہ آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے نیک اعمال کے بدلے میں جنت کے وارث ہوئے۔ (مسلم:7157)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص جنت میں جائے گا وہ سکون سے ہوگا اور بے غم رہے گا نہ کبھی اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی زوال پزیر ہوگی۔" (مسلم:7156)

(6)﴿وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾"اور وہ اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا" اہل جنت کے لیے سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے بچالے گا۔

﴿فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

"آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے، یہی بڑی کامیابی ہے" (57)

سوال:﴿فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾"آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے، یہی بڑی کامیابی ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ﴾"آپ کے رب کی طرف سے فضل ہے" جہنم سے نجات دینا اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کا فضل ہے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے

عرض کیا آپ کو بھی نہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا مجھے بھی نہیں سوا اس کے اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت کے سائے میں لے لے، پس تم کو چاہیے کہ درستی کے ساتھ عمل کرو اور میانہ روی اختیار کرو۔ صبح اور شام، اسی طرح رات کو ذرا سا چلا کرو منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔(بخاری:6463)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَـنَّةَ فَقَدۡ فَازَ﴾ ''چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔'' (آل عمران:185)

﴿فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ﴾

''پھر یقیناً ہم نے اسے آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں'' (58)

سوال: ﴿فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''پھر یقیناً ہم نے اسے آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں'' قرآن آسان ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''پھر یقیناً ہم نے اسے آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں'' اللہ رب العزت نے یہ قرآن آپ ﷺ کی زبان میں آپ تک پہنچایا ہے تاکہ آپ کی قوم اسے سمجھے، نصیحت اور عبرت حاصل کرے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرے۔

(2) قرآن آسان بنایا گیا ہے دلائل سے مزین ہے فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے تاکہ لوگ آسانی سے سمجھ کر اس پر خوشی خوشی عمل کریں۔

(3) ﴿وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر:22)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر) کہو پھر جتنا قرآن تم با آسانی پڑھ سکتے ہو پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو اور پھر بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ اس کے بعد اطمینان سے سجدہ کرو اور پھر اطمینان سے قعدہ میں بیٹھو اسی طرح اپنی نماز میں کیا کرو۔'' (مسلم:885)

﴿فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ﴾

''پھر آپ بھی انتظار کریں، یقیناً وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں'' (59)

سوال: ﴿فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ﴾ ''پھر آپ بھی انتظار کریں، یقیناً وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ﴾ ''پھر آپ بھی انتظار کریں، یقیناً وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں'' یعنی اگر لوگ اب بھی قرآن کو نہیں مانتے اسے جھٹلاتے ہیں تو آپ انہیں تنبیہ کر دیں کہ آؤ ہم انتظار کرتے ہیں اور آپ بھی انتظار کرو پھر دیکھتے ہیں کہ کس کا بول بالا ہوتا اور

کون ہلاک ہوتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔'' (المجادلہ:21)

(2) ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (۵۱) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (۵۲)﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا۔'' (غافر:52,51) اللہ رب العزت انبیاء اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کا بول بالا کر دیتا ہے۔

ایاتھا ۳۷ — ۴۵ سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۵ — رکوعاتھا ۴

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 37 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 45 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 65 ہے۔

رکوع نمبر 17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿حٰمٓ﴾

''حٰمٓ'' (1)

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ ''حٰمٓ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾

''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (2)

سوال 1: ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' قرآن مجید غالب اور کمال حکمت والے کا کلام ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی یہ کلام محمد ﷺ کا نہیں اللہ تعالیٰ کا ہے جو العزیز ہے۔(i) اللہ تعالیٰ ﴿الْعَزِيْز﴾ ہے غلبہ رکھتا ہے لہٰذا اس نے جو کتاب نازل کی ہے اُس کو کوئی زیر نہ کر سکے گا کیونکہ یہ کسی بے زور بادشاہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ ہر حال میں اپنے مخالفوں پر غالب آ کر رہے گا۔ تاریخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کی دعوت کو سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔(ii) ﴿الْحَكِيْمِ﴾ کی طرف سے کتاب نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مضامین، ان کی ترتیب، ان کی پیش کش سب عقل پر مبنی ہے۔ قرآن مجید کی کوئی بات گزشتہ ڈیڑھ ہزار برس سے غلط ثابت نہیں کی جا سکی۔

سوال 2: کتاب کا نزول کس کی طرف سے ہے؟

جواب: کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ غالب اور دانا کی طرف سے ہے۔

﴿اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''یقیناً آسمانوں اور زمین میں اہلِ ایمان کے لیے واقعی بہت سی نشانیاں ہیں''(3)

سوال 1: ﴿اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین میں اہلِ ایمان کے لیے واقعی بہت سی نشانیاں ہیں'' زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین میں'' یعنی زمین و آسمان کی ایجاد میں، ان کی تخلیق میں۔

(2)﴿لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اہلِ ایمان کے لیے واقعی بہت سی نشانیاں ہیں'' اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی صفات، اس کے اسماء اور اس کے افعال کی نشانیاں ہیں جن پر ایمان والے غور و فکر کرتے ہیں ایمان نے انہیں یقین تک پہنچا دیا ہے۔

(3)﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے۔'' (المومن:57) (4)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (الاحقاف:33)

(5)﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (ال عمران:190)

سوال 2: آسمان اور زمین میں ایمان والوں کے لئے کون سی نشانیاں ہیں؟

جواب: آسمان اور زمین کی پیدائش میں، انسان کی اپنی پیدائش میں، جانوروں کے پھیلانے میں، رات اور دن کے اختلاف میں، آسمانی بارش کے ذریعے زمین کے زندہ ہونے میں، ہواؤں کے بدلنے میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

سوال3: نشانیاں ایمان لانے والوں کو ہی کیوں فائدہ دیتی ہیں؟

جواب: (1) ایمان والے زندگی کی بنیادی حقیقتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ (2) حقیقت کے بارے میں ان کا نظریہ درست ہوتا ہے۔ (3) ایمان ہی وہ قوت ہے جو دلوں کے دروازے کھولتی ہے۔ اسی سے انسان کے دل کے اندر روشنی آسکتی ہے پھر انسان کائنات کی نشانیوں کو دیکھ سکتا ہے۔

﴿وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ﴾

''اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور اُن جانوروں میں جنہیں وہ زمین میں پھیلاتا ہے، نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں''(4)

سوال1: ﴿وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ﴾ ''اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور اُن جانوروں میں جنہیں وہ زمین میں پھیلاتا ہے، نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔'' انسانوں اور حیوانات کی تخلیق پر غور و فکر کرنے والے یقین کے درجے تک پہنچتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَفِیْ خَلْقِكُمْ﴾ ''اور تمہاری اپنی پیدائش میں۔'' یعنی انسان کی تخلیق میں یعنی اس کی پیدائش کے مختلف مراحل میں نطفے سے علقہ تک، علقہ سے مضغہ تک اور مضغہ سے کامل انسان بننے تک، اس کی سماعت، بصارت نطق اور رنگ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

(2) ﴿وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ﴾ ''اور اُن جانوروں میں جنہیں وہ زمین میں پھیلاتا ہے۔'' زمین پر پھیلے ہوئے مختلف قسم کے جانوروں، درندوں اور سمندری اور خشکی کے جانوروں کے اختلاف میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

(3) ﴿لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ﴾ ''نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔'' یعنی اشیاء کی حقیقت کے دلائل ان لوگوں کو نفع دیتے ہیں جو یقین کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 145/25)

سوال2: انسان کی اپنی پیدائش میں کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: انسان کے جسم کی بناوٹ میں، اس کے اعضاء کے کام کرنے میں، اعضاء کے پیچھے کام کرنے والے نظاموں میں بے شمار نشانیاں ہیں۔ انسان ان پر غور و فکر کر کے ایک خالق کو پا لیتا ہے۔

سوال3: جانوروں کے پھیلانے میں کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: ہر جانور اپنی عمر، جنس، جسم، کاموں، قوتوں اور اپنی عمر کے اعتبار سے خالق کی نشانی ہے۔ جانوروں کے پھیلنے کے لئے رب نے کیسے ان جانوروں اور حشرات کی پیدائش کا نظام بنایا ہے کہ زندگی ممکن رہے مثلاً گدھ اور باز مضر پرندے ہیں ان کی عمر لمبی ہے لیکن آبادی کم ہے اگر یہ تعداد میں زیادہ ہوتے تو دنیا میں شاید چھوٹے بڑے کسی پرندے کی نسل نہ ہوتی۔ اسی طرح اگر شیر بکریوں یا ہرنوں کی طرح تعداد میں زیادہ ہوتے تو دوسرے جانوروں کی زندگی خطرے میں ہوتی۔ مکھی اپنی زندگی میں لاکھوں انڈے دیتی ہے اس کی زندگی دو ہفتے تک ہوتی ہے۔ اگر مکھی کی زندگی طویل ہوتی تو انسانی جسموں کو ڈھانپ دیتیں، آنکھیں کھا جاتیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نشانی پکار پکار کر کہتی ہے، ہم میں غور وفکر کرو یہ نشانیاں یقین لانے والوں کے لئے ہیں۔

سوال 4: یقین رکھنے والوں کو نشانیوں کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب: یقین رکھنے والے دل تیار اور مائل ہوتے ہیں، احساس کرتے ہیں، متاثر ہوتے ہیں۔ ایمان اور یقین دلوں کو ثابت، برقرار اور مطمئن رکھتا ہے۔ ایسے دلوں سے پریشانی اور بے چینی ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے دل اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین کر لیتے ہیں۔

﴿وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾

''اور رات اور دن کے بدلنے میں اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے رزق نازل کیا پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں'' (5)

سوال 1: ﴿وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ ''اور رات اور دن کے بدلنے میں اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے رزق نازل کیا پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ﴾ ''اور رات اور دن کے بدلنے میں'' یعنی رات اور دن کے آنے جانے میں، اور ان کے بڑے چھوٹے ہونے میں نشانیاں ہیں۔ (2) ﴿وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے رزق نازل کیا۔'' یہاں رزق سے مراد پانی ہے جس سے زمین میں رزق کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ بارش کے نزول میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ (3) ﴿فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا﴾ ''پھر اُس کے ذریعے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کر دیا۔'' یعنی بارش کے بعد زمین کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ (4) خشک زمین بارش کے بعد سبزے سے لہلہانے لگتی ہے۔

(5)﴿وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ﴾ ''اور ہواؤں کے پھیرنے میں'' یعنی ہوائیں اسی کے اختیار میں ہیں۔کچھ ہوائیں ایسی ہیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہے اور کچھ ایسی ہیں جو ان کا پانی نچوڑ دیتی ہیں۔کون چلاتا ہے ان ہواؤں کو جو روح کو سرور سے بھر دیتی ہیں۔کس کے حکم سے چلتی ہیں۔

(6)﴿اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' یعنی ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور صرف اسی کی عبادت کے دلائل ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل اور فطرت سلیم رکھتے ہیں اور جن لوگوں کے پاس عقل نہیں تو وہ ان آیات کو نہیں دیکھتے نہ ان کے علاوہ دوسری نشانیوں کو دیکھتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:1445)

(7)امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو ان دلائل کو سمجھو اور اگر آپ مومن نہیں ہو بلکہ حق اور یقین کی طلب رکھنے والے ہو تو ان دلائل کو سمجھو۔اگر تم مومن ہو نہ یقین رکھنے والے ہو اور تم عقل مندوں کے زمرے میں ہو تو ان دلائل کو سمجھنے کی کوشش کرو۔(تفسیر منیر:272/13)

(8)﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو وہ چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اُس پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اُتارا، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں،یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' (البقرہ:164)

سوال 2: رات اور دن کے بدلنے میں کس چیز کی نشانی ہے؟

جواب:(1)رات اور دن کے بدلنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

(2)رات اور دن کے بدلنے کی وجہ سے زمین پر زندگی ممکن ہوئی۔

(3)اگر رات اور دن کی موجودہ گردش اس نظام اور رفتار سے نہ ہوتی تو زمین پر موجود ہر چیز بدل جاتی،انسانی زندگی ختم ہو جاتی۔یقیناً رات اور دن کی گردش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

سوال 3: آسمان سے کون سا رزق نازل ہوتا ہے؟

جواب: آسمان سے بارش کا پانی نازل ہوتا ہے جس کی وجہ سے زمین پر رزق پیدا ہوتا ہے۔اس بارش کے برسنے میں سورج کا،سمندر کا،فضاؤں کا کتنا دخل ہے اتنے وسیع پیمانے پر ہونے والے کائناتی انتظامات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

سوال 4: ہواؤں کی گردش میں کیا نشانیاں ہیں؟

جواب: ہوائیں شرقاً غرباً بھی چلتی ہیں، شمالاً جنوباً بھی چلتی ہیں۔ گرم اور سرد بھی چلتی ہیں۔ ہواؤں کے چلنے کا زمین کی محوری گردش سے تعلق ہے۔ ان کا تعلق رات اور دن کی گردش سے بھی ہے۔ اور اس رزق سے بھی جو آسمانوں سے نازل ہوتا ہے۔ یقیناً اس میں عقل رکھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں کہ کیسے حرارت، ہوا اور رات دن مل کر کام کرتے ہیں۔ کون ہے ان سے کام لینے والا۔ یقیناً وہی جو ہر چیز کا خالق ہے وہی مدبر اور منتظم بھی ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ جس کے پاس سارے اختیارات ہیں اور کوئی دوسرا ان اختیارات میں ادنیٰ سا بھی تصرف نہیں رکھتا۔

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟''(6)

سوال 1: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟'' مشرک قرآن سن کر ایمان نہیں لاتے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔'' یعنی یہ آیات اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کے علم، اس کی قدرت، اس کی مخلوق پر اس کی ربوبیت کو واجب کرنے والے دلائل ہیں سو وہ معبود حقیقی ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1446,1445)
(2) ﴿نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ﴾ ''جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔'' یعنی سچائی کے ساتھ جس میں کوئی باطل اور جھوٹ نہیں ہے۔ (3) ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟'' یعنی یہ مشرک اگر اللہ تعالیٰ کو رب اور الٰہ نہیں مانتے اور قرآن کی صاف ستھری، سلجھی ہوئی آیات پر ایمان نہیں رکھتے جن میں ہدایت، بھلائی اور نور ہے تو یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بعد کون سی چیز ہے جو ایمان اور یقین کے قابل ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو حق کے ساتھ سنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کر رہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی آیات کیا ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل جو اللہ تعالیٰ کے قرآن میں موجود ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل تسلیم نہ کرنے والوں سے کیا کہا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ بتاؤ اس کے بعد کون سی نشانیاں ہیں جن پر تم ایمان لاؤ گے؟

سوال 5: ﴿بَعْدَ اللّٰهِ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کی آیات کے بعد کس چیز پر ایمان لائیں گے۔

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾

''ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے بڑی ہلاکت ہے'' (7)

سوال: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ ''ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔'' مشرکوں کے لیے ''ویل'' کی وعید کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ﴾ ''ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے'' یعنی ہر جھوٹے شخص کے لیے ویل ہے، بربادی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے بارے میں بے دلیل بولتا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 387/14)

(2) سیدنا معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے: ''ہلاکت ہے اس کے لیے جو اس غرض سے جھوٹ بولے کہ اس سے لوگ ہنسیں۔ ہلاکت ہے اس کے لیے! ہلاکت ہے اس کے لیے!'' (ابوداؤد: 4990)

(3) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف منہ کر کے فرماتے: ''تم میں سے کسی نے اگر آج شب کو کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرے۔'' سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو وہ اسے بیان کر دیتا پھر جو کچھ اللہ چاہتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر بیان فرماتے پس اسی دستور کے موافق ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دریافت فرمایا: ''تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟'' ہم نے عرض کی کہ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مگر میں نے آج شب دو اشخاص کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ کو پکڑ لیا اور مجھے ایک مقدس زمین میں لے گئے۔ یکایک میں وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہے اور دوسرا آدمی ہاتھ میں لوہے کا ایک آنکڑا لیے کھڑا ہے وہ اسے اس بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں داخل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی گدی تک پہنچ جاتا ہے تو اس سے ایک طرف کا جبڑا اپھاڑ دیتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتا ہے اور اس دوران اس کا پہلا جبڑا مندمل ہو جاتا ہے۔ پھر دوبارہ وہ ایسا ہی کرتا ہے تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے تو ان دونوں نے مجھے جواب دیا کہ وہ شخص جس کا جبڑا اپھاڑا جا رہا ہے تو وہ جھوٹ بولنے والا ہے، دنیا میں جھوٹی باتیں کیا کرتا تھا اور وہ اس سے آگے نقل کی جاتی تھیں یہاں تک کہ تمام اطراف عالم میں پہنچ جاتی تھیں۔ لہٰذا روز قیامت تک ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جو آپ نے دیکھا۔'' (بخاری: 1386)

(4) ﴿أَثِيمٍ﴾ ''گناہ گار'' یعنی استدلال کو چھوڑ کر گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔

﴿يَسْمَعُ آيَاتِ اللّٰهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

''جواللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں'' (8)

سوال 1: ﴿یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَیْهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتے ہیں اور غور وفکر کرنا تو دور کی بات ہے ان سے ایسے منہ پھیر لیتے ہیں گویا کہ سنا ہی نہیں۔ ایسے لوگوں پر آیات کے سننے سے حجت قائم ہو جاتی ہے۔

(2) ﴿ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا﴾ ''پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں'' آیات کے اثرات جو تکبر کی وجہ سے مرتب ہوتے ہیں وہ کتنے مختلف ہیں ان اثرات سے جو ایمان اور یقین کے ساتھ عاجزی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(3) وہ یوں سنتے ہیں گویا کہ انہوں نے سنا ہی نہیں یعنی قرآن سن کر بھی تکبر اور سرکشی پر اڑے رہتے ہیں۔ یہ آیات ان کے تکبر میں مزید اضافہ کرتی ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو دل کی پاکیزگی کے لیے نہیں سنا اس لیے انہیں آیات کے بارے میں کچھ علم ہوتا ہے تو وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ (4) ﴿فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر جھوٹے گناہ گار کے لیے وعید ہے جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں۔ رب العزت نے انہیں وعید دی ہے کہ میں قیامت کے دن انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کروں گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (۶) وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (۷)﴾ ''اور لوگوں میں سے کوئی ہے جو غافل کر دینے والی بات خریدتا ہے تاکہ وہ علم کے بغیر ہی (لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے راستے سے بہکا دے اور اس (اللہ کی راہ) کا مذاق بنائے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ اور جب ہماری آیات اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، وہ تکبر کرتے ہوئے منہ موڑ جاتا ہے گویا اس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، چنانچہ آپ اُس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔'' (لقمان: 7,6)

سوال 2: جھوٹے گناہگار کے لئے ہلاکت کیوں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی آیات پر غرور کرتا ہے اور ایسے اڑا دیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

سوال3: جھوٹا گناہگار کس چیز پر اڑا رہتا ہے؟

جواب: جھوٹا گناہگار اپنے کفر پر اڑا رہتا ہے۔

سوال4: کفر پر لوگ کیوں اڑے رہتے ہیں؟

جواب: کفر پر اڑے رہنے والے حق کے مقابلے میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں۔

سوال5: رسول اللہ ﷺ کو ایسے افراد کے بارے میں کیا فرمایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو عذاب کی خوشخبری پہنچا دیں۔

﴿وَإِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾

''اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنالیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے توہین آمیز عذاب ہے'' (9)

سوال1: ﴿وَإِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنالیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے توہین آمیز عذاب ہے'' قرآن کا مذاق اڑانے والوں کے لیے توہین آمیز عذاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَإِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا﴾ ''اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے'' یعنی جب جھوٹا گناہ گار ہماری آیات میں سے کچھ سنتا ہے اسے کوئی خبر ملتی ہے تو وہ انہیں سمجھ نہیں پاتا۔

(2) ﴿اتَّخَذَهَا هُزُوًا﴾ ''تو وہ اُس کا مذاق بنالیتا ہے'' وہ ان آیات کا مذاق اڑاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی توہین کرتے ہیں جیسے ابوجہل نے جب یہ آیات سنیں ﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ الْأَثِيْمِ (۴۴)﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے'' (الدخان:44,43) تو اس نے اپنے ساتھیوں کے لیے کھجور اور مکھن منگوایا تو اس نے کہا: اس زقوم کو کھاؤ جس کی محمد ﷺ وعید دیتا ہے۔ اور جب اس نے یہ آیت سنی ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ ''اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں۔'' (المدثر:30) تو اس نے کہا کہ اگر وہ انیس ہیں تو میں اکیلا ہی انہیں قابو کرلوں گا۔ (تفسیر مراغی:120/9)

(3) ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لئے توہین آمیز عذاب ہے۔'' یعنی ان جھوٹے گناہ گاروں کے لیے توہین آمیز عذاب ہے۔

سوال2: قرآن مجید کی کسی بات کا علم ہونے پر جھوٹے گناہگار کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: جھوٹا اور گناہگار شخص کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے۔ اوّل تو وہ غور سے سنتا ہی نہیں۔ لیکن اگر کوئی علم والی بات اس کے

کان میں پڑ جائے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے۔

سوال 3: ایسا شخص علم والی باتوں کا کس وجہ سے مذاق اُڑاتا ہے؟

جواب: (1) ایسا شخص اپنی کم عقلی اور کم فہمی کی وجہ سے مذاق اُڑاتا ہے۔

(2) کفر اور نافرمانی کی وجہ سے مذاق اُڑاتا ہے۔

(3) تکبر کی وجہ سے مذاق اُڑاتا ہے۔

﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

''اُن کے آگے جہنم ہے اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنالیا تھا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے'' (10)

سوال 1: ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اُن کے آگے جہنم ہے اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنالیا تھا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ﴾ ''اُن کے آگے جہنم ہے'' یعنی جھوٹے اور گناہ گار لوگوں کے لیے جہنم کافی ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔

(2) ورآء کے معنی آگے بھی اور پیچھے بھی، ادھر بھی اور ادھر بھی۔ اس لحاظ سے اس کے دو مطلب ہوئے۔ ایک یہ کہ ایسے لوگوں کو دنیا میں ذلت کا عذاب ہوگا اس کے بعد ان کے لیے عذاب جہنم بھی تیار ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ اس ذلت کے عذاب کے بعد جہنم بھی ان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/191)

(2) ﴿وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا﴾ ''اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا'' یعنی ان کے لیے، ان کے مال، ان کی اولادیں اور ان کی جاہ اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کمایا کفایت نہیں کرے گا یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں بچا نہیں سکے گا۔

(3) ﴿وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ﴾ ''اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنالیا تھا'' ان کے معبود جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے عذاب کو کچھ بھی دور نہیں کر سکیں گے۔

(4) یہ اولیاء بھی دو قسم کے ہوتے ہیں: (i) وہ ہستیاں جن کی سفارش پر اعتماد کر کے لوگ بے دھڑک گناہ کے کام کرتے رہتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ فلاں حضرت کی بیعت ہیں وہ ہمیں سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے بچالیں گے۔

(ii) وہ دوسری قسم کے لوگ یا حکمران یا سیاسی لیڈر جن کی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اس لیے اطاعت کی جاتی ہے کہ اطاعت کرنے والوں کے دنیوی مفادات ان سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کارساز وہاں کام نہ آئے گا۔ (تیسیر القرآن 191/4)

(5) ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ ''اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے'' یعنی انہیں جہنم میں بڑے بڑے عذاب سہنے پڑیں گے۔ اور جس کو رب العزت نے عظیم کہا اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

سوال 2: ان کے پیچھے دوزخ ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ ایسے کردار کے لوگوں کے لئے قیامت میں جہنم ہے۔ (2) جو کچھ وہ کمائیں گے انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ (3) نہ وہ لوگ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا۔ (4) ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

سوال 3: دوزخ میں جانے والوں کو ان کی کمائی نفع نہ دے گی اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ جو مال انہوں نے کمائے اُس کا نفع انہیں آخرت میں نہیں ملے گا۔ وہ کام نہیں آئیں گے۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی اولاد جس پر وہ فخر کرتے رہے ہوں گے وہ قیامت کے دن فائدہ نہ دیں گے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز اولیاء بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد وہ دوست ہیں جن سے کام بنانے کی مدد کی توقع ہوگی وہ کام نہ آئیں گے۔

(2) اس سے مراد ہے کہ جن کو معبود اور مددگار بنا رکھا تھا کہ وہ مصیبت کے وقت مدد کریں گے وہ کام نہ آئیں گے۔ قیامت کے دن تو انہیں نظر ہی نہیں آئیں گے۔ مدد کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

سوال 4: ان کے پیچھے دوزخ ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ ایسے کردار کے لوگوں کے لئے قیامت میں جہنم ہے۔ (2) جو کچھ وہ کمائیں گے انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ (3) نہ وہ لوگ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا۔ (4) ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز اولیاء بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد وہ دوست ہیں جن سے کام بنانے کی مدد کی توقع ہوگی وہ کام نہ آئیں گے۔

(2) اس سے مراد ہے کہ جن کو معبود اور مددگار بنا رکھا تھا کہ وہ مصیبت کے وقت مدد کریں وہ کام نہ آئیں گے۔ قیامت کے دن تو انہیں نظر ہی نہیں آئیں گے۔ مدد کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

﴿هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾

''یہ ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات سے کفر کیا، اُن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے'' (11)

سوال 1: ﴿هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾ ''یہ ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات سے کفر کیا، اُن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے۔'' قرآن ہدایت ہے جس کو نہ ماننے والوں کے لیے دکھ بھرے عذاب ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا هُدًى﴾ ''یہ ہدایت ہے'' یعنی یہ قرآن جس کو محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے وہ ہدایت ہے، بیان ہے اور حق پر دلیل ہے، اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ جو اس کی پیروی کرے اور اس پر عمل کرے۔ (جامع البیان: 147/25)

(2) قرآن گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لاتا ہے اور کفر سے ایمان کی طرف اور شرک سے توحید کی طرف لاتا ہے۔ اس میں ہدایت اور نور ہے۔ (3) قرآن حق، عدل اور خیر کی طرف دعوت دیتا ہے۔

(4) یہ قرآن ہدایت ہے۔ اور یہ سارے قرآن کا عمومی وصف ہے کہ وہ اپنی صفاتِ مقدسہ اور افعالِ حمیدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے رسولوں، اس کے اولیاء اور ان کے اوصاف کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ قرآن نیک اعمال کی معرفت عطا کرتا ہے اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے، برے اعمال کو بیان کرتا ہے اور ان سے روکتا ہے۔ قرآن اعمال کی جزا و سزا کو بیان کرتا ہے، جزائے دنیوی اور جزائے اخروی کو واضح کرتا ہے۔ پس ہدایت کے متلاشی لوگوں نے قرآن کے ذریعے سے ہدایت پائی اور یوں وہ فلاح اور سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ (تفسیر سعدی: 2509/3)

(5) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات سے کفر کیا'' یعنی جن لوگوں نے انکار کیا اور قرآن سے منہ موڑا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور مخلوق پر حجت ہیں۔

(6) ﴿لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ﴾ ''اُن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے'' جو لوگ قرآن کو نہیں مانتے ان کے لیے دکھ بھرے عذاب ہیں۔

رکوع نمبر 18

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اُس کے حکم سے اس میں جہاز چلیں اور تا کہ تم اُس کا کچھ فضل

تلاش کرواور تا کہ تم شکر گزار بنو" (12)

سوال1:﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اُس کے حکم سے اس میں جہاز چلیں اور تا کہ تم اُس کا کچھ فضل تلاش کرواور تا کہ تم شکر گزار بنو" اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو اس لیے مسخر کیا تا کہ انسان شکر گزار بنیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ﴾ "اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا" اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر انعامات میں سے ہے کہ اس نے سمندروں کو انسان کے لیے مسخر کیا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت اور اپنے بندوں پر اتمام نعمت کا ذکر کیا ہے اور واضح فرمایا ہے کہ جو اس نے پیدا کیا اپنی مخلوق کے منافع کے لیے پیدا کیا ہے۔(تفسیر قرطبی:120/8)

(3)﴿لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ﴾ "تا کہ اُس کے حکم سے اس میں جہاز چلیں" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے یہ آسانی پیدا کی ہے کہ انسان سمندروں میں کشتیاں اور جہاز چلا سکیں۔

(4)﴿وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ "اور تا کہ تم اُس کا کچھ فضل تلاش کرو" یعنی تم رزق کے حصول کے لیے ملکوں ملکوں جا سکو۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ "تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تا کہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو، یقیناً وہ ہمیشہ سے تم پر رحم کرنے والا ہے۔" (بنی اسرائیل:66)

(6)﴿وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تر وتازہ گوشت کھاؤ اور اس سے تم زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ کشتیاں پانی کو چیرنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرواور تا کہ تم شکر ادا کرو۔" (النحل:14)

(7)﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "اور تا کہ تم شکر گزار بنو" یعنی تم اللہ تعالیٰ کے احسان کو مانو کہ سمندر اس کے ہیں جس نے انہیں انسانوں کے لیے مسخر کر دیا۔(8)اور جب تم اس کا شکر ادا کرو تو وہ تمہیں اور زیادہ دے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ "یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا۔" (ابراہیم:7)

(9)رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جس میں دو خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھے گا اور جس میں نہ ہوں گی اسے نہ لکھے گا جس

نے دین میں اس شخص کی طرف نظر کی جو اس سے کم ہے اور حمد کی اللہ تعالیٰ کی تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھے گا اور جس نے نظر کی اس شخص کی طرف جو اس سے زیادہ ہے اور پھر اس پر افسوس نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو شاکر و صابر لکھے گا۔ (ترمذی:2512)

سوال 2: سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: (1) سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے کشتیوں کا چلنا ممکن ہے، ورنہ وہ اگر موجوں کو سرکش بنا دے تو کوئی کشتی اور جہاز ٹھہر نہ سکے۔ (2) اگر مستقل طور پر موجوں میں طغیانی رہتی تو سمندری سفر ممکن نہ ہوتے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو کیوں مسخر کر دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو اس لیے مسخر کیا ہے تا کہ:

(1) سمندری تجارت سے انسان کو فائدہ ہو۔ (2) اور تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ (3) تا کہ مچھلی کا شکار کر کے فائدہ حاصل کرے۔

(4) تا کہ غوطہ خوری کر کے موتی نکالے جا سکیں۔

سوال 4: یہاں شکر ادا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ سمندر کے مسخر ہونے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

”جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کیا یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں“ (13)

سوال 1: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ”جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کیا یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں“ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر کیا تا کہ وہ لوگ اس میں غور و فکر کریں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ﴾ ”جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کیا“ رب العزت نے سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، دریا، حیوانات، معدنیات، نباتات اور بے شمار اشیاء انسان کے لیے مسخر کی ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ﴾ ”اور تمہارے پاس کوئی نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف چھوتی ہے تو تم اسی کی طرف

گڑگڑاتے ہو۔" (النحل:53)

(2)﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾"یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں" ہر چیز انسان کی خدمت کے لیے مامور ہے تاکہ انسان اپنی ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ کے انتظامات اوراس کے انعامات پر غور وفکر کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔

(3) یعنی کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کے وجود، اس کی الوہیت کے دلائل ہیں۔ان پر غور وفکر کرو تاکہ تم یقین کرلو کہ اس کے سوا اس کائنات میں کوئی معبود نہیں۔

(4) آدمی دھیان کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ چیز اس کے بس کی نہ تھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ سے یہ اشیاء ہمارے کام میں لگی ہوئی ہیں۔تو لامحالہ ہم کو بھی کسی کے کام لگنا چاہئے وہ کام یہ ہی ہے کہ اس منعم حقیقی اور محسن علی الاطلاق کی فرماں برداری اوراطاعت گزاری میں اپنی حیات مستعار کے لحات صرف کردیں تاکہ آئندہ چل کر ہمارا انجام درست ہو۔ (تفسیر عثمانی:593/2)

سوال2: ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تابع کردیا ہے۔یہاں اپنی طرف سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اپنے فضل سے ہے اپنی رحمت خاص ہے۔

سوال3: غور وفکر کرنے والے نشانیوں کو کیسے پالیتے ہیں؟

جواب: غور وفکر کرنے والے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا علم رکھتے ہیں۔جب اس کی قدرت کو کام کرتا دیکھتے ہیں تو اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی نشانی کو پہچان جاتے ہیں۔

﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾

"ان لوگوں سے کہہ دو جو ایمان لائے کہ وہ ان سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے تاکہ وہ کچھ لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے تھے" (14)

سوال1:﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾"ان لوگوں سے کہہ دو جو ایمان لائے کہ وہ ان سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے تاکہ وہ کچھ لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے تھے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ﴾"ان لوگوں سے کہہ دو جو ایمان لائے کہ وہ ان سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے" "ایام اللہ" (اللہ کے دنوں) سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے

دشمنوں کو کوئی خاص سزا دے، یا اپنے فرماں برداروں کو کسی خصوصی انعام واکرام سے سرفراز فرمائے۔ (تفسیر عثمانی:594,593/2)

(2) رب العزت نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ ان لوگوں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرو جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا یقین نہیں رکھتے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول کی کوشش نہیں کرتے۔

(3) سیدنا عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا﴾ بالخصوص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور ﴿لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ﴾ سے عبداللہ بن ابی مراد ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر لوگ ایک کنوئیں کے پاس ٹھہرے جس کا نام ''مریسیع'' تھا۔ عبداللہ بن ابی نے اپنا غلام پانی لانے کیلئے بھیجا غلام نے آنے میں دیر کی جب آیا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ دیر سے کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غلام کنوئیں کے پاس بیٹھا تھا اس نے کسی کو بھی پانی لینے نہیں دیا جب تک کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشکیزے اور خود اپنے آقا کے مشکیزے بھر نہیں لئے، عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ہماری اور ان کی مثال اس کہاوت جیسی ہے، کہتے ہیں ''سمن کلبک یا کلک'' یعنی کتے کو خوب موٹا تازہ کرتا کہ وہ تجھے کھالے۔ یہ بات حضرت عمر تک پہنچ گئی، انہوں نے تلوار نیام سے نکالی اور عبداللہ بن ابی کی طرف جانے کا ارادہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل کی۔ (آیات قرآنی کے شان نزول:391,393)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دنوں کی یاد دلاؤ، یقیناً اس میں ہر اُس شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے۔'' (ابراہیم:5)

(5) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں لوگوں کو ایام اللہ کے ذریعے سے نصیحت کر رہے تھے اور ایام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی (بھیجی ہوئی) مصیبتیں ہیں۔ (مسلم:6165)

(6) ﴿لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ کچھ لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے عفو و درگزر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ان کی سزا تو قیامت کے دن تک مؤخر کر دی گئی ہے اور انہیں بری سزا دی جائے گی کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیتیں دیں۔

(7) اس آیت میں رب العزت نے صبر کی عادت پیدا کرنے اور مخالفین کی تلخ باتیں سننے اور ان کی اذیتیں سہہ لینے کے بعد انہیں معاف کرنے کا حکم دیا۔ یہ اس وقت کا حکم ہے جب مسلمان کمزور تھے بعد میں ہجرت اور جہاد کے احکام بھی نازل ہوئے۔

(8) صبر و تحمل اخلاق حسنہ میں سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کی توہین دیکھ کر صبر کرنا ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے دنوں کی توقع نہ رکھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ وہ جو اس بات کا یقین نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی مدد کر سکتا ہے اور اس بات کا خوف نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔

سوال3:اس سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب:اس سے مراد کافر ہیں۔

سوال4:ایام اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:ایام اللہ سے مراد وہ خاص دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو نجات عطا کرتا ہے،اور کافروں کو ہلاک کرتا ہے۔جیسے قوم نوح کو تباہ کیا،قوم عاد،قوم ثمود اور اس فرعون کو تباہ کیا۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے آخرت سے بے خوف لوگوں کے مقابلے میں کیسا رویہ رکھنے کا حکم دیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے آخرت سے بے خوف لوگوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو عفو و درگزر سے کام لینے کا حکم دیا یہ ابتدائی حکم تھا جب مسلمان کمزور تھے پھر جب مسلمانوں نے قوت پکڑ لی تو انہیں کافروں سے ٹکرا جانے کا حکم دیا گیا۔

سوال6:مسلمانوں کے عفو و درگزر اور صبر کی وجہ سے کیا مطلوب تھا؟

جواب:مسلمانوں کے عفو و درگزر اور صبر کی وجہ سے یہ مطلوب تھا کہ سارے گناہ کافروں کے ذمہ رہیں جس کی سزا قیامت کے دن انہیں دی جائے۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۙ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾

”جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے بُرائی کی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے“ (15)

سوال1:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۙ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾”جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے بُرائی کی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے“ انسان اپنے اچھے برے اعمال کا خود ذمہ دار ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾”جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے“ جو اس دنیا میں نیک عمل کرے گا یعنی ایمان اور اوامر ونواہی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ خود کو جنت میں داخلے کا اہل بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

(2)﴿وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ ''اور جس نے برائی کی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے۔'' جو اپنی زندگی میں نہ ایمان لایا، نہ اس نے نیک عمل کیے کہ وہ اپنے نفس کو پاک کر لیتا تو اس کی برائی یعنی شرک اور نافرمانی کے کاموں کا وبال اسی پر ہوگا۔ وہ آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈالا جائے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''جس نے برا عمل کیا تو وہ اُس کے برابر ہی بدلہ پائے گا اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت مگر وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اُس میں اُنہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔'' (المومن:40)

(4)﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا﴾ ''اگر تم نے بھلائی کی، تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے، چنانچہ جب دوسرا وعدہ آ گیا (تو ہم نے اور لوگ تم پر مسلط کر دیے) تا کہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور تا کہ جس چیز پر بھی وہ غلبہ پائیں اُسے برباد کر دیں بری طرح تباہ و برباد کرنا۔'' (بنی اسرائیل:7)

(5)﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے اور جس نے نیک عمل کیا تو وہ اپنے لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔'' (الروم:44)

(6)﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (فصلت:46)

(7)﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا'' (زلزال:8,7)

(8)﴿ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے'' اے لوگو! اس زندگی میں جو تم نے اچھے برے کام کیے، اس کے بعد تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ تمہیں تمہارے اعمال کی اچھی بری جزا دے گا۔

سوال 2: ہر فرد یا ہر گروہ کے اچھے برے عمل کا فائدہ یا نقصان اس کے کرنے والے کو پہنچے گا اس کے توسط سے کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب: اس کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے نیکی کی ترغیب دلائی ہے اور برائی سے ڈرایا ہے، تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ نیکیاں مفید اور برائیاں غیر مفید ہیں۔

سوال 3: سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں لوٹائے جائیں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سب اس لیے لوٹائے جائیں گے تا کہ ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری پوری جزا ملے۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ہم نے اُنہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا اور ہم نے اُنہیں جہانوں پر فضیلت بخشی'' (16)

سوال1:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ہم نے اُنہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا اور ہم نے اُنہیں جہانوں پر فضیلت بخشی'' یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو دی'' یعنی ہم نے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو دیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر انعامات کا تذکرہ کیا ہے۔(2)﴿الْكِتٰبَ﴾ ''کتاب'' سے مراد یعنی تورات جو کہ شریعت کے احکامات کی کتاب تھی۔(3)﴿وَالْحُكْمَ﴾ ''اور حکم'' اس سے مراد حکمت اور فقہ ہے یعنی لوگوں کے درمیان جھگڑوں کے فیصلے۔(الاساس:5222/9)

(4)یعنی انہیں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت دی۔

(5)﴿وَالنُّبُوَّةَ﴾ ''اور نبوت'' نبوت کی وجہ سے وہ پوری دنیا میں اپنی پہچان رکھتے ہیں۔سب سے زیادہ انبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے آئے۔(6)﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ''اور ہم نے اُنہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق عطا کیا'' یعنی انہیں کھانے پینے کے لیے پاکیزہ اور بہترین غذائیں دیں۔انہیں اچھے ملبوسات اور برتنے کی عمدہ چیزیں دیں۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا تھا، باعزت ٹھکانا اور اُنہیں پاک چیزوں میں سے رزق دیا تھا تو اُنہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ ان کے پاس علم آ گیا، یقیناً آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے روز اس کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔'' (یونس:93)

(8)﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُنہیں جہانوں پر فضیلت بخشی'' یعنی بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قبطی قوم پر، اور اپنے دور کے لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔یہ فضیلت امت مسلمہ کے سوا دیگر امتوں پر ہے۔

(9)رب العزت نے فرمایا:﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تمہیں عطا کی تھی اور یقیناً میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت عطا کی تھی۔'' (البقرہ:47)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کیا احسان کیے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں (1) کتاب (2) حکمت (3) نبوت عطا کی اور انہیں (4) پاکیزہ روزی دی تھی۔ (5) دنیا والوں پر فضیلت دی تھی۔ (6) دین کی واضح دلیلیں دی تھیں۔

سوال3: کتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: کتاب سے مراد تورات ہے۔

سوال4: حکم سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) حکم سے مراد حکومت اور بادشاہت ہے۔ (2) حکم سے مراد فیصلے کرنے کی صلاحیت ہے۔ (3) حکم سے مراد فہم ہے۔

سوال5: پاکیزہ روزیوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد من وسلویٰ کا نزول ہے۔

سوال6: دنیا پر بنی اسرائیل کو فضیلت دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد اپنے دور کے لوگوں پر انہیں فضیلت دی تھی۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾

”اور ہم نے اُنہیں دین کے بارے میں کھلے احکامات دیے پھر اُنہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا تھا، آپس میں ضد کی وجہ سے، یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن اُن کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے“ (17)

سوال1: ﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ”اور ہم نے اُنہیں دین کے بارے میں کھلے احکامات دیے پھر اُنہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا تھا، آپس میں ضد کی وجہ سے، یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن اُن کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے“ بنی اسرائیل سے اختلافات سے امت مسلمہ کو سبق دیا گیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ ”اور ہم نے اُنہیں دین کے بارے میں کھلے احکامات دیے“ یعنی رب العزت نے انہیں

تورات اور انجیل عطا فرمائی ان کے پاس دین کی روشن دلیلیں بھیجیں۔

(2) یہ آیات وہ معجزات ہیں جن کا انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے مشاہدہ کیا، یہ ان سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ بہترین طریقے سے ان کو قائم رکھیں، حق پر مجتمع رہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے واضح کیا ہے مگر انہوں نے اس کے برعکس حق کے ساتھ اس سے متضاد معاملہ کیا جو ان پر واجب تھا۔ پس جس معاملے میں ان کو مجتمع رہنے کا حکم دیا گیا تھا اس میں انہوں نے اختلاف کیا۔ (تفسیر سعدی:3/2512)

(3) امر سے مراد اقامت دین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو دنیا میں قائم اور نافذ کرنے کے لیے انہیں تمام ہدایات دے دی گئی تھیں اور یہ ہدایت بالکل واضح تھیں۔ (تیسیر القرآن:4/194)

(4) ﴿فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ﴾ ''پھر انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس علم آ گیا تھا، آپس میں ضد کی وجہ سے'' یعنی انہوں نے حق کا علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد اور باہمی تعصب کی وجہ سے اختلاف کیا۔ ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی نے انہیں اختلاف پر آمادہ کیا تو ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور وہ کئی گروہوں میں بٹ گئے۔

(5) امت مسلمہ کو خبردار کیا گیا ہے کہ کہیں تم اختلاف نہ کر لینا۔

(6) ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن اُن کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے سارے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا اور وہ حق پر عمل کرنے والوں کو باطل پرستوں اور خواہش پرستوں سے الگ کر دے گا۔

سوال 2: دین کی صاف دلیلوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد حلال وحرام ہیں (2) اس سے مراد معجزات ہیں (3) نبی ﷺ کی بعثت کا علم ہے (4) رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے ثبوت ہیں (5) آپ ﷺ کے مقام ہجرت کا تعین ہے۔

سوال 3: بنی اسرائیل نے کس چیز سے اختلاف کیا؟

جواب: بنی اسرائیل نے نبی ﷺ کی رسالت کا انکار کیا، یہی انکار اختلاف کا سبب تھا۔

سوال 4: اختلافات کا فیصلہ کیسے ہوگا؟

جواب: اختلافات کا فیصلہ اہل باطل کو برا بدلہ دے کر اور اہل حق کو اچھی جزا دے کر ہوگا۔

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''پھر ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک شریعت (واضح راستے) پر کر دیا ہے چنانچہ آپ اُسی کی پیروی کریں اور اُن لوگوں کی

خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے'' (18)

سوال1: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک شریعت (واضح راستے) پر کر دیا ہے چنانچہ آپ اُسی کی پیروی کریں اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ ''پھر ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک شریعت (واضح راستے) پر کر دیا ہے'' ہم نے آپ کے لیے ایک شریعت کامل کو مشروع کیا جو ہمارے حکم شرعی سے، ہر بھلائی کی طرف بلاتی ہے اور ہر برائی سے روکتی ہے۔ پس اس کی اتباع کرو۔ کیونکہ اس کی اتباع میں ابدی سعادت، صلاح اور فلاح ہے۔ (تفسیر سعدی: 2513/3)

(2) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے: شریعت سے مراد فرائض، حدود اور اوامر و نواہی ہیں۔

(3) ﴿فَاتَّبِعْهَا﴾ ''چنانچہ آپ اُسی کی پیروی کریں'' یعنی اس کی پیروی کرو اسی میں فلاح ہے۔

(4) ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے'' یعنی خواہش پرستوں سے کوئی مطلب نہ رکھیں۔ یہ لوگ علم نہیں رکھتے جاہل ہیں جیسا کہ رؤسائے قریش اور بنو قریظہ کے جہلاء وغیرہ تھے۔ روسائے قریش نے کہا تھا۔ اپنے آباء کے دین کی طرف لوٹ چلو۔ (البحر المحیط: 419/9)

(5) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس سرزمین میں کبھی اس کی بندگی کی جائے لہٰذا اب وہ اس بات پر مطمئن ہے کہ شرک کے علاوہ وہ اعمال جنہیں تم معمولی سمجھتے ہو ان میں اس کی پیروی کی جائے لہٰذا شیطان سے ہر وقت خبردار رہو اور سنو میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں جسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے۔ (مستدرک حاکم)

سوال2: شریعت کے کیا معنی ہیں؟

جواب: (1) شریعت کے معنی ملت، منہاج، اور راستے کے ہیں۔ (2) شاہراہ کو شارع کہتے ہیں کیونکہ وہ منزل تک پہنچاتی ہے۔

سوال3: شریعت سے کیا مراد ہے؟

جواب: شریعت سے مراد وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرما دیا ہے، تا کہ لوگ اس دین پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکیں۔

سوال4: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کو دین کے ایک ایسے راستے پر چلا دیا ہے جو آپ کو حق تک پہنچائے گا۔

سوال 5: رسول اللہ ﷺ کو شریعت کے معاملے میں کیا ہدایات دی گئیں؟

جواب: آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ نادانوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

سوال 6: یہاں نادانوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کا علم نہیں رکھتے۔ اس سے ناواقف ہیں، یعنی کفار مکہ اور ان کے ساتھی۔

﴿اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾

''بلاشبہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور یقیناً ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے'' (19)

سوال 1: ﴿اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''بلاشبہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور یقیناً ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''بلاشبہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے'' یعنی اگر آپ ان کی پیروی کرو گے تو ایسا عذاب واجب ہو جائے گا جو آپ ﷺ سے کبھی دور نہیں کیا جا سکے گا۔

(2) خواہشاتِ نفس کی پیروی اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی فائدہ نہیں دے گی اس لیے ان کے ساتھ دوستی نہ رکھیں یہ آپ کے کام آنے والے نہیں۔

(3) ﴿وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ﴾ ''اور یقیناً ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں'' ان کی دوستیاں آپس میں ہیں یہ دوسروں کے نقصان کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

(4) یہ لوگ باطل اور شر پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ آخرت میں ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــــُٔھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرۃ:257)

(6)﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے مددگار اور معاون ہیں۔ اور متقیوں سے مراد جو شرک اور نافرمانی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ:257)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کی خواہشات کی پیروی سے روکنے کے لیے کیا سمجھایا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کو سمجھایا گیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ ﷺ کے ہرگز کام نہیں آسکتے۔

(2) یہ ظالم ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں (3) اللہ سے ڈرنے والوں کا دوست اللہ ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ولایت سے ظالموں اور متقیوں کو کیسے الگ الگ کر دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ عقیدہ اور نظریہ ایک کرتا ہے لہٰذا ظالم آپس میں دوست ہیں، اور مومن متقی چونکہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے اس لیے اس کی ولایت، دوستی اللہ تعالیٰ ہی سے ہوسکتی ہے۔

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾

''یہ لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں اور اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں'' (20)

سوال 1: ﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ ''یہ لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں اور اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں'' قرآن یقین کرنے والوں کے لیے دلائل کا سرچشمہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ﴾ ''یہ لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں'' اے محمد ﷺ! یہ کتاب جو ہم نے آپ ﷺ پر نازل کی ہے لوگوں کے لیے بصیرت کی روشنی ہے وہ اس کے ساتھ حق کو باطل سے نمایاں دیکھتے ہیں اور وہ ہدایت کے راستے کو پہچانتے ہیں۔ (جامع لبیان:152/25) (2) یہ قرآن تو دلوں کی آنکھ ہے جس سے اشیاء کی حقیقت کو دیکھتے ہیں۔ (تفسیر الاساس:5225/9)

(3) سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: قرآن سارے کا سارا قلب ہے اور سماعت اور بصارت بھی قلب میں ہوتی ہے۔ اور انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر وہ دل

اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (الحج:46)

(4)﴿وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ ''اور اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں'' یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور ایمان والے اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

(5) وہ اس کے ذریعے سے دین کے اصول وفروع میں صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور وہ دنیا وآخرت میں بھلائی، مسرت اور سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور یہ رحمت ہے، پس اس سے ان کے نفس پاک ہوتے ہیں، اس سے ان کی عقل میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ان کا ایمان ویقین بڑھتا ہے اور اس پر حجت قائم ہوتی ہے، جو گمراہی پر اصرار کرتا اور عناد سے کام لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2513/3)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (۵۷) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (۵۸)﴾ ''اے لوگو! بلاشبہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس عظیم نصیحت آگئی ہے اور شفا ہے اس کے لیے جو دلوں میں ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (یونس:58,57)

سوال 2: قرآن مجید لوگوں کے لیے کیسے بصیرت کا سامان ہے؟

جواب: (1) قرآن مجید میں ایسے دلائل ہیں جو دین کے احکامات سے متعلق ہیں۔

(2) قرآن مجید میں ایسے دلائل ہیں جو زندگی کی ضروریات سے متعلق ہیں، جب وہ احکامات واضح ہوتے ہیں تو زندگی آسان ہوجاتی ہے۔

سوال 3: قرآن مجید کیسے ہدایت اور رحمت ہے؟

جواب: قرآن مجید دنیا میں ہدایت کا سیدھا راستہ بتانے والا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب بننے والا ہے۔

سوال 4: قرآن مجید کن لوگوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بصیرت کا ذریعہ بنتا ہے؟

جواب: قرآن مجید ان لوگوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بصیرت کا ذریعہ بنتا ہے جو لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں۔

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنادیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہوجائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کررہے ہیں'' (21)

سوال1:﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنادیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کررہے ہیں'' مومن اور کافر برابر نہیں آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنادیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' یعنی ہم گناہ گاروں اور اپنے رب کے حقوق میں کمی کرنے والوں کو ہم ان جیسا کردیں گے جو ایمان لاکر نیک عمل کرتے رہے یعنی جنہوں نے اپنے رب کے حقوق ادا کیے، اس کی ناراضگی سے بچے اور اس کی رضا کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی۔

(2)﴿سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ﴾ ''ان کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے'' یعنی کیا دنیا اور آخرت میں ان کے حقوق برابر ہوں گے، ان کا اندازہ بہت برا ہے مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل سے بدگمانی ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (الحشر:20)﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ﴾ ''تو کیا جو شخص ایمان والا ہو اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے؟ دونوں برابر نہیں ہوتے۔'' (السجدۃ:18)

(4)﴿سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ ''بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کررہے ہیں'' ان کا اندازہ اور ان کا یہ گمان بہت برا ہے۔ اور بہت برا ہے وہ فیصلہ جو انہوں نے کیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو احکم الحاکمین سب سے بڑھ کر عادل ہستی کی حکمت کے خلاف، عقل سلیم اور فطرت مستقیم کے متناقض اور ان اصولوں کے متضاد ہے جنہیں لے کر کتابیں نازل ہوئیں اور جن کے بارے میں انبیاء و مرسلین نے آگاہ کیا۔ فی الواقع قطعی فیصلہ یہ ہے کہ اہل ایمان جو نیک عمل کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے لئے اس کی نیکی کے مطابق نصرت، فلاح، سعادت اور دنیا و آخرت کا ثواب ہے اور برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی، رسوائی، عذاب اور بدبختی ہے۔ (تفسیر سعدی:2514/3)

(5)﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ (۳۵) مَا لَكُمْ ٝ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ (۳۶)﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کردیں گے؟ تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (القلم:36,35)

(6)﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کردیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کردیں؟'' (ص:28)

(7) طبرانی کی روایت ہے کہ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ اس آیت کو رات بھر پڑھتے رہے اور روتے رہے یہاں تک صبح ہوگئی۔ (ابن کثیر: 70)

سوال 2: ایمان والوں اور برے کام کرنے والوں کو ایک کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ دنیا و آخرت میں ایمان والوں اور برے کام کرنے والوں میں کوئی فرق نہ کریں۔

(2) اس سے مراد یہ بھی ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ جیسے دنیا میں لوگ برابر ہیں ایسے ہی آخرت میں بھی برابر ہوجائیں یعنی مر کر مومن بھی ختم ہو جائیں اور کافر بھی ختم ہوجائیں۔ (3) اس سے یہ بھی مراد ہے کہ بدکار کو سزا نہ ملے اور نیکوکار کو انعام نہ ملے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے برے کام کرنے والوں کے بارے میں کیا فیصلہ دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا۔ برا ہے وہ فیصلہ جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

رکوع نمبر 19

﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا تاکہ ہر شخص کو اُس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' (22)

سوال 1: ﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا تاکہ ہر شخص کو اُس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ نے دنیا عدل وحکمت کے ساتھ بنائی ہے آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا'' یعنی اللہ رب العزت نے آسمانوں اور زمین کو عدل اور حکمت کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے تاکہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، تاکہ لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ جیسا کہ فرمایا: (2) ﴿وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ ''تاکہ ہر شخص کو اُس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا'' یعنی اللہ تعالیٰ انسانوں کا حساب لیں کہ اس نے جو نعمتیں لوگوں کو عطا کی ہیں وہ اس کا شکر ادا کر کے اس کی اطاعت کرتے ہیں یا نافرمانی کر کے اس کی سزا کے مستحق بنتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا عدل وحکمت کے ساتھ بنائی ہے تاکہ لوگ اپنے کیے ہوئے کاموں کا پورا بدلہ پائیں۔

(4) ﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ کی عدالت الٰہیہ میں قیامت کے دن عدل کی بنیاد پر فیصلے ہوں گے کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ (۳۸) مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۹) اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو

اور اُن دونوں کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا۔ ہم نے تو اُن کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلے کا دن اُن سب کے لیے مقرر وقت ہے۔'' (الدخان:38-40)

(5) ﴿اَلۡيَوۡمَ تُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ‌ ؕ لَا ظُلۡمَ الۡيَوۡمَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ﴾ ''آج ہر شخص کو بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا تھا، آج کوئی ظلم نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' (المومن:17)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو عدل کے ساتھ کیوں پیدا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو عدل کے ساتھ اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہر شخص کو اس کے کام کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔

سوال 3: عدل کیا ہے؟

جواب: عدل بے لاگ فیصلہ ہے۔ ہر ایک کو پورا پورا اس کا حق دینا۔

سوال 4: قیامت کے دن کیسے عدل ہوگا؟

جواب: (1) ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

(2) قیامت کے دن یکساں سلوک نہیں ہوگا کہ نیک اور بد برابر ہو جائیں کیونکہ دونوں کو برابر رکھنا ظلم ہے جو عدل کے خلاف ہے۔

سوال 5: قیامت کے دن لوگوں پر کیسے ظلم نہیں ہوگا وضاحت کریں؟

جواب: (1) قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (2) قیامت کے دن یکساں سلوک نہیں ہوگا۔ (3) قیامت کے دن کوئی کسی کے بدلے میں کام نہیں آئے گا۔ (4) قیامت کے دن کسی کی مدد نہیں کی جائے گی۔

﴿اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ‌ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾

''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگا دی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' (23)

سوال 1: ﴿اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ‌ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟

اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور اُس کے دل پر مُہر لگادی اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟ تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' خواہشات کو معبود بنانے والوں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ ''پھر کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟'' یعنی کیا آپ نے کسی ایسے گمراہ شخص کو دیکھا ہے جو اس راستے پر چلتا ہے جہاں چلنے کو اس کا جی چاہتا ہے خواہ اللہ تعالیٰ اس راستے پر چلنے کو ناپسند کرتا ہو۔ (2) یعنی خواہش کے پیچھے بھاگنے والے کو دیکھو من چاہا کھائے اور جو من نہ چاہے اس پر منہ چڑھائے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (۴۳) اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (۴۴)﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ تو کیا ایسے شخص پر آپ ذمہ دار ہوں گے؟ یا آپ خیال کرتے ہیں کہ اُن میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ وہ راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔'' (الفرقان:44,43) (3) جو حلال و حرام اور اوامر و نواہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں سمجھتا۔

(4) ابن منذر رحمہ اللہ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قریش ایک زمانہ تک ایک پتھر کو پوجتے تھے پھر جب اس سے اچھا پتھر مل جاتا تو اس پہلے پتھر کو پھینک دیتے اور دوسرے کو پوجنا شروع کر دیتے اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس:230/2)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی حال کافر کا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور کسی دلیل کے بغیر ہی اپنا کوئی دین بنا رکھا ہو۔ (الدر المنثور:429/7، فتح القدیر:12/5)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو اُس کو ان آیات کے ذریعے بلند کر دیتے مگر وہ تو زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑا تو اس کی مثال کتے جیسی ہے اگر آپ اس پر بوجھ ڈالیں تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دیں تو بھی وہ زبان نکالے ہانپتا ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا۔ لہٰذا آپ اُن کو واقعات بیان کر دیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔'' (الاعراف:176)

(7)﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ ''آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے

پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔'' (الکہف:28)

(8)﴿يٰدَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ ''اے داوٗد! یقیناً ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گی یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔'' (ص:26)

(9)﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰي عِلْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا۔'' اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت کے قابل نہ جانتے ہوئے اسے گمراہی میں پھینک دیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے وہ جانتا ہے کہ کون پاک ہو سکتا ہے اور کون نہیں؟

(10)﴿وَّخَتَمَ عَلٰي سَمْعِهٖ﴾ ''اور اُس کے کان پر مہر لگا دی'' اسی وجہ سے ایسا شخص کوئی ایسی بات نہیں سن سکتا جو اس کے لیے نفع مند ہو۔

(11)﴿وَقَلْبِهٖ﴾ ''اُس کے دل'' اور اس کے دل میں کوئی بھلائی کی بات نہیں ٹھہرتی وہ اسے یاد نہیں رکھ پاتا۔

(12)﴿وَجَعَلَ عَلٰي بَصَرِهٖ غِشٰوَةً﴾ ''اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا'' یعنی بے شمار دلائل ہونے کے باوجود وہ کوئی دلیل دیکھ نہیں پاتا۔

(13)﴿فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ کے بعد اب کون اُسے ہدایت دے گا؟'' جب اللہ تعالیٰ کسی پر ہدایت کے دروازے بند کر دیتا ہے اور گمراہی کے دروازے کھول دیتا ہے تو ایسے شخص کو بھلا کون ہدایت پر لا سکتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اُس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔'' (الاعراف:186)

(14)﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم لوگ کوئی سبق حاصل نہیں کرتے؟'' یعنی کیا تم وہ چیز اختیار نہیں کرتے جو تمہیں فائدہ دے اور تم اس چیز سے اجتناب نہیں کرتے جو تمہیں نقصان دے۔

(15) سیدنا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لا یؤمن أحدکم حتّٰی یکون هواه تبعًا لِما جئت بِهٖ﴾ ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہشات کو اس کے تابع نہ بنا لے جو میں لے کر آیا ہوں۔'' (تفسیر منیر:13/298,297)

(16) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا: آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ما عبد تحت السماء اله البغض الی الله من الهوی﴾ ''آسمان کے نیچے جتنے معبود پوجے جاتے ہیں ان میں سب سے بڑی خواہش ہے۔'' (تفسیر منیر:13/298,297)

(17) سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو رام کر لے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے اور عاجز و بیوقوف وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات پر لگا دے اور رحمت الٰہی کی آرزو رکھے۔ (جامع ترمذی:2459)

سوال2:﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُس کے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں ڈال دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ اللہ کے ازلی علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ وہ گمراہ ہوگا۔تو اللہ نے اسے اسی گمراہی کے راستہ پر چلا دیا جس پر وہ چل رہا تھا۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص خیر وشر کی پوری تمیز اور اس کا علم رکھتا تھا۔لیکن جب وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گیا تو اللہ نے اسے اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا۔تیسرا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے منکرین اور دہریوں کا بھی فلسفہ ہوتا ہے جو انہیں گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔اور اللہ بھی ایسے لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔اور چوتھا یہ کہ سب مذہبی فرقوں کے بانی عموماً عالم اور ذہین لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کر کتاب وسنت میں تاویل کر کے اپنا نظریہ کشید کر لیتے ہیں۔(تیسیر القرآن:197/4)

سوال3:خواہش نفس کو معبود بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے کہ خواہش جس طرف لے جائے اس طرف چل پڑنا۔

(2)جو نفس کہے اسے اچھا سمجھنا،یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں دل کی مرضی اور اپنی خواہش کو ترجیح دینا۔

(3)اپنی عقل کو اہمیت دینا جب کہ عقل بھی مفادات کی قیدی ہوتی ہے،متاثر ہوتی ہے،اور جیسے خواہش نفس انسان کو غلط راستے پر ڈالتی ہے ایسے ہی عقل بھی غلط راستے پر ڈال سکتی ہے۔

(4)اس سے یہ مراد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین اور اس کی ہدایات کے مقابلے میں اپنی مرضی کے دین کو اختیار کرے۔

سوال4:انسان مرضی کا دین کیسے اختیار کرتا ہے؟

جواب:(1)انسان جس کو مناسب خیال کرے اسے اپنا لے تو اس کا یہ مطلب ہے اس نے مرضی کا دین اختیار کر لیا۔

(2)انسان جب مصلحتوں اور مفادات کے مطابق دین کا پسندیدہ ایڈیشن تیار کر لے تو یہ مرضی کا دین ہے۔

سوال5:اللہ تعالیٰ علم کے باوجود لوگوں کو کیسے گمراہ کر دیتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ علم کے باوجود لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

(1)ان کے کانوں اور دل پر مہر لگا دیتا ہے۔(2)ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

سوال6:کانوں اور دل پر مہر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد یہ ہے کہ کان نصیحت سننے سے اور دل ہدایت قبول کرنے سے محروم ہیں۔

سوال7:اللہ تعالیٰ انسان کی آنکھوں پر کیسے پردے ڈال دیتا ہے؟

جواب: انسان حق کو دیکھتا ہے اور دیکھ نہیں پاتا یعنی اس کی نفسیاتی رکاوٹیں آجاتی ہیں کہ انسان کو نہ سنتا ہے نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ دل سمجھنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

سوال 8: جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے کیا اسے کوئی ہدایت دے سکتا ہے؟

جواب: جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ جیسے سورۃ الاعراف میں فرمایا: ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دو: ''میں اپنے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے اپنے لیے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو بس ایک خبردار کرنے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (الاعراف:188)

سوال 9: ''کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ کیا تم اب بھی غور و فکر نہیں کرتے کہ تم پر حقیقت واضح ہو جائے۔

﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ یہی بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا حالانکہ اس بارے میں انہیں کوئی علم نہیں، وہ محض گمان کی باتیں کرتے ہیں'' (24)

سوال 1: ﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ یہی بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا حالانکہ اس بارے میں انہیں کوئی علم نہیں، وہ محض گمان کی باتیں کرتے ہیں'' زندگی بعد موت اور قیامت کا انکار کرنے والوں کی اس آیت میں تردید کی گئی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ یہی بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا۔'' دہریوں اور مشرکوں کے عقیدے کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا جو موت کے بعد کی زندگی اور قیامت کو نہیں مانتے اور یہ کہتے ہیں کہ زندگی تو بس یہی ہے۔ موت اور زندگی دنیا میں ہی ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔ اسی دنیا میں ہم پیدا ہوتے ہیں اور یہ گردش لیل و نہار ہے کہ کچھ لوگ مرجاتے ہیں اور کچھ پیدا

ہوجاتے ہیں۔(2)وہ مرنے کے بعد گل سڑ جانے کوتو مانتے ہیں لیکن اعمال کی جزا سزا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانے کو نہیں مانتے۔ (3)وہ کہتے ہیں زمانے کی گردش سے جب ہم بوڑھے ہوجاتے ہیں اور جب اتنے کمزور ہوجاتے ہیں کہ زندہ نہیں رہ سکتے تو مرجاتے ہیں (موضح)(اشرف الحواشی:597/1)

(4)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔''(مسلم:5862)

(5)حدیث قدسی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے جب وہ زمانے کو برا بھلا کہتا ہے(حالانکہ زمانہ بجائے خود کوئی چیز نہیں)میں زمانہ ہوں میرے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں۔رات اور دن بھی میں پھیرتا ہوں۔(بخاری تفسیر سورۃ الجاثیہ)(صحیح مسلم:31271)(6)﴿وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾''حالانکہ اس بارے میں انہیں کوئی علم نہیں''وہ یہ بات علم کے بغیر کہتے ہیں۔

(7)﴿إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾''وہ محض گمان کی باتیں کرتے ہیں''انہوں نے آخرت کا انکار کیا اور کسی دلیل کے بغیر رسولوں کو جھٹلایا۔ان کا وہم وگمان ہے جو حقیقت سے خالی ہے۔

سوال2:خواہش نفس کو معبود بنانے کا بنیادی سبب کیا ہے؟

جواب:خواہش نفس کو معبود بنانے کا سبب دنیا پرستی ہے،یہ سوچ کہ زندگی توبس دنیا کی زندگی ہے۔اسی میں ہم جیتے اور مرتے ہیں۔ہمیں صرف زمانے کی گردش ہلاک کرتی ہے۔

سوال3:اس بات کا کیا مطلب ہے کہ ہمیں صرف زمانے کی گردش ہلاک کرتی ہے؟

جواب:اس کا مطلب یہ ہے کہ موت وحیات کا سلسلہ زمانے کی گردش کا نتیجہ ہے۔

سوال4:زمانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا علم دیا ہے؟

جواب:حدیث قدسی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے جب وہ زمانے کو برا بھلا کہتا ہے(حالانکہ زمانہ بجائے خود کوئی چیز نہیں)میں زمانہ ہوں میرے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں۔رات اور دن بھی میں پھیرتا ہوں۔(مسلم کتاب الالفاظ من الادب)

سوال5:لوگوں کی فکری کجی کو اللہ تعالیٰ نے کیسے واضح کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے فرمایا انہیں اس کا کچھ علم نہیں(2)یہ لوگ محض قیاس آرائیاں کررہے ہیں۔

﴿وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾

''اور جب ہماری واضح آیات اُنہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُن کے پاس کوئی دلیل اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے

باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو" (25)

سوال 1: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ "اور جب ہماری واضح آیات انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اُن کے پاس کوئی دلیل اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو" دہریوں اور مشرکوں کے پاس دلائل قیامت کا جواب نہیں۔ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ "اور جب ہماری واضح آیات انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں" یعنی جب اللہ کے رسول ﷺ ان پر قرآن کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں جو بعث اور جزا پر دلالت کرتی ہیں اور جو اس ایمان اور اعتقاد کی دعوت دیتی ہیں۔ (2) ﴿مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ "تو اُن کے پاس کوئی دلیل اس کے سوا نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو" ان کے پاس ہمارے رسول ﷺ کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی حجت، کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہمارے بزرگوں میں سے کسی کو زندہ کر کے دکھادو۔

سوال 2: واضح اور روشن آیات کی تلاوت پر دنیا پرستوں، خواہشات کو معبود بنانے والوں کا کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب: جب روشن آیات کی تلاوت ہوتی ہے تو لوگوں کے پاس انکار کرنے کے لیے ایک ہی دلیل ہوتی ہے کہ سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ۔

سوال 3: کیا باپ دادا کو دنیا میں لانا ہی عقیدہ بعث بعد الموت ہے؟

جواب: باپ دادا کو دنیا میں زندہ کرنا بعث بعد الموت کا عقیدہ نہیں ہے۔ اس سے مراد قیامت کے دن زندہ کرنا ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

"آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دیتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر وہی تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (26)

سوال 1: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دیتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر وہی تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" اس آیت میں زندگی بعد موت کی جو دلیل ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ﴾ "آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ تمہیں زندگی دیتا ہے۔" اللہ رب العزت نے بعث کا انکار کرنے والوں کو

دلیل دی ہے کہ وہ اللہ ہے جس نے تمہیں زندگی دی جب کہ تم مردہ نطفہ تھے۔

(2)﴿ثُمَّ يُمِيتُكُمْ﴾ ''پھر وہی تمہیں موت دے گا'' پھر تمہیں بے اختیار کر کے موت دے گا۔

(3)﴿ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ ''پھر وہی تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں''یعنی وہ حساب کتاب اور جزا کے لیے تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

(4)﴿وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' لوگ وحی کو جھٹلاتے ہیں، غور وفکر نہیں کرتے اس لیے آخرت کا علم ان کے دل کی گہرائیوں تک نہیں پہنچتا۔

(5) زندگی بعد موت کا عقیدہ دنیا میں زندگی کے لیے نہیں ہے کہ تم کہو کہ ہمارے بزرگوں کو زندہ کر کے دکھا دو۔ دنیا تو دار العمل ہے۔ زندگی بعد موت تو دار الجزا کے بارے میں ہے جب اعمال کی جزا سزا ملے گی۔

(6) دنیا کی زندگی تو اس لیے ملی ہے کہ تھوڑے سے وقت میں آخرت کے لیے تیاری کر لیں جو جزا کا دن ہے۔ دنیا عمل کے لیے اور آخرت بدلے کے لیے ہے اس لیے اسے جزا کا دن کہا جاتا ہے۔ لہٰذا قیامت کا انکار کرنے کی بجائے زندگی بعد موت کو مان لینا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ۖ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ ''تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اُس نے تمہیں زندگی عطا کی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:28)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فکری کجی کی اصلاح کیسے کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ زندہ کرتا ہے یعنی زندگی تمہیں رسول نے نہیں دی۔ (2) وہی مارتا ہے یعنی موت تمہیں انسان نہیں رب دیتا ہے۔ (3) پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا یعنی قیامت کا جمع کرنا جی اٹھنے کے بعد ہوگا۔ اور یہ کام بھی رسول کا نہیں ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

رکوع نمبر 20

﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ﴾

''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن اہلِ باطل خسارہ پائیں گے'' (27)

سوال 1:﴿وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین

کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن اہلِ باطل خسارہ پائیں گے" رسولوں کا انکار کرنے والے سخت خسارہ اٹھائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے" یعنی اللہ تعالیٰ کی بادشاہت وسیع ہے۔ وہ کائنات کا ازلی وابدی بادشاہ ہے۔ وہ اکیلا کائنات کی تدبیر کرنے والا اس میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔ اس نے خبر دی ہے۔

(2)﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ "اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن اہلِ باطل خسارہ پائیں گے" جس دن ساری مخلوق حشر کے میدان میں جمع ہوگی تو وہ لوگ جنہوں نے انبیاء کو نہیں مانا، کتابوں کا انکار کیا، جو آخرت کی جزا سزا کو نہیں مانتے تھے سخت خسارہ اٹھائیں گے۔ ان کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے کیونکہ وہ باطل سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن انہیں سخت عذاب ہو گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم نے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو سنائے ہیں اور اُن میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں سنائے کسی رسول کے لیے بھی ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا، پھر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور وہاں اہل باطل خسارے میں رہے۔" (المومن:78) ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ "اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔" (الکھف:49)

(3) ایک دفعہ سیدنا سفیان ثوری رحمہ اللہ مدینہ آئے انہیں معلوم ہوا کہ معافری ایک ظریف الطبع آدمی ہیں جو اپنی شگفتہ باتوں سے لوگوں کو ہنساتے رہتے ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس دن اہل باطل نقصان اٹھائیں گے معافری کے دل پر نصیحت کا ایسا اثر ہوا جسے وہ آخری سانس تک نہیں بھولے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1858)

سوال 2: زمین وآسمان کی بادشاہت کا قیامت سے تعلق واضح کریں؟

جواب: زمین وآسمان کا بادشاہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، اختیار رکھتا ہے، فیصلے کر سکتا ہے۔ اسی نے انسانی زندگی کی جزا سزا کا فیصلہ کیا ہے۔ اس نے قیامت برپا کرنی ہے۔

سوال 3: قیامت برپا ہو جائے گی تو نہ ماننے والوں کا کیا معاملہ ہوگا؟

جواب: قیامت برپا ہوگی تو انکار کرنے والے خسارے میں پڑ جائیں گے۔

﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۗ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے ہر اُمت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی آج تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے'' (28)

سوال 1: ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۗ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے ہر اُمت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی آج تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے'' قیامت کی دہشت انگیزیوں کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً﴾ ''اور آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے'' اے رسول ﷺ! قیامت کے دن ہر ملت اور ہر دین کے لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے۔ (2) یہ حساب کتاب کا وقت ہوگا۔ (جامع البیان: 159/25)

(3) ﴿كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا﴾ ''ہر اُمت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی'' پھر لوگ جدا جدا گرا دیے جائیں گے اور تمام امتیں گھٹنوں پر جھک جائیں گی اور ہر گروہ کو پکار پکار کر نامۂ اعمال دیا جائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور اُن کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا'' (الزمر: 69) (4) ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔'' (القیامۃ: 13)

(5) ہر گروہ اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا۔ یعنی ہر امت کو اس کے نبی کی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جسے لے کر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوا تھا کہ آیا انہوں نے اس شریعت کو قائم کیا تھا کہ ان کو ثواب اور نجات حاصل ہو یا انہوں نے اسے ضائع کر دیا، تب ان کو خسارہ حاصل ہو؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت موسیٰ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت عیسیٰ اور محمد ﷺ کی امت کو شریعت محمدی کی طرف بلایا جائے گا۔ اسی طرح دیگر تمام امتوں کو ان کی اپنی اپنی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جس کے وہ مکلف تھے۔

اس آیت کریمہ میں ایک اور معنی کا احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے مراد یہ ہے کہ ہر امت اس کے نامۂ اعمال اور خیر و شر کی طرف جو ان کے نامۂ اعمال میں درج کیا گیا تھا، بلایا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے گی۔ (تفسیر سعدی: 2581/3)

(6) ﴿اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''آج تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم عمل کیا کرتے تھے'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ﴿یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ﴾ ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔''
(بنی اسرائیل:71) اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے ایک آدمی کو بلایا جائے گا اس کے دائیں ہاتھ میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا اور اس کا بدن ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا اس کا چہرہ روشن کیا جائے گا، تو اس کے سر پر موتیوں کا چمکتا ہوا تاج پہنایا جائے گا اور وہ اپنے دوستوں کی طرف جائے گا اور وہ اسے دور ہی سے دیکھ کر کہیں گے یا اللہ! ہمیں بھی ایسی ہی نعمتیں عطا فرما اور اس میں ہمیں برکت دے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آئے گا اور ان سے کہے گا تم کو خوشخبری ہو تم میں سے ہر ایک کے لیے ایسا ہی انعام ہے جبکہ اس دن کافر کا منہ کالا ہو گا اور اس کا بدن سیدنا آدم علیہ السلام کے قد کی مانند ساٹھ ہاتھ بڑھا دیا جائے گا اور اسے بھی ایک تاج پہنایا جائے گا لیکن اس کے دوست جب اسے دیکھیں گے تو کہیں گے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس شر سے، اے اللہ! یہ ہمارے پاس نہ آئے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر وہ ان کے پاس آئے گا وہ کہیں گے یا اللہ! اسے ذلیل فرما تو وہ کہے گا آج اللہ تعالیٰ نے تم سب کو ذلیل کیا ہے کیونکہ تم سب کے لیے اسی طرح کی ذلت ہے۔'' (ترمذی کتاب تفسیر القرآن باب بنی اسرائیل:3136)

سوال 2: میدان حشر میں لوگ گھٹنوں کے بل کب گریں گے؟

جواب: جب جہنم گھسیٹ کر میدان محشر میں لائی جائے گی اور وہ ایک انگڑائی لے گی تو لوگ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اس وقت خلیل اللہ اور روح اللہ بھی نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے صاف فرما دیں گے کہ یا اللہ آج ہم تجھ سے بجز اپنی سلامتی کے اور کچھ نہیں مانگتے روح اللہ فرمائیں گے کہ سچے معبود میں اپنی والدہ محترمہ کے لیے بھی کچھ نہیں سوال کرتا میری جان بچ جائے۔ (مختصر ابن کثیر:1859/2)

سوال 3: ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہو گی اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ خوف اور دہشت کی وجہ سے ہر امت گھٹنوں کے بل اللہ تعالیٰ کے حضور گری ہوئی ہو گی۔

(2) ہر امت میں انبیاء کے ماننے والے اور مخالف سبھی آجاتے ہیں۔

سوال 4: امتیں کب تک گھٹنوں کے بل گری رہیں گی؟

جواب: جب تک حساب کتاب کے لیے نہیں بلایا جاتا سب گھٹنوں کے بل گرے رہیں گے۔

سوال 5: ہر گروہ کو نامہ اعمال دینے کے لیے بلایا جائے گا تو انہیں کیا کہا جائے گا؟

جواب: ہر گروہ سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''یہ ہمارا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے، یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے'' (29)

سوال1:﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ’’یہ ہمارا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے، یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے‘‘ اعمال ناموں کی پیشی کے بارے میں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ’’یہ ہمارا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے خلاف حق کے ساتھ بول رہا ہے‘‘ رب العزت فرمائیں گے یہ اعمال نامہ ہے جسے معزز اور امین فرشتوں نے لکھا ہے۔ ان میں تمہارے اعمال کا ٹھیک ٹھیک حساب کتاب ہے۔ یہ تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک گواہی دینے والی کتاب ہے۔

(2)﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ’’یقیناً ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ بھی تم عمل کیا کرتے تھے‘‘ یعنی ہمارے فرشتوں نے تمہارے اعمال کو لکھ رکھا ہے اس دن کہا جائے گا۔﴿اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ ’’پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو۔‘‘ (بنی اسرائیل:14)

(3)﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ’’اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔‘‘ (الکہف:49)

سوال2: کتاب سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: کتاب سے مراد وہ رجسٹر ہیں جس میں انسان کے سب اعمال درج ہوں گے جیسا کہ فرمایا:﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ’’اور کتاب رکھ دی جائے گی۔ اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘ (الزمر:69)

سوال3: اعمال ناموں میں کیا ہوگا؟

جواب:(1) اعمال ناموں میں انسانوں کی زندگی کا پورا اور مکمل ریکارڈ ہوگا۔(2) اعمال ناموں میں کوئی کمی بیشی نہ ہوگی۔

سوال4: انسان کا اعمال نامے کو دیکھ کر کیا حال ہوگا؟

جواب: انسان پکار اٹھے گا:﴿مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا﴾ ’’ہائے ہماری کم بختی! کیسی ہے یہ

کتاب کہ اس نے نہ چھوٹی بات چھوڑی ہے اور نہ بڑی بات مگر اس کو شمار کر رکھا ہے۔'' (الکھف:49)

سوال5: اعمال نامے کیسے تیار کروائے جاتے ہیں؟

جواب: اعمال نامے فرشتے تیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر چیز نوٹ کرتے ہیں۔ ان کا ریکارڈ بناتے ہیں۔

سوال6: اعمال ناموں کے علاوہ انسانی اعمال کا علم کسی اور کو بھی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو براہ راست ہر ایک کے اعمال کا علم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے علم کے علاوہ تیاری ہے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِيۡنُ﴾

''پھر وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، سو اُن کا رب اُنہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا،

یہی واضح کامیابی ہے'' (30)

سوال1: ﴿فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِيۡنُ﴾ ''پھر وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، سو اُن کا رب اُنہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی واضح کامیابی ہے'' اخلاص والوں کی بشارت کو آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ ''پھر وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں'' یعنی جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی توحید کی تصدیق کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا۔

(2) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا اس کے مطابق انہوں نے عمل کیا اور اس سے رک گئے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا۔ (جامع البیان:161/25) (i) اعمال صالح کے بغیر ایمان کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ (ii) ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان ان احکامات پر عمل کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لازم قرار دیئے ہیں۔

(3) ﴿فَيُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ﴾ ''سو اُن کا رب اُنہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا'' یعنی اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ (4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت سے فرمایا: ''تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے سے رحم کروں گا۔'' (بخاری:4850)

(5) ﴿ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِيۡنُ﴾ ''یہی واضح کامیابی ہے'' یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخلہ ہونا یہی کامیابی، نجات اور فلاح ہے۔ جسے جنت مل گئی اسے ہر بھلائی مل گئی اور وہ ہر برائی سے دور ہو گیا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پر خلوص ایمان والوں کو جو سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کرتے ہیں انہیں جنت کی بشارت دی ہے جو

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جسے وہ چاہتا ہے اس میں داخل کرتا ہے۔

سوال 2: کون سے اعمال صالح نہیں ہوتے؟

جواب: (1) وہ اعمال جنہیں انسان خود اچھا سمجھ لے اور نہایت ذوق وشوق سے انہیں انجام دے۔

(2) وہ اعمال جن کو انسان سنت رسول ﷺ کے مطابق انجام نہ دے وہ صالح نہیں ہوتے۔

﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ﴾

''اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (اُن سے کہا جائے گا) تو کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر تم نے تکبر کیا اور تم لوگ مجرم تھے'' (31)

سوال 1: ﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ﴾ ''اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (اُن سے کہا جائے گا) تو کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر تم نے تکبر کیا اور تم لوگ مجرم تھے'' قیامت کے دن کافروں کو جو چارج شیٹ دی جائے گی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا'' قیامت کے دن کافروں کو چارج شیٹ دی جائے گی اور زجر و توبیخ کرتے ہوئے اس بارے میں ان سے سوال کیا جائے گا۔ (فتح القدیر: 14/5)

(2) ﴿اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ﴾ ''تو کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟'' یعنی تمہاری زندگی کی ناکامی کا بڑا اور پہلا بنیادی سبب یہ تھا کہ تم نے کتاب زندگی کی موافقت نہیں کی اس کی آیات جو تمہیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں، جن میں تمہارے لیے بھلائی تھی، جس میں تمہیں ہر اس کام سے روکا گیا جو تمہیں نقصان پہنچانے والا تھا۔ سب سے بڑی نعمت کو تم نے قبول نہیں کیا۔

(3) تمہاری ناکامی کا دوسرا بڑا سبب یہ تھا کہ تم نے تکبر کیا تم نے سرکشی کی اور کتاب کی ہدایت کو ماننے کی بجائے تمہارے دل غرور سے بھر گئے۔

(4) تم نے ان کو سننے اور ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ (جامع البیان: 162/25)

(5) تم نے کتاب کی آیات پر ایمان لانے اور انہیں قبول کرنے سے تکبر کیا۔ (فتح القدیر: 14/5)

(6) ﴿وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ (7) یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (8) وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (9) مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَیْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (10) هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ (11)﴾ ''ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتا ہے

جب وہ اُس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کر کے اِصرار کرتا ہے گویا اُس نے اُنہیں سنا ہی نہیں، چنانچہ آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیں۔ اور جب ہماری آیات میں سے کچھ بھی جان لیتا ہے تو وہ اُس کا مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لئے توہین آمیز عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور جو اُنہوں نے کمایا اُس میں سے کچھ بھی اُن کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی وہ جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا حمایتی بنا لیا تھا اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات سے کفر کیا، اُن کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے۔" (الجاثیہ:7-11)

(7)﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ "اور جب اُنہیں ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں میں جن لوگوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لیں گے وہ قریب ہیں کہ اُن لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں، آپ کہہ دیں تو کیا میں تمہیں اس سے بُری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کا اُن سے وعدہ کر رکھا ہے جنہوں نے کفر کیا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔" (الحج:72)

(8)﴿وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ "پھر تم نے تکبر کیا اور تم لوگ مجرم تھے" تم نے گناہ کمائے، اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، معاد کی تصدیق نہیں کی، عذاب وثواب پر ایمان نہ لا کر مجرم بن گئے۔ (9) مجرم مسلم کی ضد ہے وہ گناہ گار ہے جس نے کفر کیا۔ (تفسیر قرطبی:128/8)

سوال 2: کافروں سے یہ کیوں جائے گا کہ کیا تمہیں میری آیات نہیں سنائی جاتی تھیں؟

جواب: یہ بات کافروں کو حقیقت کا شعور دلانے کے لیے کہی جائے گی کہ نادانو! تمہیں عقل دی تھی، سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں دی تھیں، تمہارے پاس رسول آئے تھے تمہیں آیات سنائی جاتی تھیں لیکن تم نے پرواہ ہی نہیں کی۔ اور آج اس مقام تک آن پہنچے ہو کہ آگ تمہارا مقدر ہے۔

سوال 3: حق کی قبولیت کے راستے کی رکاوٹ کیا ہے؟

جواب: (1) حق کے مقابلے میں خود کو بڑا سمجھنا۔ (2) ایمان نہ لانا۔ (3) گناہگار ہونا۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ﴾

"اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ ہم تو ایک معمولی گمان رکھتے ہیں اور ہم پورا یقین کرنے والے نہیں ہیں" (32)

سوال 1: ﴿وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا

﴿وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَيۡقِنِيۡنَ﴾ ''اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ ہم تو ایک معمولی گمان رکھتے ہیں اور ہم پورا یقین کرنے والے نہیں ہیں'' قیامت پر بے یقینی تمہیں مجرم بنا گئی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا قِيۡلَ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا﴾ ''اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں'' ان کی ناکامی کا تیسرا بڑا سبب آخرت پر بے یقینی ہے اسی کے بارے میں فرمایا اللہ والے تمہیں قیامت کا یقین دلاتے اور سمجھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، قیامت کا آنا برحق ہے۔ زندگی بعد موت، حشر اور جزا سزا کا معاملہ سچا ہے یہیں آنے والا ہے تو تم جواب دیتے تھے۔

(2) ﴿قُلۡتُمۡ مَّا نَدۡرِىۡ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَيۡقِنِيۡنَ﴾ ''تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ ہم تو ایک معمولی گمان رکھتے ہیں اور ہم پورا یقین کرنے والے نہیں ہیں'' جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے، سن لو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (یونس:55) تو تم کہتے تھے ہمیں نہیں معلوم قیامت کیا ہے؟ اگرچہ ہمیں وہم سا ہے، کچھ خیال آتا ہے مگر ہمیں یقین نہیں ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاقۡتَرَبَ الۡوَعۡدُ الۡحَـقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبۡصَارُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ يٰوَيۡلَنَا قَدۡ كُنَّا فِىۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا بَلۡ كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ﴾ ''اور وہ سچا وعدہ قریب آجائے گا اچانک ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی جنہوں نے کفر کیا، ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ہی ظالم تھے۔'' (الانبیاء:97)

(4) ﴿قَدۡ خَسِرَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتۡهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً قَالُوۡا يٰحَسۡرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطۡنَا فِيۡهَا ۙ وَهُمۡ يَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَهُمۡ عَلٰى ظُهُوۡرِهِمۡ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوۡنَ﴾ ''یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا حتیٰ کہ جب قیامت ان پر اچانک آجائے گی تو وہ کہیں گے: ہائے افسوس اس کے بارے میں جو ہم نے کوتاہی کی! اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اُٹھائے ہوں گے۔ سن لو بُرا ہے جو بوجھ وہ اُٹھائیں گے!'' (الانعام:31)

سوال 2: کافروں کو جب قیامت پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے تو ان کا کیا ردّ عمل ہوتا ہے؟

جواب: (1) کافر کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہوتی ہے؟ (2) ہمیں لگتا ہے ہے کہ یہ ظن وتخمین ہے۔ (3) ہمیں یقین نہیں ہے کہ یہ واقعی ہوگی۔

﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

''اور جو کچھ انہوں نے کیا اُس کی بُرائیاں اُن پر ظاہر ہو جائیں گی اور اُنہیں وہی گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' (33)

سوال 1: ﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ انہوں نے کیا اُس کی بُرائیاں اُن پر ظاہر ہو جائیں گی اور اُنہیں وہی گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' جب برائیاں ظاہر ہو جائیں گی تو عذاب نازل ہو جائے گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا﴾ ''اور جو کچھ انہوں نے کیا اُس کی بُرائیاں اُن پر ظاہر ہو جائیں گی'' قیامت کے دن ان کی برائیوں، ان کے جھٹلانے، ان کے تکبر کرنے اور آخرت پر بے یقینی جیسے اعمال کی سزا ظاہر ہوگئی اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

(2) ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور اُنہیں وہی گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے'' تو جس عذاب کو وہ نہیں مانتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے اسی عذاب نے انہیں گھیر لیا۔

سوال 2: اپنے اعمال کی برائیاں لوگوں پر کب کھل جائیں گی؟

جواب: جب قیامت آئے گی تو ہر چیز لوگوں پر کھل جائے گی۔ اپنے برے اعمال جنہیں انسان دنیا میں اچھا سمجھتا ہے ان کی برائیاں بھی کھل کر سامنے آجائیں گی۔

سوال 3: کونسی چیز کافروں کو گھیر لے گی؟

جواب: قیامت کا عذاب جس کا وہ مذاق میں اڑاتے تھے اسی میں وہ گھر جائیں گے۔

﴿وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾

''اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے اور تمہارا اٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں'' (34)

سوال 1: ﴿وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے اور تمہارا اٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں'' اس دن انہیں صاف صاف کہا جائے گا۔آج کے دن ہم تمہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے یعنی تمہیں بھول جائیں گے۔

(2)﴿كَمَا نَسِيتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ﴾ ''جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔'' جیسے تم نے یہ دن بھلا دیا تھا، جیسے تم اسے نہیں مانتے تھے اس لیے تم نے اس کے لیے کوئی تیاری نہیں کی تم نے میرا ذکر اور میری اطاعت چھوڑ دی آج ہم تمہیں آگ میں چھوڑ دیتے ہیں اور جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِينٰكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''سو اب مزہ چکھو کیونکہ تم نے اپنے اُس دن کی ملاقات کو بھلا دیا ہم نے بھی یقیناً تمہیں بھلا دیا ہے اور ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (السجدۃ:14)

(3)﴿الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُونَ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔'' (الاعراف:51)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (اپنے بعض بندوں سے قیامت کے دن) فرمائے گا اے فلاں! بھلا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی اور تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ اور تجھے بیوی نہیں دی تھی اور گھوڑوں اونٹوں کو تیرا مطیع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تجھے چھوڑا کہ تو حکومت کرتا تھا اور چوتھا حصہ (بطور ٹیکس) لیتا تھا؟ بندہ کہے گا کیوں نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو مجھ سے ملاقات کرنے کی امید رکھتا تھا؟ وہ کہے گا نہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں بھی تجھے بھول جاؤں گا تو جیسے مجھے بھول گیا تھا۔'' (مسلم:7438)

(5)﴿وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ﴾ ''اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے'' اب تمہارے ٹھہرنے کی جگہ جہنم ہے۔

(6)﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِينَ﴾ ''اور تمہارا کوئی مددگار نہیں'' یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں ملے گا جو عذاب کو تم سے دور کر سکے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے منظر میں لے جا کر کیا شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس منظر میں لے جا کر شعور دلایا ہے کہ قیام قیامت کو گمان سمجھنے کا آخر کیا فائدہ ملا! خسارہ ہی خسارہ ہے قیامت کو ماننا تو تمہاری زندگی بدلنے والا ہے۔اسی میں تمہارے اعمال کی تبدیلی کا راز چھپا ہوا ہے پھر کھیل تماشا سمجھ کر کیا حاصل ہوا! آگ؟ کیا زندگی اسی آگ کے لیے دی تھی؟ کیا قوتیں صلاحیتیں اسی آگ کے لیے ملی تھیں؟ کیا وقت، عمر، جوانی، صحت، مال سبھی کچھ اس آگ کے لیے ملا تھا؟ ذرا سوچو تو تم

نے کتنے گھاٹے کا سودا کرلیا ہے؟ لوٹ آؤ دھوکے سے نکل آؤ۔

﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾

''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا تھا چنانچہ آج نہ ہی وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اُن سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا'' (35)

سوال 1: ﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا تھا چنانچہ آج نہ ہی وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اُن سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا'' عذاب کی وجہ زندگی کا جو دھوکہ تھا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا تھا'' یعنی یہ عذاب جس میں تمہیں مبتلا کیا گیا ہے اس کی وجہ تمہارے اپنے جرائم ہیں۔ دیکھو! تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا یہ تمہارا پہلا جرم تھا۔

(2) ﴿وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکہ دیا تھا'' اور دوسرا جرم یہ تھا کہ دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا۔ کیا تم اطمینان میں نہیں تھے؟ تم دنیا کی زندگی پر واقعی مطمئن تھے۔ کیا آخرت کا تمہیں دھیان تھا؟ تمہیں تو دھیان تک نہ تھا۔ کیا تم غفلت میں ڈوبے ہوئے نہیں تھے؟ لو دیکھو! لذتوں اور شہوتوں نے تمہیں کس دھوکے میں ڈال دیا اور تم دنیا کے لیے عمل کرتے رہے اور مطمئن ہوگئے۔ تمہیں ہمیشہ کے گھر کا خیال ہی نہ آیا۔ اس لیے اس کے لیے عمل کرنا بھی چھوڑ بیٹھے۔

(3) ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''چنانچہ آج نہ ہی وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اُن سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا'' آج کے دن کوئی مہلت نہیں۔ ایسا نقصان ہے جو کبھی ختم ہی نہیں ہوگا اب جہنم ہے جہاں سے کبھی آزاد نہ کیے جاؤ گے۔ اب کبھی تمہیں دنیا کی طرف لوٹایا نہیں جائے گا کہ توبہ کرکے، یا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے نیک عمل کرلو۔

(4) عتب کے معنی سرزنش کرنا، خفگی کرنا اور عاتب کے معنی ملامت کرنا اور غصہ کرنا بھی ہے اور ناز سے خطاب کرنا بھی (گویا یہ لغت اضداد سے ہے) اور عتب کے معنی ناراضگی کو دور کرنا اور استعتب کے معنی کسی کو راضی کرلینا اور روٹھے ہوئے کو منالینا ہے۔ گویا ان دوزخ میں پڑے ہوئے لوگوں کو کوئی ایسا موقع نہ دیا جائے گا کہ معذرت اور منت سماجت کرکے یا توبہ کرکے اپنے پروردگار کو راضی کرلیں۔ (تیسیر القرآن 201/4)

(5) ﴿فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ﴾ ''پس اگر وہ صبر کریں تو آگ ہی اُن کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کئے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے۔'' (حم السجدۃ: 24)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں دوپہر کے وقت میں جبکہ کوئی بادل نہ ہو، سورج کے دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جبکہ بادل نہ ہوں کوئی مشقت ہوتی ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کہ تم لوگوں کو اپنے رب کو دیکھنے میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جتنا تمہیں سورج اور چاند میں کسی ایک کے دیکھنے میں حجاب ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد اللہ بندوں سے ملاقات (یعنی حساب) کرے گا اور فرمائے گا: اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تجھے جوڑا نہیں بنایا (یعنی تیری شادی نہیں کی) اور تیرے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور تو ان سے چوتھائی حصہ لیتا تھا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں! اے پروردگار۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ وہ عرض کرے گا نہیں۔ پھر اللہ عزوجل فرمائیں گے: کہ میں تجھے بھلا دیتا ہوں جس طرح کہ تو نے مجھے بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ تیسرے سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے بھی اسی طرح سے فرمائے گا وہ عرض کرے گا اے پروردگار میں تجھ پر اور تیری کتابوں پر، اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور میں نے روزہ رکھا اور میں نے صدقہ وخیرات کیا۔ اس سے جس قدر ہو سکے گی وہ اپنی نیکی کی تعریف کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے ابھی تیری نیکیوں کا پتہ چل جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اسے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں وہ اپنے دل میں غور وفکر کرے گا کہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران گوشت ہڈیوں سے کہا جائے گا بول۔ تو پھر اس کی ران اس کا گوشت، اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے بولیں گی اور یہ سب اس وجہ سے ہوگا کہ کوئی اپنے نفس کی طرف سے کوئی عذر قائم نہ کر سکے اور یہ منافق آدمی ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرمائے گا۔'' (مسلم:7438)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے برے انجام کے کیا اسباب بتائے ہیں؟

جواب: (1) تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا۔ (2) دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈالا۔ یہ دو جرم ہیں جنہوں نے تمہیں جہنم کا مستحق بنا دیا ہے۔ لہٰذا نہ دوزخ سے نکالے جاؤ گے نہ معذرت قبول کی جائے گی۔

سوال 3: ﴿وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ان سے توبہ کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا۔ نہ رجوع کرنے کا موقع دیا جائے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام کر کے اسے راضی کر لو۔

سوال 4: قیامت کے دن توبہ اور معذرت کیوں فائدہ نہیں دے گی؟

جواب: قیامت کا دن بدلے کا دن ہے۔توبہ اور معذرت سے بدلے میں رکاوٹ آتی ہے۔ جب کہ بدلے کے دن فیصلے نہیں بدلیں گے۔ بدلے کے دن توبہ قبول نہیں کی جائے گی نہ معذرت فائدہ دے گی۔

﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''پس تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا اور رب ہے تمام جہانوں کا'' (36)

سوال 1: ﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''پس تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا اور رب ہے تمام جہانوں کا'' اللہ تعالیٰ ہی سارے جہانوں کا رب ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ﴾ ''پس تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جیسی اس کی عظمت اور اس کے جلال کے لائق ہے۔ (2) ﴿يَا رَبِّ، لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ، وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ﴾ ''اے میرے رب! میں تیری ایسی تعریف کرتا ہوں جو تیری ذات کے جلال اور تیری سلطنت کی عظمت کے لائق ہے۔'' (ابن ماجہ:3801)

(3) ﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ﴾ ''جو رب ہے آسمانوں کا'' ہر طرح کی بڑائی اس کے لیے ہے جو آسمانوں کا رب، ان کا مالک، مختار، سید، آقا ان کا انتظام کرنے والا ہے۔

(4) ﴿وَرَبِّ الْاَرْضِ﴾ ''اور رب ہے زمین کا'' جو زمین کا رب ہے، اسے بندوں کے لیے قیام گاہ بنانے والا، مخلوق کے لیے روزی کا انتظام کرنے والا، ان کی ضروریات کے لیے تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

(5) ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور رب ہے تمام جہانوں کا'' جو سارے جہانوں کا رب ہے جو پوری کائنات کا مربی ہے۔ جس نے ہر چیز کو تخلیق کیا جس نے ہر چیز بنائی اور اس کو ہدایت دی۔ جس نے ضروریات پیدا کیں اور ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام کیا جس نے ہر چیز کی تربیت کی اور انہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔

سوال 2: یہاں اللہ تعالیٰ کی حمد کس حوالے سے کی گئی ہے؟

جواب: یقیناً اللہ تعالیٰ ہر حال میں حمد کے لائق ہے یہاں اللہ تعالیٰ کی حمد کی بات اس لیے کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایمان اور اعمال صالح کی ضرورت نہیں۔ انسان خود محتاج ہے وہ بے نیاز ہے۔ اس کے لیے تمام جہان شکر ادا کرنے والا ہے۔ تعریف بیان کرنے والا ہے۔

﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (37)

سوال 1: ﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' آسمانوں وزمین میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے بڑائی ہے'' آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے لیے بڑائی ہے۔ اس کی عظمت اور سلطنت آسمانوں اور زمین میں ہے وہ عظمت اور بزرگی والا ہے۔

(2) حدیث قدسی ہے: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عزت اس اللہ تعالیٰ کی ازار ہے اور بزرگی اس اللہ تعالیٰ کی چادر ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کروں گا۔'' (مسلم: 6680)

(3) یعنی وہی جلال، عظمت اور مجد کا مالک ہے۔ پس حمد میں صفاتِ کمال کے ذریعے سے اللہ کی ثنا، اس کی محبت اور اس کا اکرام اور کبریائی میں اس کی عظمت اور اس کا جلال ہے۔ عبادت دو ارکان پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے سامنے اظہار تذلل اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کے جلال اور اس کی کبریائی کے علم سے پیدا ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 25203)

(4) ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور وہی سب پر غالب'' یعنی وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتا ہے، نہ اسے کوئی روک سکتا ہے نہ اس پر کوئی غالب آسکتا ہے۔ وہ شدید انتقام لینے والا ہے۔

(5) ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے احکام، اقوال، افعال، شرع اور تقدیر میں حکیم ہے۔ (الاساس: 5230/9)

(6) وہ اپنی مخلوق کے بارے میں اپنی تدبیر اور اپنی مخلوق پر تصرف رکھتے ہیں حکمت والا ہے، وہ جو چاہتا ہے اس میں حکمت ہے، جیسے وہ چاہتا ہے اس میں حکمت ہے۔ (7) اس نے ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھا ہے۔ اس نے ہمیں جو حکم دیا ہے اس میں ہمارے لیے نفع ہے۔ اس نے جو چیز پیدا کی اس میں حکمت ہے اس میں ہمارے لیے نفع ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کبریائی سے اپنے غلبے کا شعور دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے کامل نظام اور قیام قیامت سے اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے۔

قرآن کا ماہر کاتب فرشتوں کے ساتھ ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے،
مکرم اور نیک لکھنے والے (فرشتوں) جیسی ہے
اور جو شخص قرآن مجید بار بار پڑھتا ہے پھر بھی اس کے لیے دشوار ہے
تو اسے دوگنا ثواب ملے گا

(بخاری: 4937)